عالم اسلام اور سامراجی نظام

امکانات، اندیشے، اور مشورے

مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

ناشر

مجلس تحقیقات ونشریات اسلام

پوسٹ بکس نمبر 119 ندوۃ العلماء لکھنؤ

www.abulhasanalinadwi.org

(جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ)

جدید ایڈیشن

۱۴۳۱ھ - ۲۰۱۰ء

نام کتاب	:	عالم اسلام اور سامراجی نظام
نام مصنف	:	مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
صفحات	:	۲۵۶
تعداد اشاعت	:	۱۰۰۰
کتابت	:	ظہیر احمد کاکوروی
طباعت	:	کاکوری آفسیٹ پریس، لکھنؤ
قیمت	:	Rs. 100/-

طابع وناشر

مجلس تحقیقات ونشریات اسلام

پوسٹ بکس نمبر ۱۱۹، ندوۃ العلماء، لکھنؤ

فون نمبر: 0522-2741539 فیکس نمبر: 0522-2740806

www.abulhasanalinadwi.org

فہرست

۱	عرض ناشر	۵
۲	دیباچہ	۷
۳	مقدمہ	۱۳
	جدید چیلنجز اور مسلمان	
۴	یورپ کا توسیع پسندانہ اور سامراجی رویہ	۲۲
۵	اکیسویں صدی اور مسلمان	۳۲
۶	مغربی استعمار کا فکری وثقافتی تسلط	۳۹
۷	مسلم معاشرہ اور مغربی فکر وثقافت	۴۶
۸	فنڈامنٹلزم اور مسلمان	۵۳
۹	امت اسلامیہ کا ناسور- انانیت اور سطحی منفعت	۵۷
۱۰	سخت حالات اور عمومی بے شعوری	۶۱
۱۱	دورِ حاضر کے حکام اور ان کے دعوے	۶۵
	یورپ اور اسلام	
۱۲	یورپ اور مسلمان	۷۱
۱۳	فتنۂ استشراق اور مسلمان	۷۹
۱۴	عالم اسلام مغرب کی خودسری کا نشانہ	۸۴
۱۵	عالم اسلام کی آزادی اور یورپ کا مجرمانہ کردار	۹۱
۱۶	اسلام دشمن سازشیں اور جنگِ خلیج	۹۷
	مغربی استعمار کیوں اور کیسے؟	
۱۷	عالم عربی اور فلسطین اور اسرائیل	۱۱۰
۱۸	مسجد اقصیٰ اور فلسطین میں اسرائیلی جارحیت	۱۱۵

www.abulhasanalinadwi.org

۱۹	فلسطین کا قضیہ	۱۱۸
۲۰	عرب اسرائیل جنگ کے قابل توجہ پہلو	۱۲۷
۲۱	اسلامی بیداری اور مغربی قساوت	۱۳۲
۲۲	ترکی اور اسلامی بیداری	۱۳۷
۲۳	ترکی پہلے اور اب	۱۴۵
۲۴	عالمِ اسلام میں امریکی دخل اندازی، اسباب ومحرکات	۱۵۳
۲۵	اسلام اور موجودہ بینک کاری واقتصادی تنظیمات	۱۶۲
۲۶	مغرب کا شاطرانہ طریقۂ ابلاغ اور مشرقی قومیں	۱۷۵
۲۷	مغرب کا دوہرا پیمانہ اور اس کے عالم گیر مضر اثرات	۱۸۰
۲۸	روس کی افغانستان میں شکست وانخلا کے اسباب اور ہمارے تقاضے	۱۸۷
۲۹	جاپانی قوم اور اسلام	۱۹۲
	مسلمانوں کی ذمہ داریاں اور تقاضے	
۳۰	مغرب کا اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ اور ہماری ذمہ داریاں	۲۰۰
۳۱	مسلمانوں کے عروج وزوال کے اسباب	۲۰۵
۳۲	عالم اسلام کو قیادت کے لیے سیاست ودعوت کے امتزاج کی ضرورت	۲۱۱
۳۳	مسلمانوں کے تنزل سے دنیا کو کیا نقصان پہنچا	۲۱۶
۳۴	ملی اتحاد کی اہمیت	۲۲۱
۳۵	نئے جذبہ وہمت اور قربانی کی ضرورت	۲۲۶
۳۶	امت مسلمہ کی گمشدہ طاقت	۲۳۰
۳۷	باہمی اتحاد واتفاق عالم اسلام کی ایک بڑی ضرورت	۲۳۵
۳۸	عصری مسائل کا اسلامی حل	۲۴۰
۳۹	دعوت اسلام	۲۴۷
۴۰	سامراجی نظام اور مسلم قائدین کی ذمہ داریاں	۲۵۰

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض ناشر

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کا اپنی طویل تدریسی زندگی میں تعلیمی وتربیتی ذمہ داریوں اور دعوتی اور علمی مشغولیتوں کے ساتھ صحافت سے قریبی تعلق رہا ہے، انھوں نے ۱۹۵۹ء میں پندرہ روزہ عربی اخبار ''الرائد'' نکالا، اور اس میں انھوں نے اداریے لکھے جو عالم عربی میں بڑی وقعت کے ساتھ پڑھے جاتے رہے، عالم عربی کے ممتاز ادیبوں اور صحافیوں سے ان کا ربط رہا، جو محض صحافی یا ادیب نہیں تھے بلکہ ملت کا درد رکھتے تھے اور ملت کو پیش آنے والے مسائل اور خطرات اور عالمی سازشوں سے واقف تھے۔

الرائد کے ساتھ البعث الاسلامی میں بھی تسلسل کے ساتھ مضامین شائع ہوتے رہے جو زیادہ تر عالم عربی کے مسائل سے متعلق تھے۔

الرائد اور البعث الاسلامی کے ساتھ جو عربی زبان میں نکلتے تھے اور ان کا رخ عالم عربی کی طرف زیادہ تھا، ندوۃ العلماء نے اردو صحافت میں بھی ہمیشہ اپنی امتیازی حیثیت برقرار رکھی ہے، ۱۹۶۴ء میں تعمیر حیات کے نام سے پرچہ نکلا، اس پرچہ میں بھی مولانا کے قلم سے اردو میں اہم مضامین، حالات کے تجزیے اور تبصرے شائع ہوتے رہے، ان مضامین کا تعلق عالم اسلام میں پیش آنے والے سیاسی اور ثقافتی مسائل سے تھا، اور تعلیمی اور فکری رجحانات سے، سامراج اور مستشرقین اور تجدد پسند مسلمان اہل فکر کی طرف سے جو رجحانات، افکار، اور نظریات عالم اسلام میں تجربہ کے لئے پیش کئے جاتے رہے، ان پر مولانا کے قلم سے علمی انداز کے تبصرے شائع ہوتے رہے، اور ان مسائل کی روشنی میں مسلم قوم کی رہنمائی کی گئی۔

www.abulhasanalinadwi.org

مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی چونکہ مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ سے سب سے زیادہ قریب رہے ہیں اور ان کے اسفار میں شریک رہے ہیں جن میں اہم شخصیتوں اور حکمرانوں سے ملاقات اور تبادلۂ خیال کا بھی کثرت سے موقع ملا، اس لئے مولانا کو حقیقت حال اور مسائل کی نزاکت سے واقفیت کا جو موقع ملا وہ بہت کم لوگوں کو حاصل ہوتا ہے۔

ہندوستان کے مسلمانوں کے مسائل سے واقفیت اور ان کے حل کے اسباب ووسائل کا علم بھی اس سرچشمہ سے منسلک رہنے کی وجہ سے زیادہ حاصل ہوا، اس لئے یہ مجموعہ مضامین جو ''عالم اسلام اور سامراجی نظام، امکانات، اندیشے اور مشورے'' کے نام سے شائع ہو رہا ہے مولانا محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی کے ادب، تربیت، صحافتی تجربہ اور حالات سے واقفیت اور مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ سے منسلک رہنے کی وجہ سے واقفیت اور بصیرت پر مبنی ہیں، ان میں علمی اور تحلیلی اسلوب کے ساتھ حقیقت پسندی اور ملی جذبہ نمایاں ہے، اور ان سارے عناصر کا جمع ہونا ان مضامین کا امتیاز ہے، مولانا نذرالحفیظ صاحب ندوی ازہری کے قیمتی مقدمہ میں کتاب کے موضوع اور پس منظر پر اچھی روشنی ڈالی گئی ہے۔

مجلس تحقیقات ونشریات اسلام کے لئے یہ بڑی سعادت کی بات ہے کہ اس کو اس قیمتی، فکری، سیاسی اور دینی مضامین کے مجموعہ کو شائع کرنے کا موقع مل رہا ہے، انشاء اللہ یہ مضامین ملت اسلامیہ کے مسائل سے واقفیت کے ساتھ ساتھ ان کے حل کرنے کی کوششوں میں مشعل راہ ثابت ہوں گے، واللّٰہ ھو الموفق وبہ یستعان وھو نعم المولیٰ ونعم النصیر

۱۲؍رمضان المبارک ۱۴۲۶ھ
۱۷؍اکتوبر ۲۰۰۵ء

محمد واضح رشید حسنی ندوی
سکریٹری
مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ

www.abulhasanalinadwi.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

الحمد للّٰہ رب العٰلمین والصلاۃ والسلام علی سیدنا ونبینا محمدوعلی الٰہ وصحبہ أجمعین أما بعد!

میری عملی زندگی دارالعلوم ندوۃ العلماء میں عربی زبان وادب کی تدریس سے شروع ہوئی اور اس کا آغاز عیسوی کلنڈر کے لحاظ سے پانچویں دہائی کے اخیر سے ہوا، یہ دور ایسا تھا کہ مشرقی دنیا مغربی سامراج کے عسکری وسیاسی غلبہ سے آزاد ہونے کی منزل کو پہنچ رہی تھی اور خاص طور پر عرب ممالک جہاں کی زبان وثقافت میرے اصل موضوع تھے، لہٰذا وہاں کے حالات سے مجھے واقف ہونے کا موقع مل رہا تھا اور عرب ممالک سیاسی تغیر کے مرحلہ سے گزر رہے تھے، اس سلسلہ میں جو حالات پیش آرہے تھے اس میں سامراج کی ریشہ دوانیاں اور مغلوب ممالک کی یہ حالت کہ جیسے کوئی پرندہ اپنے قفس سے نکلنے کی امید میں زور لگاتا ہے اس حالت کو محسوس کرنے کا موقع مل رہا تھا اور یہ جاننے کا موقع مل رہا تھا کہ ایک خاص مدت تک ان ممالک کو غلام اور ان کے علاقوں کو اپنی جائداد سمجھنے کے بعد قابض طاقتیں اپنے اس قبضہ سے کس طرح دست بردار ہورہی ہیں غاصب غصب کے مال کو جس طرح واپس کرتا ہے اور اس میں وہ کیا کچھ تحفظات رکھنے کی کوشش کرتا ہے اس سے واقف ہونے کا

www.abulhasanalinadwi.org

موقع مل رہا تھا اور اس طرح کے موضوعات اس وقت کی صحافت میں بھی اختیار کئے جارہے تھے، عربی مطبوعات اور رسائل واخبار سے ربط کی وجہ سے وہاں کی صورت حال کو محسوس کرنے کا موقع مل رہا تھا اور وقتاً فوقتاً خود اپنے یہاں کی صحافت کو اپنی بعض معلومات کو پیش کرنے کا بھی موقع مل رہا تھا، میرے لئے معلومات کے حصول کی سہولت کے ساتھ اپنے ملک کے حالات دیکھنے سے بھی بڑی مدد مل رہی تھی کہ جو غلامی سے آزادی کی طرف منتقل ہو رہا تھا اس سے یہ جاننے کا موقع مل رہا تھا کہ قابض طاقت قبضہ کو کس طرح چھوڑتی ہے، چنانچہ میرے غور وفکر اور مطالعہ میں یہ بات آئی کہ مشرقی ممالک جب دینی وسیاسی سمجھ اور زور وطاقت کے لحاظ سے بہت پیچھے چلے گئے، تو ان پر مغرب نے یلغار کر کے قبضہ کر لیا تھا، اس میں مغرب کے عسکری وسیاسی تفوق کو بھی دخل تھا اور مشرقی ممالک کی زرخیزی سے فائدہ اٹھانے کی لالچ بھی شامل تھی اور یہ سمجھ بھی شامل تھی کہ ایسے علاقوں کو جہاں انسان رہتے ہوں جانوروں کا علاقہ سمجھ کر قبضہ میں نہیں لیا جاسکتا، بلکہ انسانوں کے علاقہ کو قبضہ میں لینے کے لئے وہاں کے باشندوں کے ذہنوں کو متاثر کرنے کی بھی ضرورت ہوتی ہے، لہٰذا مغربی سامراجی ممالک نے اس کا بھی پورا لحاظ رکھا اور لٹریچر اور ذرائع تعلیم کو بھی بنیاد بنایا اور یہی وہ پہلو ہے جس کا مداوا ہمارے مشرقی ممالک عرب ہوں یا عجم ابھی تک نہیں کر سکے اور اس کی وجہ سے سیاسی وعسکری غلامی کا تو خاتمہ بظاہر ہو گیا لیکن اثر ورعب اور اپنے مفاد کے لئے استعمال کرنے کا فائدہ مغربی ممالک کو اس طرح حاصل رہا جس طرح ظاہری غلامی کے دور میں حاصل تھا اس لئے کہ جانوروں کو تو ان کے جسموں پر قابو پا کر اپنے قبضہ میں لایا جاسکتا ہے اور فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے لیکن انسانوں کا معاملہ مختلف ہے، ان کے ذہنوں کو احساس برتری اور احساس کمتری کی بنیاد پر قابو میں لا کر ان پر قبضہ باقی رکھا جاسکتا ہے، اسی طرح آزادی کی

www.abulhasanalinadwi.org

تحریکیں جب شروع ہوئیں تو انہوں نے اثر ڈالا اور مغربی ممالک نے جب یہ دیکھا کہ آزاد ہونے کا شعور پوری طرح بیدار ہو رہا ہے اور اب ذہنی غلامی کے لئے تیار نہیں تو اس نے ان ملکوں کو اس شکل میں آزاد کر دیا کہ یہاں کے باشندوں کو وہ آزادی معلوم ہو اور وہ آزاد ملکوں کی طرح جمہوریت کے گڑیا گڈے کا کھیل کھیل سکیں، لیکن ان ملکوں میں سامراج نے تعلیم اور ذہن سازی کے ذرائع سے یہاں کے ذہنوں میں یورپ کے مقابلہ میں احساس کمتری اور ذہنی شکست خوردگی کی ایسی کیفیت پیدا کر دی کہ آزاد رہتے ہوئے بھی یہ عقلاً غلام رہے اور غلام چلے آرہے ہیں۔

مغربی سامراج نے مشرقی ممالک پر جب اپنی طاقت اور حکمت عملی سے قبضہ کیا تو ان سارے ملکوں میں مسلمانوں ہی کی حکومتیں تھیں اور وہ وقت تھا کہ ترکی کی حکومت ایک بڑی شہنشاہیت کی حیثیت رکھتی تھی اور اس کو حرمین شریفین کی تولیت حاصل ہونے کی وجہ سے ساری دنیا کی مسلمان حکومتوں کا سرتاج سمجھا جاتا تھا، وہ غیر معمولی طاقت تھی جس سے یورپ کی عیسائی حکومتیں صدیوں لڑتی رہیں اور ہمیشہ ان کو شکست ہوتی، یہ جنگیں صلیبی جنگوں کے نام سے جانی جاتیں ہیں، ترکی سے مسلسل شکست کھانے کی کڑواہٹ نے یورپ کی عیسائی طاقتوں میں انتقام کا جذبہ پیدا کر دیا اور میدانِ جنگ میں فتح نہ پانے سے مایوس ہو کر فکری یلغار کا میدان اختیار کیا اور اس کے لئے ذرائع ابلاغ اور تعلیم اور دشمن سے مقابلہ کرنے کے لئے سود مند حکمت عملی اختیار کرنے کا ذریعہ اپنایا اور مستشرقین یعنی مسلمانوں کے علوم پڑھ کر اس کو مسلمانوں میں ذہنی تبدیلی لانے کے لئے مواد کے طور پر اختیار کیا، یہ وہ دور تھا کہ جب مسلمان ممالک میں اپنی غیر معمولی علمی ترقی کا دور ختم ہونے کی وجہ سے تعلیم اور علم سے بہت زیادہ اشتغال کا دور باقی نہیں رہا تھا اور دوسری طرف یورپی ممالک نے عیسائی مذہب کی خاموش تبلیغ کا سلسلہ بھی شروع کر دیا اور ان مشرقی ممالک

www.abulhasanalinadwi.org

کے دورِ غلامی میں یہ احساس پیدا کر دیا کہ یورپ کا غلبہ علمی تفوق کی وجہ سے ہے، لہٰذا ان کی ترقی اور طاقت بھی اسی میں مضمر ہے کہ وہ یورپ کے فضلاء اور اہل علم سے فائدہ اٹھائیں اور ان سے کسب فیض کریں، اس ذہن نے مشرق کے شائقین علم و ترقی کو یورپ کے فضلاء کی رہنمائی حاصل کرنے کی طرف مائل کر دیا، چنانچہ دو ایک نسلوں کی مدت گزرنے پر عالم اسلام کا سارا پڑھا لکھا طبقہ یورپ سے مرعوب ہو چکا تھا اور ان کے فضلاء کو علم و ذہانت میں معیار و نمونہ سمجھنے لگا اور جو نصاب تعلیم وہاں بنایا گیا اس کو بسر و چشم قبول کر لیا گیا، افسوس کی بات ہے کہ مسلمان رہتے ہوئے بھی علم و ادب کی جو اسلامی قدریں ہیں ان سے مطابقت پیدا کرنے کی بھی فکر نہیں کی گئی، چنانچہ یورپ میں جاہلیت کے جو رنگ و ڈھنگ کے نظریات بنتے رہے وہ یہاں نمونہ کے طور پر اختیار کئے جاتے رہے۔

یورپ کے اکثر مستشرقین ایک طرف تو اسلامی علوم سے اپنے ذہن کے لحاظ سے واقفیت حاصل کر کے اور اس میں نقائص فرض کرنے اور ان کو مؤثر ڈھنگ سے پیش کرنے کا کام انجام دیا دوسری طرف عیسائیت کی تبلیغ و اشاعت کا جذبہ اپنے اندر چھپا رکھا اور اس کا اثر ڈالنے کی کوشش کرتے رہے، یہ صورت حال برابر قائم ہے اور پورے عالم اسلام کا دانشور طبقہ مغربی مفکرین کو ذہنی رہنما سمجھتا ہے اور اس کے غور و فکر اور عمل کا انداز مغربی مفکرین کا عطا کردہ انداز ہے، ذہنی شکست خوردگی کے نتیجہ میں ہماری اسلامی دنیا کے دانشوروں کو مغربی سامراج کے ان منصوبوں کا اندازہ بھی نہیں ہو پاتا جو کئی دہائیوں پہلے بنائے جاتے ہیں اور خوبصورت جمہوریت نواز غلافوں میں دکھا کر آہستہ آہستہ تکمیل کی منزل کو پہنچائے جاتے ہیں، ہمارے عالم اسلام میں گزشتہ دہائیوں کے اندر جو جنگیں اور ٹوٹ پھوٹ ہوئیں اگر گہرائی سے مطالعہ کیا جائے تو وہ کسی ایسے منصوبہ کا جز نظر آئیں گی جو کئی دہائیوں پہلے شروع کئے

www.abulhasanalinadwi.org

گئے، ان باتوں کی وجہ سے پورے عالم اسلام کا مستقبل بہت تاریک معلوم ہوتا ہے لیکن اللہ کی طرف سے اس امت کو ختم کر دیئے جانے کا فیصلہ نہیں ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ یہ امت پھر ابھرے گی اور اپنے عظیم مقصد کی طرف روادواں ہوگی اور شاید اسی سلسلہ کی بات ہے کہ مغربی طاقتوں کے لئے قدرت کی طرف سے کچھ ایسی غلطیاں مقدر کر دی گئی ہیں جن سے مغربی سامراجی مقاصد کی تکمیل میں رکاوٹ پڑے اور وہ اسلام اور مسلمانوں کے معاملہ میں کھلا ہوا ظلم اور تشدد ہے جس کو اب سب محسوس کرنے لگے ہیں اور اس کی وجہ سے مسلمانوں کے ذہنوں میں بیداری بڑھ گئی ہے اور مغربی طاقتوں کے سامنے احساس کمتری کے بجائے ناگواری اور ناپسندیدگی کی کیفیت عام ہو رہی ہے، یہ بہت فال نیک ہے، اسی طرح کے احساسات اور مطالعہ کی روشنی میں مذکورہ بالا معروضات کے لحاظ سے میں نے مختلف مواقع پر مضامین لکھے تھے جو کچھ تو وقتی صورت حال سے تعلق رکھتے ہیں اور کچھ مجموعی صورت حال سے تعلق رکھتے ہیں، وہ اردو کے مختلف پرچوں میں شائع ہوئے، زیادہ تر تعمیر حیات کے لئے لکھے گئے تھے، اس طریقہ سے وقت گزرنے پر نظروں سے اوجھل ہو گئے تھے، ہمارے بعض دوستوں نے یہ رائے دی کہ مرکزی موضوع کے لحاظ سے ان میں ربط ہے، لہٰذا وہ ایک مجموعہ کی شکل میں شائع کئے جا سکتے ہیں اور کسی خاص بات کے کتاب کی شکل میں آنے سے اس کو تادیر قائم رکھنے کا ذریعہ ہوتا ہے، میرے دوستوں نے خود ہی یہ کام اپنے ذمہ لے لیا، ان کی رائے کو مسترد کرنا میرے لئے مناسب نہ تھا، لہٰذا میرے مضامین کا یہ مجموعہ تیار ہوا، اس سلسلہ میں برادر مکرم مولانا نذر الحفیظ ندوی صاحب، عزیزی محمود حسن حسنی ندوی اور عزیزی محمد وثیق ندوی کا شکر گزار ہوں کہ ان لوگوں نے اس مجموعہ کی تیاری میں مختلف مراحل کو انجام دیا اور مولانا نذر الحفیظ ندوی نے بہت بیش قیمت مقدمہ تحریر کیا جو

www.abulhasanalinadwi.org

قارئین کے لئے فکر انگیز ثابت ہوگا اور میں ان سب دوستوں اور عزیزوں کا شکر گزار ہوں جن کا ان مضامین کو یکجا کرنے اور طباعت کے مرحلہ سے گزارنے میں کسی طرح بھی حصہ رہا، ان سب کے مخلصانہ جذبہ اور عمل کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر خیر حاصل ہو، اور یہ کوشش افادیت کی حامل اور کارآمد ثابت ہو۔ آمین

خاتون منزل گولہ گنج، لکھنؤ
۴ ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ
۱۳ مئی ۲۰۰۵ء

محمد رابع حسنی ندوی
ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ

www.abulhasanalinadwi.org

مُقدّمہ

پیش نظر کتاب حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کے ان مضامین کا مجموعہ ہے جو انھوں نے عالم اسلام خصوصاً عرب ملکوں کے مسائل و مشکلات اور امت مسلمہ کو درپیش خطرات اور چیلنجز اور مغربی ملکوں کی فکری یورش اور ان کی نسل کشی کی سازشوں کے بارے میں لکھے تھے، چونکہ بیشتر مضامین عرب ملکوں سے متعلق تھے اس لئے وہ عربی میں براہ راست لکھے گئے، پھر ان کا ترجمہ تعمیر حیات میں شائع ہوا۔ اب انھیں مجلس تحقیقات ونشریات اسلام کی طرف سے کتابی شکل میں شائع کیا جارہا ہے تاکہ برصغیر کے مسلمان خاص طور سے عالم اسلام اور عرب ملکوں کو درپیش خطرات سے اچھی طرح واقف ہوں اور ان کا دینی وملی شعور بیدار ہو کہ وہ بھی اس عالمگیر ملت کا جز ہیں۔

چونکہ یہ مضامین ایک دردمند دل کے قلم سے نکلے ہیں اور ان کا محرک بھی دینی جذبہ ہے اس لئے ایک ایک سطر سے درد وسوز اور عالم اسلام کے سیاسی قائدین کی بے دانشی بلکہ ضمیر فروشی اور ملت کی بے بسی و بے حسی پر خون کے آنسو بہتے نظر آتے ہیں، اِس وقت کے عالم اسلام کی تصویر کشی کا کام خون دل بہانے سے زیادہ مشکل ہے بلکہ ترجمانِ حقیقت شیخ سعدی کے الفاظ میں سقوط بغداد پر آسمان بھی اگر خون کے آنسو بہائے تو اس کو یہ حق ہے۔

آسماں راحق بود گر خوں ببارد برزمیں
برزوال ملک مستعصم امیر المومنیں

www.abulhasanalinadwi.org

مشہور مورخ ابن کثیر ایک سال تک متردد رہے کہ زوال بغداد پر کیسے قلم اٹھائیں، لیکن مؤرخین کو ایسے دشوار گزار بلکہ دل گداز سانحوں کے بارے میں بھی دل پر پتھر رکھ کر لکھنا پڑا، مگر اس دور میں قلم اٹھانا تو خونِ دل بہانے سے زیادہ مشکل اور خطرناک ہے، بڑے بڑے مورخین اور تجزیہ نگار کے لئے یہ سمجھنا انتہائی مشکل ہے کہ اس صورت حال کی توجیہ کیا کرے، جب استعماری طاقتوں کا قبضہ مسلم ملکوں پر تھا تب تو استعمار کو برا کہنا اور مسلمانوں کی مظلومیت کی داستان بیان کرنا آسان تھا، اب جب کہ برسوں سے یہ ممالک آزاد ہو گئے اور ان کی دینی سیاسی واقتصادی اور تہذیبی ترقی میں کوئی رکاوٹ نہیں رہی پھر ان کے پاس مادی وروحانی ترقی کے وہ سارے وسائل ہیں جو دشمنوں کے پاس نہیں اس کے باوجود بھی مسلم ممالک کیوں استعماری طاقتوں کی چیرہ دستی اور تہذیبی غلامی اور اعتقادی ارتداد کا شکار ہیں، یہ تمام مسلم ممالک آزاد ہیں اور مسلمان ہی حکمراں ہیں۔ لیکن وہ اپنے دشمنوں سے نبرد آزما ہونے کے بجائے برادر کشی میں اپنی تمام توانائیاں صرف کر رہے ہیں، ترکی کے کمال سے لے کر جمال تک اور صدام سے حسنی مبارک تک اور بورقیبہ سے لے کر زین العابدین بن علی تک کے جائزے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ استعماری طاقتوں نے مسلمان ملکوں پر اپنے وفادار ایجنٹوں کو مسلط کر دیا ہے، ہر روز نت نئی مشکلات سامنے آرہی ہیں، عالم اسلام کی آزادی پر نصف صدی گزرنے کے باوجود یہ سوال اپنی جگہ قائم ہے کہ اسلامی دنیا کا سب سے بڑا مسئلہ کیا ہے؟

اس دنیا کی چھ ارب آبادی میں ایک ارب چالیس کروڑ اکتیس لاکھ ۵۱ ہزار مسلمانوں کی آبادی ہے جو ۴۸ آزاد مسلم ممالک اور دیگر ملکوں میں پھیلی ہوئی ہے یہ عیسائیت کے پیروکاروں کے بعد دنیا کی دوسری بڑی اکثریت ہے، مسلمان ممالک میں شرح پیدائش ۳ فیصدی ہے جو دنیا میں سب سے زیادہ ہے بلکہ یورپ وامریکہ،

www.abulhasanalinadwi.org

روس، جاپان، اور اسرائیل میں شرح پیدائش گھٹ رہی ہے جو ان ملکوں کے لئے تشویش کا باعث ہے جب کہ مسلم آبادی تیزی سے بڑھ رہی ہے، اس کے علاوہ آپ رقبے کے لحاظ سے دیکھیں تو کرۂ ارض پر مسلمانوں کے پاس تین کروڑ اڑتالیس لاکھ انیس ہزار سات سو تے مربع کلومیٹر علاقہ ہے، جغرافیائی اعتبار سے دیکھیں تو دنیا کی عیسائی آبادی یورپ، امریکہ اور آسٹریلیا کے براعظموں تک محدود ہے، بدھ مت مشرق بعید میں مرکوز ہے لیکن مسلمان دنیا کے ساتوں براعظموں میں موجود ہیں۔

دنیا کی تمام بڑی آبی گزرگاہیں مسلم دنیا سے ہو کر گزرتی ہیں، دنیا کے مختلف ممالک کو ملانے والے تمام زمینی راستوں میں مسلم ممالک آتے ہیں، دنیا کے تمام بڑے فضائی راستے مسلم ممالک کے اوپر سے گزرتے ہیں، آپ یورپ سے امریکہ آنا چاہتے ہیں، مشرق بعید سے یورپ یا امریکہ جانا چاہتے ہیں تو آپ کو کسی نہ کسی مسلم ملک سے گزرنا پڑے گا۔

مادی وسائل کے حوالے سے دیکھیں تو دنیا کی ساری صنعتوں کو ایندھن چاہئے، دنیا کا سارا نظام بجلی کا محتاج ہے اور زیادہ تر بجلی تیل سے بنتی ہے، دنیا کا ستر فیصدی تیل مسلمانوں کے پاس ہے، دنیا کی ۶۵ فیصدی زرعی زمین مسلمانوں کے پاس ہے، دنیا کا بہترین نہری نظام مسلمانوں کے پاس ہے، دنیا کے سب سے بڑے سونے کے ذخائر مسلمانوں کے پاس ہیں اور تانبے، لوہے اور کوئلے کی سب سے بڑی کانیں مسلم ممالک کے پاس ہیں۔

اگر ہم تمام مسلم ممالک کی فوجی طاقت اور اس پر سالانہ فوجی اخراجات کا جائزہ لیں گے تو معلوم ہوگا کہ تمام مسلم ممالک کی کل فوج کی تعداد چھیاسٹھ لاکھ چھہتر ہزار پانچ سو ساٹھ بنتی ہے اور یہ ۴۸ ممالک ہر سال دفاع پر چھہتر ارب نوسو پچاس ملین ڈالر خرچ کرتے ہیں جو دنیا کے کل دفاعی بجٹ کا ایک چوتھائی حصہ ہے، دنیا میں

www.abulhasanalinadwi.org

ہر سال اسلحے خریدنے والوں میں مسلم ممالک پہلے نمبر پر ہیں۔

مثلاً سعودی عرب کو لیجئے جس کے پاس دو لاکھ بیالیس ہزار فوجی ہیں وہ ہر سال فوج پر اکیس ارب آٹھ سو چھہتر ملین ڈالر خرچ کرتا ہے، بالفاظ دیگر اس وقت مسلم ممالک کی کل فوج میں ۶۶ لاکھ چھہتر ہزار پانچ سو ساٹھ فوجی ہیں اور یہ ممالک مجموعی طور پر دفاع پر چھہتر ارب نو سو پچاس ملین ڈالر سالانہ خرچ کرتے ہیں، اس طرح مسلمان دنیا کی بہت بڑی فوجی طاقت ہیں۔

ایک دوسرے نقطۂ نظر سے بھی دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ اسلام اور دوسرے مذاہب میں ایک بڑا فرق ہے، وہ یہ کہ امریکی عیسائی، برطانوی عیسائی سے مختلف ہے، ایک جرمن، جرمن پہلے اور عیسائی بعد میں ہے، فرانسیسی عیسائی خود کو آسٹریلوی عیسائی سے افضل سمجھتا ہے، اس طرح چینی بدھ اور جاپانی، فلپائنی اور نیپالی بدھ میں بڑا فرق ہے۔ لیکن مسلمان افریقہ کا کالا ہو، فلسطین کا سرخ ہو، ہندوستان کا گندمی ہو یا البانیا کا سفید، سب سے پہلے وہ مسلمان ہے وہ پوری ملت کو اپنی ملت اور پوری مسلم دنیا کو اپنی دنیا سمجھتا ہے لہٰذا اس مساوات کے باعث ہم اڑتالیس مسلمان ممالک کی فوجوں کو پوری مسلم فوج کہیں گے اس کے مقابلے میں یورپ میں فرانس کی فوج فرانسیسی ہے اور برطانیہ کی فوج برطانوی فوج کہلائے گی وہ کبھی مل کر عیسائی فوج نہیں بن سکتی یہ ایک بنیادی اور بڑا فرق ہے، لیکن مسلم دنیا کا سب سے بڑا مسئلہ یہی ہے کہ وہ دنیا کے اتنے بڑے رقبے، وسائل اور آبادی رکھنے کے باوجود ایک نہیں ہے، دنیا کی سب سے بڑی فوج رکھنے کے باوجود مغلوب ہے۔

اس کے برعکس عیسائی اپنے مفادات میں ایک ہیں اور مسلمانوں کے خلاف سیسہ پلائی دیوار، وہ چاہتے ہیں تو کسی لمبی چوڑی فوج کشی کے بغیر انڈونیشیا سے مشرقی تیمور چھین لیتے ہیں لیکن ہم مسلمان اتنی بڑی فوج کے باوجود افغانستان بچا سکتے ہیں نہ

www.abulhasanalinadwi.org

عراق کی مدد کر سکتے ہیں۔ یہ کتنا بڑا المیہ ہے کہ ہم آزاد ہوتے ہوئے بھی غلام ہیں، مسلح افواج رکھنے کے باوجود نہتے ہیں، اس سے بڑھ کر اور کیا المیہ ہوگا کہ امریکہ افغانستان پر حملہ کرتا ہے تو اس کے جنگی طیارے ۲۲ مسلمان ریاستوں سے گزر کر کابل پہنچتے ہیں اسے دفاعی مدد ملتی ہے تو ۱۳ اسلامی ملکوں سے ملتی ہے، وہ عراق پر حملہ کرتا ہے تو اس کے طیارے پورے عالم اسلام کے اوپر سے گزر کر آتے ہیں اور امریکہ کو بحری اور بری ٹھکانے مہیا کرتے ہیں تو عرب ممالک کرتے ہیں اس کے ۲۶ فوجی اڈے تو صرف عرب ملکوں میں ہیں، اگر ہم متحد ہو کر امریکہ کو صرف دھمکی دیں کہ اگر تم نے عراق پر حملہ کیا تو اپنے کسی سمندر سے تمہارا کوئی بحری جہاز گزرنے نہیں دیں گے اور نہ اپنی فضاؤں سے تمہارے کسی مسافر بردار جہاز، اور اپنی کسی سڑک سے تمہاری کوئی گاڑی نہیں گزرنے دیں گے تو دنیا دو دن میں ہمارے قدموں میں گر جائے گی ہم جب غیرت دینی سے خالی حکام کی رہنمائی سے آزاد ہو کر پتھروں اور غلیلوں سے لڑتے ہیں تو بڑی طاقتوں کو دن میں تارے نظر آنے لگتے ہیں، چیچنیا، کشمیر، افغانستان اور عراق و فلسطین کے نہتے مجاہدین نے سپر پاور امریکہ وروس کو بھی کان پکڑنے پر مجبور کر دیا ہے اور اب وہ بڑی مکاری سے پرامن اور مہذب گفتگو کا سہارا لے رہے ہیں۔

مولانا نے اس کتاب میں سب سے پہلے مسلمان ملکوں کی سنگین صورت حال کا جائزہ لے کر بتایا ہے کہ امت اسلامیہ کا اصل ناسور کیا ہے، مغربی استعمار نے کس طرح فکری اور تہذیبی طور پر اسلامی معاشرہ کے شیرازہ کو بکھیر کر رکھ دیا ہے لیکن ہمارا المیہ یہ ہے کہ نصف صدی ہماری آزادی پر گزرنے کے باوجود ہم ابھی تک بیدار تو کیا ہوتے مغربی استعمار کے مسلط کئے ہوئے حکام کے شکنجے سے آزاد نہیں ہوئے، جاپان وچین اور ہندوستان نے پچاس سال کے عرصہ میں صنعت وسائنس کے میدان میں زبردست ترقی کی ہے، جاپان تو اپنی صنعتی ترقی کی وجہ سے خود سپر پاور امریکہ کو چیلنج دے رہا ہے لیکن ہم تمام

www.abulhasanalinadwi.org

وسائل کا خود اپنے ہی ملک کے باشندوں کے خلاف استعمال کر رہے ہیں، اس کے بنیادی اسباب کی نشاندہی کرتے ہوئے مصنف نے بتایا ہے کہ اصل میں مستشرقین نے عالم اسلام کو تباہ و برباد کرنے کا جو منصوبہ بنایا تھا اس کے سہارے استعماری طاقتیں کامیاب رہیں آج سے ایک صدی پہلے ان کا منصوبہ تھا کہ سب سے پہلے مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کر دیا جائے۔ وہ انھوں نے خلافت عثمانیہ کو ختم کر کے پورا کیا، پھر انھوں نے یہ طے کیا کہ مسلمانوں کو سائنسی، صنعتی میدانوں میں ترقی نہیں کرنے دیں گے تا کہ وہ ہمیشہ مغربی ملکوں کے دست نگر رہیں، اسرائیل کے خنجر کو عرب ملکوں کے قلب میں گاڑ کر ہمیشہ ان کی طاقت کو کمزور کرتے رہیں گے تیسری طرف صحیح آزادی سے ان کو محروم کر کے اپنے تیار کردہ حاکموں کو بطور ڈکٹیٹر ان پر مسلط کیا جائے گا دینی بنیادوں پر جماعتوں کے قیام کو روکا جائے گا، ان کے اندر انتشار و اختلاف کو ابھارا جائے گا، ان مقاصد کو استعماری طاقتوں نے کس طرح بروئے کار لانے کی کوشش کی اس کا اندازہ کمال سے جمال تک اور قذافی سے صدام تک کے ڈکٹیٹروں کی پھیلائی ہوئی تباہی سے ہوتا ہے، استعماری طاقتوں نے اگرچہ سیاسی آزادی مسلمان ملکوں کو دے دی لیکن ان کا مجرمانہ کردار نام نہاد مسلم حکمراں ادا کرتے رہے اس کے نتیجہ میں اسرائیل کا ناسور پیدا ہوا، ہم بیت المقدس سے محروم ہوئے گولان جیسے بہترین دفاعی قلعہ ہم نے دشمنوں کے حوالہ کر دیا بلکہ اب تو ہم نے اپنا دفاعی نظام بھی اس کے حوالے کر دیا ہے اس سے بھی بڑا المیہ یہ ہے کہ ہماری تعلیم و تربیت کا نظام جو ہمارا آخری محاذ تھا اس کو بھی ہم نے دشمنوں کے قبضے میں دے دیا ہے یہ سب باتیں اگر چہ دل شکن بلکہ ہمت شکن ہیں لیکن مصنف اسلامی تاریخ میں پیش آنے والے حوادث سے قرآن مجید کی روشنی میں یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ یہ کوئی نیا واقعہ نہیں ہے یہ تو ہوتا آیا ہے۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی

www.abulhasanalinadwi.org

اس تاریک صورت حال سے مصنف مایوس نہیں بلکہ پُر امید ہیں سب سے پہلے وہ اس جائزہ میں ترکی کی اسلامی بیداری پر روشنی ڈالتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ جس ملک کو استعماری طاقتوں نے مرد بیمار کہا تھا اور جس کو کمال نے ٹھکانے لگانے میں کوئی کسر نہیں رکھی تھی وہ پھر بیدار ہو رہا ہے اور یہ بیداری صرف ترکی تک نہیں پورے عالم اسلام تک پھیل گئی ہے یہ بات خوش کن ہے۔ دوسری طرف روس جیسے سپر پاور نے افغان مجاہدین کے ہاتھوں شکست کھائی لیکن اس کے ساتھ ہماری ذمہ داریاں اور تقاضے بھی ہیں، مغرب نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جو زبردست پروپیگنڈہ کر رکھا ہے اور مسلسل کر رہا ہے اس کے ازالہ کے لئے ہم کو کیا کرنا چاہئے مولانا نے چونکہ مشرق و مغرب کو بہت قریب سے دیکھا ہے اور وہاں کی سیاسی و دینی تحریکات سے ان کی واقفیت بڑی گہری ہے وہ خود ندوہ جیسی تحریک کے ذمہ دار اور ہندوستانی مسلمانوں کی معتبر تنظیم آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے سربراہ بھی ہیں، عالمِ عربی سے گھر کی طرح واقف ہیں اس لئے وہ اپنی بچی تلی رائے بھی رکھتے ہیں، ان کے نزدیک عالم اسلام کی قیادت کے لئے سیاست و قیادت کے امتزاج کی ضرورت ہے۔ مولانا قرآن مجید اور تاریخ کے مطالعہ سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ پچھلے پچاس برسوں میں امت اسلامی نے اپنی نفسیاتی اور انسانی طاقت کا ایک ایسا جز گنوایا ہے جو ان کے ماضی کی تاریخ کے تمام ادوار میں ان کے پاس محفوظ رہا تھا، ان کی طاقت کا یہی جز ان کی عظیم طاقت کی بنیاد اور کلید تھی جس کے ذریعہ وہ ہر باہری حملہ کا مقابلہ کرتی تھی اسی طاقت کی کارفرمائی تھی کہ مسلمان ایک امت اور عقیدہ کی بنا پر خارجی طاقت اور فوجی مشن کے مقابلہ میں کوہِ گراں ثابت ہوتے تھے اس لئے اسی گم شدہ طاقت کو پھر سامنے لانے کی ضرورت ہے۔ اور اس کے آثار پائے جاتے ہیں اور امت کی عروج و زوال کی تاریخ کے مطالعہ پر اس کی پوری توقع کی جانی چاہیے۔

www.abulhasanalinadwi.org

اس کتاب کی سب سے بڑی خوبی اعتدال وتوازن اور حقیقت پسندی اور ہر دور میں اسلام کی قیادت کی صلاحیت پر غیر متزلزل یقین ہے، اس کی بنیاد قرآن مجید، سیرت نبوی اور تاریخ کا گہرا مطالعہ ہے، اس میں عالم اسلام اور یورپ وامریکہ کے قریبی مشاہدہ کو بھی بڑا دخل ہے ان کو یہ موقع مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کی معیت میں ملا، اس کتاب میں سیرت کے گہرے مطالعہ کا عکس ہر ہر سطر میں ملے گا اسی لئے امت مسلمہ کے ہر قضیہ کو انہوں نے دینی واخلاقی نقطۂ نظر سے دیکھا ہے اور اسی کسوٹی پر حوادث کو پرکھنے کی کوشش کی ہے، انسانی دنیا میں صرف مسلمان ہی وہ امت ہے جس کے دین کی خصوصیت احتساب کائنات اور سیادت وقیادت ہے، جب بھی مسلمان اس منصب سے ہٹے تو پوری انسانیت کے لئے خطرہ پیدا ہوگیا۔ اوران کو برابر یہ سمجھنا چاہیے کہ یہ ذمہ داری ان کو انجام دینی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مدد کی پوری امید رکھنی چاہئے۔

۱۱ر ستمبر کے بعد پوری دنیا میں جس طرح اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرنے کے ساتھ مختلف طریقوں سے ان کی معنوی قوت کو کمزور کرنے اور ان کی ہمتوں کو توڑنے کی سرتوڑ کوشش کی جارہی ہے تاکہ مسلمان اپنے دین ومذہب سے مایوس ومتنفر ہوجائیں اور جو غیر مسلم دین اسلام کو قبول کررہے ہیں ان کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کی جائیں، اس کتاب کے مطالعہ سے انشاء اللہ یہ مایوسی دور ہوگی اور نہ صرف مسلمانوں بلکہ پوری انسانیت کے لئے مستقبل درخشاں اور تاباں نظر آئے گا۔ امید ہے یہ کتاب بیاباں کی شب تاریک میں قندیل رہبانی کا کام دے گی۔

نذر الحفیظ ندوی

ندوۃ العلماء، لکھنؤ

۱۸ر اپریل ۲۰۰۵ء

www.abulhasanalinadwi.org

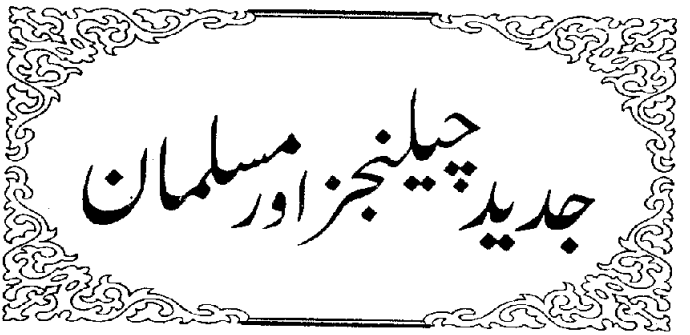

www.abulhasanalinadwi.org

یورپ کا توسیع پسندانہ اور سامراجی رویہ

مسلمانوں کی عہد اول کی تاریخ بڑی شاندار رہی ہے انھوں نے نہ صرف یہ کہ مشرقی ایشیا سے مغربی افریقہ اور یورپ کے مغربی علاقہ اسپین تک اپنی طاقت اور سربراہی کا لوہا منوایا بلکہ علمی میدان میں اور تہذیب واخلاق کی خوبی میں شاندار کارنامے انجام دیئے اور علم وتمدن کا وہ معیار قائم کیا جو اس وقت اور اس کے بعد زمانہ کے لئے روشنی کا مینار بنا یہ وہ وقت تھا جب یورپ کی قومیں علم وتمدن کے لحاظ سے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں تھیں انھوں نے مسلمانوں کے علم وترقی کو دیکھا اور کئی صدی بعد اس سے فیض اٹھانا شروع کیا اور بتدریج ترقی کے راستے پر گامزن ہوئیں، مسلمان قومیں علم وثقافت وتمدن اور اعلی انسانی قدروں کے ساتھ صدیوں تک علمی ترقی اور سلطنت واقتدار کے میدان میں نمایاں رہیں اور اقوام عالم کے درمیان ان کو قائدانہ اور معلمانہ مقام حاصل رہا۔ اور اسپین کا اسلامی ملک اندلس تو یورپ کے ملکوں کے بالکل قریب ہی تھا لہٰذا وہ یورپ کے حلقوں کے لیے قابل تقلید نمونہ بنا، اور یورپ کے ممالک جو عیسائیت کو اختیار کئے ہوئے تھے اور علمی وتمدنی لحاظ سے بہت پسماندہ زندگی کے حالات سے گزر رہے تھے بالآخر عالم اسلام کی علمی ترقیات وخصوصیات سے فائدہ اٹھانے کی طرف متوجہ ہوئے، اور اندلس کی درس گاہوں سے باقاعدہ استفادہ علمی کیا،

www.abulhasanalinadwi.org

اور اس کے نتیجہ میں ان کی آنے والی نسلوں میں بتدریج علم سے دلچسپی بڑھتی گئی، اور نتیجۃً وہ علم وتمدن کی راہ پر امتیازی حیثیت سے گامزن ہوگئے اور اسی کے ساتھ مسلمان ملکوں میں چھ سات سو سال عروج میں رہنے کے بعد زوال کا سلسلہ شروع ہوا، چنانچہ ایک طرف یورپ علم وتمدن کی دل چسپی میں آگے بڑھتا گیا اور دوسری طرف مسلمان ممالک بے توجہی اور غفلت میں مبتلا ہوتے گئے، جس کے نتیجہ میں دونوں کے درمیان تقریباً دو صدی کی ترقی وتنزلی کے نتیجہ میں جو تقریباً پندرہویں صدی سے سولہویں صدی عیسوی تک پیش آئی، پورا عالم اسلام زوال وانحطاط اور مغربی دنیا ترقی اور کامیابی میں اہمیت کے مقام پر پہنچ گئی، اور سترہویں سے انیسویں صدی کے درمیان تقریباً سارے مسلمان ممالک یورپ کی طاقتوں کے زیر نگوں آگئے۔ سیاسی اور عسکری طور پر زیر نگوں آجانا تو ایسی خاص بات نہ ہوتی کیونکہ طاقت کے ٹکراؤ میں نشیب وفراز آتے ہی ہیں، لیکن خسارہ اور فکر کی بات یہ ہوئی کہ طاقت کے اسباب کی طرف توجہ کرنے اور علمی ترقی اور تمدن کے وسائل کے اختیار کرنے کے معاملہ میں مشرقی قوموں اور مغربی قوموں کے درمیان بڑا فاصلہ پیدا ہوگیا، ساری مشرقی اقوام شکست خوردہ اور پسماندہ ہوگئیں اور یورپین قوموں کی غلام بن گئیں اور غلامی بھی ایسی کہ اس میں غالب قوموں کی طرف سے ان مغلوب قوموں کو انسانی رواداری اور ہمدردی اور حق پسندی سے بھی محروم کردیا گیا، یہ ظالمانہ سامراج اور استعماری رویہ تھا، اس میں سمندر پار سے آئی ہوئی طاقتیں ان مشرقی ملکوں کے اصلی باشندوں کے ساتھ زرخرید غلام جیسا سلوک کرتی رہیں اور ان کے ممالک کو اپنی ذاتی جائداد کے طور پر استعمال کرتی رہیں۔ اس جبر وحق تلفی نے بالآخر مشرقی اقوام میں مظلومیت کا احساس پیدا کیا جو بیداری کی طرف لے گیا، اور آزادی کی تحریکیں چلیں جو بتدریج اثر انداز ہوئیں اور آہستہ آہستہ ایسی فضا بنتی گئی کہ بیسویں صدی کی وسط تک مغربی سامراج کو مشرقی ملکوں

www.abulhasanalinadwi.org

کی حکومت سے دست کش ہونا پڑا اور یہ مشرقی قومیں براہ راست غلامی سے آزاد ہو گئیں، لیکن مغربی ممالک کے حکمرانوں کو چونکہ اپنے ملکوں کے اصحاب اقتدار کی سرپرستی کے ساتھ اپنے یہاں کے دانشوروں کا تعاون بھی حاصل تھا، لہٰذا حکومتی سطح پر مشرقی ملکوں کو آزادی ملنے پر بھی ثقافتی اور علمی سطح پر مغربی ممالک کا اثر ورسوخ مشرقی ملکوں میں برابر قائم رہا چنانچہ اس کے ذریعہ مغربی ممالک مشرقی ممالک میں فکری اور علمی لحاظ سے اپنا اقتدار باقی رکھنے میں کامیاب رہے اور اس کے اثر سے مشرقی ممالک کو ذہنی اور سیاسی بلکہ اقتصادی لحاظ سے بھی اپنے زیر اثر رکھتے رہے۔

مغربی ممالک کا حکومتی اقتدار مشرقی ممالک سے جانے کے بعد مغربی ممالک کی طرف سے سیاسی حکمتِ عملی ایسی ہوشیاری کی رہی کہ مشرقی ممالک کے سادہ لوح لوگ اس کو بروقت سمجھنے سے قاصر رہتے رہے، اور مغربی استعمار اپنی دوررس منصوبہ بندی سے اپنے مقاصد حاصل کرتا رہا اور یہ سلسلہ بدستور قائم ہے اور مشرقی ممالک میں مغربی حکمت عملیوں کی تابعداری جاری ہے۔

بلادِ عربیہ کے متعدد ملکوں پر اور ہندوستان کے مختلف علاقوں پر برطانیہ نے جب اقتدار حاصل کیا تھا تو اس نے آپس میں لڑاؤ اور حکومت کرو کی حکمتِ عملی اختیار کی تھی اور اس کے لئے یہاں کے مختلف حکمرانوں کے مابین کشمکش بڑھانے اور ایک دوسرے کی کشمکش میں کسی ایک کی دوسرے کے خلاف مدد دینے کا طریقہ اختیار کیا، اس طریقہ سے اپنے کو بالادستی اور اقتدار تک پہنچایا اثر ورسوخ کو بڑھایا۔ حالانکہ انگریز یہاں ایک تجارتی کمپنی کی حیثیت سے آئے تھے، لیکن انھوں نے حفاظتی عملہ کے نام سے اپنی فوجی طاقت بنائی، یہاں کے حکمرانوں میں ایک مذہب اور ایک قوم ہونے کے باوجود آپسی اختلافات کی صورت میں ایک دوسرے کے خلاف غیروں سے مدد لینے کی کمزوری پیدا ہو چکی تھی اسی کمزوری نے ایک کو شکست

www.abulhasanalinadwi.org

دوسرے کو فتح تو دلایا لیکن فتح پانے والا بھی اپنی مدد کرنے والی طاقت کا دستِ نگر ہو کر غلامی کی ذلت قبول کرنے پر مجبور ہوا۔

حقیقت یہ ہے کہ دشمن جب دوست کے لباس میں سامنے آتا ہے تو اس کے اظہار دوستی اور تعاون کی حقیقت جاننے میں سمجھداری کا بڑا امتحان ہوتا ہے، اس سمجھداری میں کوتاہی بُرا انجام لاتی ہے۔ چنانچہ اندلس سے مسلمانوں کا اخراج اسی کمزوری کے نتیجہ میں ہوا اور ہندوستان جیسے وسیع رقبہ اور آبادی والے بڑے ملک کو آبادی اور رقبہ کے لحاظ سے اپنے سے آٹھ گنا چھوٹے اور سات سمندر پار ملک سے آئے ہوئے حریف کے سامنے ذلت کے ساتھ ماتحتی قبول کرنی پڑی اور اس ماتحتی میں یہ بڑا ملک دوسو سال بے بضاعتی اور بے کسی کے عالم میں رہا، اس کا آج آزادی کے زمانہ میں پورا اندازہ نہیں کیا جا سکتا کہ برطانی سامراج کے زمانہ میں ملک کی آبادی کو کیا کیا مصیبتیں جھیلنی پڑیں، برطانیہ کے سامنے غلامی میں رہنے کے دور میں آزادی سے کچھ قبل جب کہ ملک کی آبادی آج کے مقابلہ میں ایک چوتھائی تھی۔ ملک کے باشندوں کو غذا اور سامان زندگی کے حصول میں اتنی کمی کا سامنا کرنا پڑا تھا کہ بنگال کے صوبہ میں ہولناک قحط نے بیشمار آدمیوں کو بھوک سے ختم کر دیا اور پورے ملک میں عرصہ تک کھانے اور زندگی کی دوسری اشیاء کی برابر کمی پیش آتی رہی حتی کہ غلہ، کپڑا اور ضرورت کا سامان راشن کارڈ اور کنٹرول سے لینے کے لئے لائنیں لگانی پڑتی تھیں۔ اور آج اسی ملک میں آبادی چوگنی ہو جانے کے بعد بھی ضرورت کی اشیاء فراوانی کے ساتھ حاصل ہوتی ہیں۔ یہ اس لئے ہے کہ ملک کے باشندے خود ہی منتظم و اہل کار ہیں باہر کی طاقت کے رحم و کرم پر نہیں ہیں، لیکن یہ ملکی رہنما اگر صرف اپنے ملک اور ملک کے باشندوں کے مفاد ہی کو پیش نظر رکھیں تب ملک کو فائدہ پہنچے گا اور اگر ذاتی مفادات یا صرف فرقہ وارانہ فائدوں کی فکر تک

www.abulhasanalinadwi.org

محدود رہیں گے تو ملک کو نقصان پہنچے گا۔

مغربی سامراج کا اس ملک پر قبضہ کے زمانہ میں ملک کی آبادی کو کیا کیا جھیلنا پڑا، ملک کے باشندوں کی طرف سے ۱۸۵۷ء میں آزادی کی کوشش کی گئی تھی۔ جس میں کامیابی حاصل نہیں ہوسکی اس کی سزا میں لوگوں کو خطا کار اور بے خطا کے فرق کے بغیر بے دریغ قتل کیا گیا، یہ استعماری طاقتوں کے کردار کی ایک مثال ہے، اسی نمونہ پر شمالی افریقہ کے مسلمان ممالک میں فرانس اور بعض حصوں میں اٹلی نے جابرانہ سامراجی طریقے اختیار کئے۔ جس کے نتیجہ میں وہاں کے کئی کئی لاکھ باشندے اس جابرانہ رویہ کی نذر ہو گئے، دنیا میں علی العموم فاتح مفتوح کے ساتھ جابرانہ رویہ اختیار کرتا ہے۔ خاص طور پر جب اس کے سامنے خدا اور آخرت کا تصور رکاوٹ نہ بنے، خدا کا خوف اور آخرت کا صحیح تصور ہو تو انسان انسان کے ساتھ محبت اور خیر خواہی کا ثبوت دیتا ہے، چنانچہ مسلمان حکمرانوں میں بے شمار ایسے افراد گزرے ہیں جن میں خوف خدا اور آخرت کی سزا و جزا کا خیال تھا، لہٰذا انھوں نے اپنے ماتحت قوموں کے ساتھ انصاف اور ہمدردی کا رویہ اختیار کیا، اور یہ نہ ہو تو پھر فاتح کا مفتوح پر ظلم کرنا کوئی نئی بات نہیں ہوتی، چنانچہ یوروپی استعماری طاقتوں نے اپنی مفتوح قوموں کو زندگی کے مختلف محاذوں پر ان کے حقوق سے محروم کرنے کا جابرانہ رویہ اختیار کیا، جس کی واضح مثالیں سیاسی میدان میں، مذہبی میدان میں اور ثقافتی میدان میں کھلے طریقہ سے نظر آتی ہیں، مزید یہ کہ اس کام کے لئے انہوں نے منصوبہ بند کوششیں کیں۔ یہ منصوبے عام طور پر بڑی ذہانت سے بنائے جاتے رہے کہ جن کا عام طور پر ان مصیبت زدہ لوگوں کو واقعات کے پیش آجانے ہی پر پتہ چلا۔

برطانیہ نے شام و فلسطین پر اپنے قبضہ کے دوران یہودیوں سے فلسطین میں ان کی آبادی کو قائم کرنے اور اس پر قبضہ دلانے کا وعدہ گزشتہ صدی کے شروع

www.abulhasanalinadwi.org

دور ہی میں کر لیا تھا، پھر اس کی تدبیر خاموش طریقہ سے اختیار کی، ان کی بستیاں بسانے میں مدد دی، پھر ان کو فوجی طاقت کی صلاحیت پیدا کرنے میں مدد دی جس کے نتیجہ میں عربوں سے اقتدار چھیننے کا ان کو موقع فراہم کیا اور عرب ملکوں پر جو برطانیہ کے ماتحت رہ چکے تھے جنگ روک دینے پر اصرار کیا جبکہ عرب اپنے ملک فلسطین میں اپنا اقتدار واپس لینے کے قریب پہنچ گئے تھے، پھر مزید کارروائیاں امریکہ کے تعاون سے اختیار کیں اور بتدریج فلسطین میں ان کی حکومت وسیع اور مضبوط کر دی۔ اسی کے ساتھ عرب و مسلمان ملکوں میں برسرِ اقتدار ایسے لوگ لائے گئے جو وہاں کے باشندوں کے ساتھ جمہوری قدروں سے ہٹ کر جابرانہ انداز میں معاملہ کرتے رہے اور سامراجی طاقتوں کی مصلحتوں کو فائدہ پہنچانے کا ذریعہ بنے۔

برطانیہ و فرانس نے اپنے زیرِ اقتدار علاقوں سے نکلنے کے بعد استعماری منصوبہ بندی اور استبدادی کاموں کی باگ ڈور دنیا کی بڑی طاقت امریکہ کے سپرد کر دی، چنانچہ گزشتہ صدیوں میں جو طرزِ عمل برطانیہ اور فرانس کا تھا اس کو جمہوری عنوانات سے امریکہ انجام دینے لگا۔ جس کے اثر سے مشرقی قوموں کی زندگی کے مختلف پہلو اس کے استعماری منصوبوں کے شکار ہونے لگے، اس کی منصوبہ بندی اس طرح کی جاتی رہی کہ اس کا اثر اقتصادیات پر کنٹرول کرنے کی صورت میں اور ملک کی سیاسی پوزیشن کو متاثر کرنے کے نتیجہ کے طور پر ظاہر ہو، اسی کے ساتھ ساتھ عیسائی مذہب کی ترویج کے لئے بھی مؤثر ذرائع اختیار کرنے کا سلسلہ بھی ہے اس کے ساتھ لٹریچر اور میڈیا کے ذریعہ بے باک بے خدا ثقافت کی ترویج بھی کی جاتی ہے اور سامراجی اثر ورسوخ قائم ہونے میں کہیں رکاوٹ پیدا ہو تو کسی بہانے سے عسکری طاقت کو کام میں لانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ افغانستان میں جو کارروائیاں کی گئیں اور عراق میں جو کی جا رہی ہیں ان کے پیچھے بڑی حد تک

www.abulhasanalinadwi.org

اقتصادی نفع اندوزی اور سیاسی رجحان پر تصرف کا حق حاصل کرنے کی تدبیریں دیکھی جاسکتی ہیں، مشرقی ممالک میں ذرائع ابلاغ کے وسائل کو ذہن سازی کے لئے جس طرح استعمال کیا جارہا ہے ان کے پیچھے مذہب اور اخلاق کو مغربی ملحدانہ اہل فکر کی مرضی و پسند کے مطابق ڈھالنے کا منصوبہ صاف دیکھا جاسکتا ہے۔

گزشتہ صدی کے آغاز تک ساری عرب دنیا اور ترکی کا ملک ایک وسیع سلطنت کی صورت میں تھے، یہ مسلمانوں کے لئے ایک بڑے زبردست ملک کی حیثیت رکھتا تھا، گزشتہ صدی کے آغاز کے بعد برطانوی مشیروں نے عربوں کا شیرازہ بکھیرنے کے لئے عربوں کو قومیت کا نعرہ دے کر ترکی کے خلاف ورغلایا، جس کے نتیجہ میں تحریک چلی اور عرب ملک ترکی حکومت سے الگ ہوکر چھوٹی چھوٹی حکومتوں میں بٹ گئے اور بتدریج برطانیہ وفرانس کے اقتدار اور سرپرستی میں چلے گئے اور اس طرح مسلمانوں کا یہ ملک جو ایک زبردست طاقت تھا ۲۰-۲۲ چھوٹے چھوٹے ملکوں میں تبدیل ہوگیا۔ دوسری طرف ترکوں کو عربوں کے اس رویہ کے خلاف نفرت دلاکر اسلام کی تعلیمات سے برگشتہ کرنے کی کوشش کی، اور مصطفیٰ کمال کے ذریعہ اسلام کے شعائر کو ممنوع قرار دلوایا، بحرحال آج مشرق وسطی میں جو سیاسی اور حکومتی انتشار اور آپسی ٹکراؤ ہے اگر غائر نظر سے دیکھا جائے تو پتہ چلے گا کہ یہ سب برطانیہ کی ذہن سازی اور ترکیب کا نتیجہ ہے۔

فرانس نے مراکش، الجزائر اور تیونس پر اپنے قبضہ کے دوران عربی زبان سے ان کو محروم کرنے اور فرانسیسی زبان کو ان ملکوں کی وطنی زبان بنانے کی تدابیر اختیار کیں، علماء نے مقابلہ کیا اور بالآخر پندرہ بیس لاکھ افراد کی جانوں کی قربانی لینے کے بعد فرانس نے ان علاقوں کو چھوڑا، لیکن الگ الگ کرکے، اور اپنی تعلیمی تدابیر سے ان کے باشندوں کا ذہن یورپ زدہ بنانے کے ساتھ چھوڑا، جس کے اثرات

www.abulhasanalinadwi.org

وہاں کے جدید تعلیم یافتہ طبقہ اور حکمرانوں میں دیکھے جاسکتے ہیں۔

مشرقی ایشیا میں ہالینڈ نے بھی سامراجی پالیسی کے تحت انڈونیشیا پر اقتدار قائم کیا اور بڑی مشکل سے ملک کو چھوڑا لیکن اپنے ثقافتی اثرات سے وہاں عیسائیت کو فروغ دینے کی کوشش کی جس کی سرپرستی امریکہ و دیگر مغربی ممالک ملک کے آزاد ہوجانے کے بعد بھی کررہے ہیں اور عیسائیت کو مسلط کرنے کی برابر انتھک کوشش جاری ہے۔

یورپ کے ملکوں کی طاقت کمزور ہوجانے کے بعد ان کاموں کے لئے امریکہ نے ان کی جگہ سنبھال لی، اس نے جاپان کو قابو میں کرنے کے لئے اس کے آباد شہروں ہیروشیما اور ناگاساکی پر ایٹم بم گرائے جس سے لاکھوں افراد ہلاک اور معذور ہوئے، پھر ویت نام میں اپنا اثر قائم کرنے میں ہزاروں ہزار انسانوں کی جانیں لیں، اور اب کچھ عرصہ سے افغانستان اور عراق پر قبضہ جمایا، جس کے دوران کتنے بے گناہوں کو جیل اور سزا کی اذیتوں سے گزرنا پڑا اور اب بھی گزر رہے ہیں، اور اب شام و ایران کے بھی ان کے زد میں آنے کے امکانات ہوگئے ہیں۔ اور ان سب نے مشرقی ملکوں میں جس تہذیب وتمدن کا پرچار کیا جو ان کی سرپرستی میں برابر جاری ہے، اس میں تمام اسلامی اور مشرقی قدروں کو ہولناک چیلنجوں کا سامنا ہے، اخلاقیات کا پورا ڈھانچہ بدلا جارہا ہے۔

خود امریکہ و یورپ کے اخلاقی آزادی اور حیاسوز بیباکی کے جو واقعات ان کے تمدن و معاشرہ میں پیش آرہے ہیں جن کو وہ رضامندی کے ساتھ ہونے پر کچھ عیب کی بات نہیں سمجھتے وہ ایسے غیر معمولی ہیں کہ بعض تو جانوروں میں بھی پیش نہیں آتے، اس آزادی و بے باکی کے نتیجہ میں لاکھوں بچے ایسے پیدا ہورہے ہیں جن کے باپ کا پتہ نہیں چلتا صرف ماں تک ان کا تعلق ثابت ہوتا ہے اور مرد و عورت کی

www.abulhasanalinadwi.org

شادی کو زحمت سمجھ کر دل خوش کرنے کے دوسرے ذرائع اختیار کرنا بھی عام ہوتا جارہا ہے، اس کے لئے میڈیا کے ذرائع اور قانون ہمت افزائی کا فریضہ انجام دے رہے ہیں، اور یہی صورت حال مغربی ملکوں کی طرف سے ان کے سامراجی ذرائع سے مشرقی ممالک کے ساتھ ہمدردی اور خیر خواہی کے نام سے اختیار کی جارہی ہے۔

افسوس یہ ہے کہ ان حالات کو مشرقی قوموں کے دانشور ابھی زیادہ توجہ کے قابل نہیں سمجھ رہے ہیں، ان میں عمومی ذہن کے اعتبار سے حالات کے بارے میں زیادہ خطرہ کی بات نہیں سمجھی جاتی ہے، اچھا گمان ہی پایا جاتا ہے، حالانکہ اس طرح کے کاموں کے لئے جو منصوبے استعماری طاقتیں استعمال کرتی ہیں ان کا انتظام بعض وقت کئی دہائی پہلے شروع ہوا ہوتا ہے اور جب نتائج تک نوبت پہنچتی ہے تب لوگوں کو کچھ توجہ ہوتی ہے، اور اس وقت تک ان کے تدارک کا موقع ہاتھ سے تقریباً نکل چکا ہوتا ہے اور صرف افسوس کیا جاسکتا ہے۔

ان حالات کی صورت میں مشرقی ممالک کی سیاسی، ثقافتی اور اخلاقی زندگی پر جو اثرات پڑ رہے ہیں اور جو خود ان کی کتابوں اور رسالوں میں آرہے ہیں ان سے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں اور وہی اثرات ذرائع ابلاغ کے ذریعہ مشرقی ممالک کے پڑھے لکھے لوگوں میں پیدا کئے جارہے ہیں اور اسی طرح مشرقی ممالک کے جو معدنی ذخائر یا اقتصادی ذرائع ہیں مغربی طاقتوں کی طرف سے ان سے نیم مالکانہ فائدہ اٹھانے کی تدابیر کی جارہی ہیں یہ ایسا ہے کہ اس کو ایک طرح سے پوشیدہ غلامی کا بھی نام دیا جاسکتا ہے۔

ضرورت ہے کہ ہم خوبصورت اصطلاحات اور پسندیدہ الفاظ اور دلکش انداز بیان سے ہی حقیقت کو سمجھنے میں مدد نہ لیں، بلکہ ماضی اور حال کے واقعات کی حقیقتوں کے گہرے مطالعہ کے ذریعہ غالب قوموں اور بااثر طاقتوں کے عزائم کو سمجھنے

www.abulhasanalinadwi.org

کی کوشش کریں، اور ان عزائم کے تحت جو منصوبے ہو سکتے ہیں ان کو شروع ہی میں سمجھنے کی کوشش کریں تا کہ ان کے عمل میں آجانے اور نتائج ظاہر ہونے سے پہلے ان کا تدارک کریں، اور اگر تدارک نہ کر سکیں تو کم از کم ان سے آگاہ ہو سکیں اور دوست اور دشمن میں فرق سمجھ سکیں۔ خاص طور پر دشمن اگر دوستی اور ہمدردی کے انداز اور اظہار کو اپنا طریقۂ کار بنا رہا ہو۔

ہماری مشرقی دنیا میں گزشتہ تین صدیوں کے اندر مغربی استعمار اور اس کے استحصالی مقاصد سے جس طرح سابقہ پڑا ہے وہ بڑا دردناک ہے اور مغربی ذرائع ابلاغ کے تصرف اور اثر و رسوخ کی وجہ سے مغرب کے استحصالی رویہ کو سمجھنے میں بڑی کوتاہی ہو رہی ہے۔ اور اب استعماری و استحصالی رویہ اتنا مخفی بھی نہیں رہا کہ جس کے سمجھنے میں دشواری ہو۔ مگر افسوس یہ کہ ہم ابھی اپنے محدود مسلکی اور ذاتی و شخصی مصلحتوں کے ٹکراؤ سے ہی پوری طرح نہیں نکل سکے ہیں اور اپنی طاقت اور دانشوری کا میدان علی العموم ان ہی ذاتی و شخصی مقاصد کو ہی بنائے ہوئے ہیں۔

ضرورت ہے ہم اُن دانشوروں کے مضامین اور کتابوں کا مطالعہ کریں جنہوں نے مغرب کے اس رویہ کا گہرا مطالعہ کر کے اس کے مضر پہلو اور اس کے مؤثر نتائج کی نشاندہی کی ہے اور اب اس سلسلے کا لٹریچر اچھا خاصا تیار ہو چکا ہے اور مغربی ممالک میں آنے جانے والے یا وہاں کچھ وقت گزارنے والے حضرات ایک تعداد میں یہ مفید کام انجام دے رہے ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

اکیسویں صدی اور مسلمان

گزشتہ کئی صدیاں مسلمانانِ عالم کے حق میں سیاسی و معاشی لحاظ سے سخت حالات کی صدیاں رہی ہیں، ان میں مشرقی قوموں اور خاص طور پر مسلمانوں کو ایک طرح سے بے چارگی، مظلومیت اور مصائب کے حالات سے گزرنا پڑا، ان ہی حالات میں گزشتہ صدی کا آغاز ہوا جس میں مسلم ملکوں کو یا جہاں مسلم حکومتیں رہی ہیں جیسے برصغیر ہندوستان کے علاقے، ان کے لیے تو یہ دور آزمائشوں اور سامراجی طاقتوں کے ظلم و جور کو جھیلنے اور کسی حد تک مقابلہ کرنے میں گزرا اور برصغیر میں حالات کا سخت حصہ گزشتہ صدی سے قبل کی صدی میں سامراج سے گلوخلاصی کی انقلابی کوشش کی ناکامی سے شروع ہوا، جس میں کئی کئی ہزار علماء کو پھانسی پر چڑھایا گیا اور ان کی جائیدادوں کو ضبط کیا گیا اور تمام عالی ہمت افراد کو ختم کرنے کی کوشش کی گئی، ظلم و جبر اور ہمت شکنی کا یہ سلسلہ تقریباً نو دہائیوں تک جاری رہا، جس میں اصلاً ان کو انقلابی کوشش یعنی حصول آزادی کی کوشش کی بھرپور سزا دی جاتی رہی اور تقریباً یہی وہ عہد تھا جس میں دوسری طرف سامراجی ملکوں میں علم و تمدن، ترقی پر ترقی کر رہا تھا، اور ان کے اصحاب اپنے وسائل زندگی اور سیاسی اور اقتصادی تفوق کی بنیاد پر مشرقی ممالک کی قوموں کا پورا استحصال بھی کر رہے تھے۔

یہ سلسلہ مشرق میں ملیشیا و انڈونیشیا سے لے کر مغرب میں مراکش تک

www.abulhasanalinadwi.org

پھیلا ہوا تھا، چنانچہ ان ممالک میں سامراج گرفتہ قوموں میں سے جو قومیں سر اٹھا سکتی تھیں ان کو ان کے آقاؤں کی طرف سے کچلنے اور آخری حد تک کمزور بنانے کی تدبیریں کی جارہی تھیں اور ترکی جو مسلمانوں کے لیے گزشتہ کئی صدیوں سے طاقت وعظمت کی علامت بنا ہوا تھا، سیاسی اور اقتصادی بے عملی اور اسبابِ برتری میں کمزوری کا شکار ہورہا تھا اور اپنی دشمن طاقتوں سے مات کھا رہا تھا، بالآخر گزشتہ صدی صرف ربع گزری تھی کہ اس کی عظمت پارہ پارہ ہوگئی اور وہ مغربی طاقتوں کا دست نگر بن گیا۔ اس طرح پورے عالم اسلام میں شکست خوردگی اور مایوسی کی کیفیت عام ہوگئی اور سب سے بڑا نقصان یہ ہوا کہ مغربی اقتدار کا لایا ہوا نظام تعلیم اپنی پس ماندہ محکوم قوموں کو علم وہنر کے چشموں سے سیراب کرنے کے بہانے اپنے بنائے ہوئے نئے سانچے میں مشرقی فرزندان قوم کے دماغوں کو ڈھالنے لگا، اور اس نظام تعلیم کی راہ سے بننے والے اکثر افراد مغرب کے پورے تابعدار بننے لگے اور اس طریقہ سے پورے مشرق میں جسمانی غلامی کے ساتھ ذہنی غلامی بھی عام ہوگئی، ایسی صورت میں مشرقی ملکوں کا مستقبل بہت مبہم اور اس میں روشنی کی کرن مفقود نظر آنے لگی تھی، لیکن اس احساس مظلومیت وشکست خوردگی اور اپنے شاندار ماضی کی یاد نے امت مسلمہ کے فرزندوں کی ایک تعداد کو جن کے سرخیل علماء دین تھے شمالی افریقہ کے ممالک نیز بلقان کے خطہ اور برصغیر ہندوستان میں مسلم قائدین نے اپنی غیرت ملی کے تحت ممکنہ جدوجہد میں دریغ نہیں کیا اور اپنی قربانیوں سے سامراجی طاقتوں کو ہلا کر رکھ دیا، دوسری طرف یہ مسلمانوں کے عظیم ماضی کی یادیں تھی جو قوموں کی تاریخ میں عروج وزوال کے قدرتی عمل کے وجود میں آنے کی طرف اشارہ کررہی تھیں، یہ کہ کوئی قوم یا ملک کتنی ہی ترقی کرجائے بہرحال ان کی بھی ایک عمر ہوتی ہے اس کے اسباب زوال اپنا کام کرنے لگتے ہیں اس لیے مایوسی کی گنجائش نہیں ہونی چاہئے اور جہاں تک

www.abulhasanalinadwi.org

مسلمانوں کا تعلق ہے ان کے پاس زندہ اور تابندہ آسمانی کتاب اور محفوظ رہنمائی کرنے والی مذہبی تعلیمات موجود ہیں، چنانچہ انہی کا سہارا لے کر اللہ کے کچھ بندے اپنی کوشش میں لگے ہوئے تھے، انہوں نے دو محاذوں پر محنت اختیار کر رکھی تھی، ایک محاذ سامراجی اقتدار کو ختم کرنے کی جدوجہد کا تھا اور دوسرا محاذ سامراجی نظام تعلیم کی سامراجیت کا مقابلہ کرنے کے لیے ملت اسلامیہ کی دینی وثقافتی طور پر بقا وحفاظت کے لیے دینی تعلیم کے مراکز قائم کرنے کا تھا، تاکہ ملت کے نوجوانوں کو ذہنی غلامی سے بھی بچایا جاسکے، چنانچہ ان کوششوں اور توجہات سے مختلف جگہوں پر ایسے حالات پیدا ہوئے، جن سے مستقبل کی راہ کھلتی گئی، اور مسلمانوں کی حیات نو کے اشارے ظاہر ہوتے گئے اور گزشتہ صدی مشکل سے نصف گزری ہوگی کہ یہ ممالک طوق غلامی سے خلاصی حاصل کرنے لگے اور ان کے ساتھ ذہنی وعلمی بیداری میں بھی اضافہ ہوا جس سے اسلامی طاقتوں کو مستقبل کے بہتر ہونیکی اچھی توقع قائم ہوئی، اس بنا پر مختلف اہل فکر کہنے لگے کہ اگلی صدی اسلام کی صدی ہوگی، اور بعض اہل دانش یہاں تک کہنے لگے کہ اکیسویں صدی مسلمانوں کی صدی ہوگی جس میں سامراجی طاقتوں کا مکمل زوال اور مسلمانوں کا عروج سامنے آئے گا، اور ایسا خیال کرنا کچھ زیادہ غلط بھی نہ تھا کیونکہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی رہنمائی میں عہد اول کی مثالوں پر عمل کیا جائے تو غیر معمولی تغیر لایا جاسکتا ہے جیسا کہ اسلام کے ظہور کے بعد لایا گیا تھا کہ عرب مسلمان ترقی کر کے ۸ ویں صدی عیسوی اور ۱۴ ویں صدی عیسوی کے درمیان اقتدار اور اجتماعی وتعلیمی زندگی کے ہر میدان میں دوسری قوموں سے آگے اور علوم زندگی اور تحقیق وتدبر کے معاملات میں فائق رہے تھے، یہ بات ان کو اس صلاحیت اور عمل سے حاصل ہوئی تھی جو کتاب اللہ اور تعلیمات نبوی نے ان کو عطا کی تھی لیکن بتدریج ان ہی مسلمان ملکوں میں ان تعلیمات کو اپنی زندگی کا دستور بنائے

www.abulhasanalinadwi.org

رکھنا اور اس کی رہنمائی میں آگے بڑھنے کا اہتمام کرنا بتدریج کم ہوتا چلا گیا اور ترقی وقوت سے جو وسائل راحت، عزت اور منافع ان کو حاصل ہوئے تھے وہ ان ہی میں مشغول ہوتے چلے گئے، چنانچہ مسلمان من حیث القوم تعلیمات اسلام سے روگردانی اور عالمی میدان عمل میں پست ہمتی اور کمزوری اختیار کرنے پر عروج کے مقام سے گر کر زوال کے مقام تک پہنچ گئے جو آج سے دو صدی قبل پوری طرح عیاں ہو گیا تھا، لیکن ان کو یہ بات متحرک بھی کرنے لگی تھی کہ سابق تاریخ کو دوبارہ تازہ کرنے کی کوشش ان کو پھر ان کے سابق مقام عظیم تک رواں دواں کر سکتی ہے اور یہی بات تھی کہ نئی صدی کا استقبال مسلمان ایک اچھی امید کے ساتھ کرنے لگے تھے۔

لیکن اب جب کہ نئی صدی کا آغاز ہو چکا ہے ہم عالم اسلام کا جائزہ لیتے ہیں تو امید کے ساتھ کسی قدر مایوسی بھی نظر آتی ہے امید تو اس بات سے ہے کہ اسلامی فکر کی توضیح اور سربلندی کے تقاضوں کے تذکرہ پر اچھا خاصا لٹریچر پڑھے لکھے طبقے میں پھیلا ہے اس سے مسلمان تعلیم یافتہ طبقہ کے ذہنوں کی اسلامی آبیاری ہوتی ہے، خاص طور پر نوجوانوں میں اس سے اچھا فکر و حوصلہ پیدا ہوا ہے اور انہوں نے مسلمانوں کی سربلندی کے لیے جو کوششیں کیں ان کے بھی اچھے نتائج سامنے آئے جس کے اثر سے جو خاص بات دیکھنے میں آرہی ہے وہ یہ کہ آج سے چالیس پچاس سال پہلے دین اور حمیتِ دین کے حامل زیادہ تر صرف عمر رسیدہ اور بوڑھے لوگ ہوا کرتے تھے اور مغربی تمدن کے سامنے خود سپردگی اور احساس کمتری زیادہ تر نوجوانوں میں نظر آتی تھی، اب اس کے برعکس دینداری اور اسلام کی حمیت کا جذبہ خاص طور پر نوجوانوں میں اور ہر جگہ نمایاں نظر آتا ہے اور مذہبی لٹریچر اور دین کی ضرورت کے احساس نے مسلمانوں کے جدید تعلیم یافتہ طبقہ کی ایک خاص تعداد کو متاثر کیا ہے اور مسلمانوں کی عمر رسیدہ نسل میں بھی اس کے اثرات نظر آرہے ہیں، دعوت وسیاست کا کام بھی اچھے پیمانے پر کیا جارہا ہے اور اسلامی

www.abulhasanalinadwi.org

حمیت وتاریخ ماضی کی عظمت کے احساس نے مسلمانوں میں جوش سا پیدا کر دیا ہے جس کو دیکھ کر مغربی اور اسلام دشمن طاقتوں میں بڑی تشویش اور اسلامی بیداری کو روکنے کے لیے بڑی فکر اور توجہ پیدا ہوگئی ہے اس کو دبانے اور کچلنے کے لیے جگہ جگہ ظلم اور سخت گیری اور ذرائع ابلاغ کے ذریعہ اسلام اور مسلمانوں کی شبیہ بگاڑنے کی بھرپور کوشش کی جانے لگی ہے، لیکن اس نے ایک حد تک اسلام کی حمیت اور جوش کم کرنے کے بجائے اور بڑھا دیا ہے، دوسری طرف مغرب کے دانشور اور اہل سیاست چونکہ اپنے لیے سب سے بڑا خطرہ مسلمانوں کے اس دینی جذبہ کو سمجھتے ہیں، چنانچہ وہ دیگر مختلف تدابیر سے بھی اس کو دبانے اور ختم کرنے کے لیے لگے ہوئے ہیں اور ایسا عمل اقتصادی اور سیاسی دباؤ اور دھوکہ اور فریب سے ذہنوں کو راہ راست سے ہٹانے کی تدبیروں سے کیا جارہا ہے اور اس کے لیے ایسا اسلوب اختیار کیا جارہا ہے کہ اس کو سمجھنا بعض وقت بہت مشکل ہو جاتا ہے، انہی تدابیر میں ایک تدبیر مسلمانوں کے مختلف گروپوں میں جوش پیدا کر کے آپس کا ٹکراؤ پیدا کر دینا ہے۔

ادھر گزشتہ سالوں میں مسلم ممالک کی کئی آپسی جنگوں میں یہی مقصد کارفرما رہا اور اب جب کہ پوری دنیا کو تنہا ایک حکومت کے تحت لے آنے کی کوششیں جاری ہیں جس کا سربراہ یہود نواز امریکہ ہے، مسلم دشمنی کے مقاصد کو بڑی تقویت مل جانے کا اندیشہ ہے اس سے بچاؤ کے لیے دو باتوں کی بڑی ضرورت ہے۔ ایک تو یہ کہ مسلمانوں کے دینی واسلامی جوش کو اسلام دشمن طاقتوں کے مکارانہ استحصال سے بچایا جائے، اس کے لیے گہری نظر اور حالات وواقعات سے وسیع واقفیت کی ضرورت ہے۔

دوسری بات جس کی شدید ضرورت ہے وہ یہ کہ مغرب کو جن وسائل پر زیادہ قابو حاصل ہے مشرقی حکومتیں اس وقت اس سلسلہ میں بالکل ناکارہ ثابت ہو رہی ہیں اور بظاہر ابھی جلدی وہ اس پر قابو نہ پا سکیں گی، اس میں مسلم عوام اپنے

www.abulhasanalinadwi.org

جذبہ وہمت اور غیرت دینی کے اثر سے کچھ کرسکیں تو وہ الگ بات ہے، لیکن اس کا بہت زیادہ نتیجہ خیز ہونا دشواری رکھتا ہے، البتہ تعلیم اور ابلاغ ایسا ذریعہ ہے کہ اس میں تعلیم یافتہ مسلمان اپنی کمزوری کو دور کرنا چاہیں تفوق پیدا کرنا چاہیں، تو یہ زیادہ دشوار نہیں ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم علمی وفکری میدان میں تفوق پیدا کریں، اور اس کی صلاحیت عوام میں عام کریں جس کے ذریعہ ہم طاقت واثر کے بہت سے وسائل پر قابو پاسکیں گے، اپنے مخالفین کی رائے پر اثر انداز ہوسکیں گے اور اسلام کے پیغام اور اس کی انسانیت نوازی وحق پرستی کو ان کے ذہنوں میں بٹھاسکیں گے، اور اس طرح ہم اگر اپنے مخالفین کے دانشور طبقہ کو متاثر کرسکیں گے تو یہ ہماری بہت بڑی جیت ہوگی کیونکہ قوموں اور ملکوں کی قیادت دانشور طبقہ ہی کرتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ابلاغی وسائل کو ہم اپنے قابو میں لاسکیں یا متوازی ذرائع ابلاغ جو عالمی سطح پر اثر ڈال سکتا ہو اس میں امتیاز پیدا کرسکیں تو ہمارے دشمنوں کی طرف سے حقائق کو مسخ کرنے اور مسلمانوں کے چہرہ کو بگاڑنے کی جو سازش بڑے پیمانہ پر چل رہی ہے اس سازش کو ہم ناکام بنا سکتے ہیں، اس طریقہ سے ہم رائے عامہ جو موجودہ دور میں بڑی جذباتیت سے بلند ہوکر حکمت کے ساتھ وسیع طریقہ سے اپنانا ہوگا اور افسوس کی بات یہ ہے کہ اس میں بڑی کوتاہی ہوئی ہے اور اس کوتاہی کا سلسلہ جاری ہے اور ہم اس کوتاہی کو دور کرنے کی طرف ویسی توجہ نہیں دے رہے ہیں جیسی دینا چاہئے تھی اس لیے ہم کو اس طرف خصوصی توجہ کرنا ہے۔

مسئلہ اس وقت بہت سنگین بن جاتا ہے جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ علمی وابلاغی محاذ پر مخالفینِ اسلام سرگرم ہیں اور ہماری طرف سے اس کو اہمیت نہیں دی جارہی ہے اور بعض وقت ہم ایسی جذباتیت میں مبتلا ہوجاتے ہیں جس سے ہمارے مقصد کو کوئی دیرپا فائدہ حاصل نہیں ہوتا اور دشمن اس سے اپنا دیرپا فائدہ

www.abulhasanalinadwi.org

اٹھالیتا ہے اگر ہم کو اس صدی کو اسلامی صدی بنانا ہے تو جوش و جذبہ کی بیداری قائم رکھتے ہوئے علمی و دعوتی بیداری میں بھی زیادہ توجہ صرف کرنا ہوگی، بلکہ جوش پر ہوش کو غالب کرنا ہوگا لیکن اس کے ساتھ ساتھ سب سے اہم بات یہ ہے کہ ہم کو اپنی انفرادی زندگیوں میں اس اعلیٰ کردار کو بحال کرنا ہوگا جو دوسروں پر اثر انداز ہونے اور معالجات کو صحیح رخ دینے میں اہم ترین کام انجام دیتا ہے اور جو اسلام کے متعلق حسن ظن پیدا کرنے کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے اور اسلام کو سرعت کے ساتھ دنیا میں پھیلنے کا فائدہ دراصل ایسے ہی اعلیٰ کردار کی بنا پر ہوا ہے اور دراصل ہمارے دنیاوی زوال کی تاریخ بھی ہمارے اسلامی کردار و سیرت میں زوال پیدا ہونے سے جڑی ہوئی ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ:

"وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ"

"تم سب سے بلند رہو گے اگر تم ایمان والے ہوئے"

لہٰذا مسلمانوں کی سربلندی دراصل ان کے اسلامی کردار و سیرت سے وابستہ ہے اس کے بغیر عزت و سربلندی حاصل نہیں ہوسکتی اور اس کردار و سیرت کو پیدا کرنے کے لیے ہم کو دعوتی کام بڑے وسیع اور مخلصانہ پیمانہ پر کرنا ہوگا، اس کے بغیر نہ ہمارا حال اچھا ہوسکتا ہے اور نہ ہمارا مستقبل شاندار ہوسکتا ہے، موجودہ صدی میں ہماری عظمت کا انحصار اسی پر ہے کہ ہم ان وسائل قوت و اثر کو اختیار کریں جن سے مغرب نے مشرقی قوموں کو غلام بنایا ہے اور علم و تعلیم و ذرائع ابلاغ اور وقت کے مطابق حکمت عملی اور اس کے ساتھ بلکہ اس سے بھی زیادہ اعلیٰ اسلامی حوصلہ اور کردار اختیار کریں جن سے آراستہ ہونے پر اولین اسلامی عہد کی اعلیٰ ترین مثال اور دنیا کی قوموں کے مقابلہ میں سب سے بلند و بالا عہد تھا اللہ تعالیٰ ہم کو ان باتوں کی صحیح توفیق عطا فرمائے۔

www.abulhasanalinadwi.org

مغربی استعمار کا فکری وثقافتی تسلط

عالم اسلام تقریباً ایک صدی سے یہودی اور مغربی استعماری طاقتوں کے سازشی شکنجہ میں پھنسا ہوا ہے۔ مغربی استعمار کا عسکری تسلط اگرچہ آزادی کی جد وجہد کے نتیجہ میں تقریباً مٹ چکا ہے لیکن سیاسی اور اقتصادی ذرائع سے غلبہ وتسلط قائم ہے اور سب سے بڑھ کر استعماری وصہیونی طاقتوں کی طرف سے ذہنوں کو بدلنے اور ذہنی وفکری غلامی مسلط کر دینے کا عمل نہایت شاطرانہ انداز میں چل رہا ہے، چنانچہ عالم اسلام کے باشندوں سے اسلامی جذبہ کے اثرات کم کرنے کے لیے آپس میں وہ ایک دوسرے کے معاون ہیں، انھوں نے اپنے اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے مؤثر طریقے اور کارگر ذرائع ابلاغ اور تعلیمی وسائل اختیار کیے ہیں جو نسلوں کو ان کی ابتدائی عمر سے ہی متاثر کرتے ہیں۔ چنانچہ یہ بات ہر ایک کے مشاہدے میں ہے کہ موجودہ نسلیں ان وسائل کے اثر سے بہت زیادہ ذہنی انتشار اور اپنی جمی جمائی مضبوط قدروں سے دوری میں مبتلا ہو رہی ہیں۔

اس سلسلہ میں باتصویر میڈیا بہت زیادہ اثر انگیز ذریعہ بن رہا ہے جو ہمہ وقتی پروگرام کے ساتھ لوگوں کے گھروں میں زندگی کی ایک ضرورت بن کر داخل ہو چکا ہے۔ وہ خاص طور پر لوگوں کے فرصت کے اوقات ان کے تفریح طبع کے سامان کی حیثیت سے اپنے بامقصد اثرات منتقل کرتا ہے۔ اس کے پروگرام نئی نسلوں کی

www.abulhasanalinadwi.org

قدیم روایات کو متزلزل کرنے اور ان کی ثقافت اور مذہبی خیالات کو نئی نسل کے ذہنوں سے دور کرنے کا اہم رول ادا کرتے ہیں اس طرح مغرب کے پیش کردہ وہ تصورات جو مشرق کے دل و دماغ سے ہم آہنگی نہیں رکھتے۔ مشرق کے نوجوانوں کے دل و دماغ پر حاوی ہوتے جاتے ہیں۔ خواہ وہ اخلاقی اقدار کے دائرہ کے ہوں یا عادات و اطوار کے دائرے کے، وہ مذہبی عقائد سے تعلق رکھتے ہوں یا انسانی احساسات و جذبات سے تعلق رکھتے ہوں۔ مغرب کے باتصویر ذرائع ابلاغ نے سب سے زیادہ جو نقصان پہنچایا ہے وہ اخلاقی دائرۂ کار ہے۔ جن میں مشرقی شرم وحیا اور جرم وخطا کی ناپسندیدگی اور اپنے کو ایسے کسی الزام سے بچائے رکھنے کی کوشش خاص طور پر قابل ذکر ہے، اس سلسلے میں مغربی میڈیا کے اثر سے جو بے حسی پیدا ہو رہی ہے اسی کا اثر ہے کہ آج کا نوجوان اپنے والدین کے سامنے ٹی وی کے اسکرین پر مرد وزن کی بدچلنی اور ظلم کے مناظر دیدہ دلیری سے دیکھتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بری بات نہیں ہے وہ ان کی موجودگی میں نوجوان مرد وعورت کے ملنے ان کے جنسی رجحانات کے اظہار، بوس وکنار تک کو برجستہ دیکھتا ہے اور اسی طرح دوسرے بے شرمی اور بے راہ روی کے مناظر اس کی نگاہوں سے گزرتے ہیں۔ پھر مخلوط تعلیم کے نظام میں لڑکیاں اپنے ہم عمر لڑکوں اور لڑکے اپنی ہم عمر لڑکیوں کے ساتھ خلوت وعزلت کے لمحات سے بھی گزرتے ہیں اور ایسے مواقع بھی ملتے ہیں جس میں کوئی چیز ان دونوں کے درمیان حجاب نہیں بنتی۔ اس صورت میں ظاہر ہے کہ جب وہ والدین کے سامنے جذبات کو برانگیختہ کرنے والے مناظر دیکھ چکے ہوتے ہیں۔ اور کسی شرم وحیا کا ان پر گزر نہیں ہوتا تو بھلا ان نوخیز افراد کے لیے کیا بات مانع ہو سکتی ہے کہ وہ ایسے مناظر کو اپنی زندگی میں نہ لے آئیں۔ پھر فلموں اور ٹیلی ویژن میں محض آوارگی و بے راہ روی کے مناظر ہی نہیں ہوتے بلکہ قتل وغارت

www.abulhasanalinadwi.org

گری اور جرائم کے نئے نئے طریقے پیش کیے جاتے ہیں، اس کے اندر اخلاق و کردار اور دین و مذہب کو پراگندہ کرنے والے کردار ادا کیے جاتے ہیں جنہیں فلم کے اداکار اس کی مختلف جھلکیوں میں پیش کرتے ہیں۔

بے باکی اور اخلاقی انارکی کے ایسے مناظر و احوال سے کچے ذہنوں پر جو اثرات پڑتے ہیں ان کا مغربی تہذیب و ماحول کے اندر صاف مشاہدہ کیا جاسکتا ہے، لیکن افسوس کہ اب یہ چیزیں مشرقی تہذیب میں بھی انہیں ذرائع ابلاغ و تصویر کے ذریعہ داخل ہو چکی ہیں۔ چنانچہ یہاں بھی ان کے اثرات صاف دیکھنے میں آرہے ہیں اس طرح خود ہمارا معاشرہ اب اخلاق و عادات اور ہوس پرستی و لذت کوشی کی وجہ سے ایک فاسد اور متعفن معاشرہ میں تبدیل ہو رہا ہے۔

دراصل یہ ایک صہیونی سازش ہے جیسا کہ ان کے پروٹوکول کی ہدایات سے پتہ چلتا ہے اس صہیونی سازش کو پہلے عیسائی دنیا پر کامیابی ملی پھر اس سے متاثر عیسائی سوسائٹی اس کی ہم نوا بن گئی اور پھر وہ دونوں مشرقی اقوام میں اس طرح کے اثرات بڑھانے کے لیے ایک دوسرے کے مدد و معاون ہو گئے۔ حتی کہ روس کے زوال کے بعد دونوں کا اصل نشانہ خاص طور پر مسلمان معاشرہ کو بنایا گیا، اس سازش کے مرتب کرنے والوں نے اپنے مقاصد کے حصول کے لیے اسلامی فکر و خیال سے برگشتہ کرنے والی نئی نئی اصطلاحات ایجاد کیں، جو مسلمان اسلامی اقدار و تشخص کے ساتھ جینا چاہتا ہے۔ اس کو ان اصطلاحات کے ذریعہ مطعون و مبغوض بناتے ہیں۔ مغربی ارباب سیاست اور مفکرین اسلامی زندگی کو پسند کرنے والے افراد کو بنیاد پرست کہتے ہیں۔ اس میں بنیاد پرستی کا برا پہلو ابھارتے ہیں جس سے پس ماندہ ذہنیت اور ہٹ دھرمی کا اشارہ ہوتا ہے۔ چنانچہ ایسا کر دیا ہے کہ جو شخص اللہ تعالی کی عبادت اور مذہبی فرائض کا التزام کرے اس کو بنیاد پرست کہہ کر مطعون کر

www.abulhasanalinadwi.org

تے ہیں اس کو مذہبی ہٹ دھرمی کرنے والا شخص مراد لیتے ہیں اور اگر وہ اس طعنہ و زیادتی پر ناگواری ظاہر کرے تو اس کو دہشت گردی اور شدت پسندی کا الزام دیتے ہیں، بلکہ سنجیدگی کے ساتھ مذہب پر عمل کرنے والوں اور مذہبی اقدار و ثقافتی روایات کی حفاظت کرنے والوں اور دینی جوش و جذبہ سے سرشار افراد کو کھلے طریقے سے دہشت گرد قرار دیتے ہیں، پھر اسی فرضی الزام واتہام پر انہیں گرفتار کر کے جیل کی سلاخوں کے اندر تک پہنچا دیتے ہیں اور اگر وہ سختی سے ناگواری دکھائیں تو طرح طرح کی تکلیفیں پہنچاتے ہیں اور نئے نئے نفسیاتی طریقوں سے ان کے دل و دماغ کو ان کے پاکیزہ اور مذہبی معاملات سے وابستگی و محبت کو یکسر صاف کر دینا چاہتے ہیں اور جب تک وہ اپنی دینی فکر اور اس کی وفاداری سے تائب نہیں ہو جاتے انہیں رہا نہیں کرتے حتی کہ وہ دل سے یا منافقت کا طریقہ اختیار کر کے اپنے عقیدہ و مذہب سے کنارہ کش نہ ہو جائے۔

اس طرح کا رویہ اختیار کر کے اسلام دشمن عناصر اس خوش فہمی میں پڑ جاتے ہیں کہ انھوں نے مسلم نوجوانوں کے دلوں سے دینی فکر کے اثرات کو اکھاڑ پھینکا ہے، لیکن جب یہ نوجوان ان سلاخوں کے باہر آتے ہیں تو ان کے دل ان ظالموں کے خلاف نفرت اور عداوت سے بھرے ہوتے ہیں۔ اور جب ان کے بھائیوں، دوستوں اور ہم وطنوں کو جیل میں ان کو پہنچی تکلیفوں کا علم ہوتا ہے تو ان میں بھی سخت و غصہ و تنفر پیدا ہو جاتا ہے۔ اور یہی چیز جب حد سے تجاوز کر جاتی ہے۔ تو ان نوجوانوں میں اس ظلم و زیادتی کے خلاف انتقامی جذبہ پیدا ہو جاتا ہے، انجام کار وہ اس غصہ کی بنا پر انتقام پر آمادہ ہو جاتے ہیں، اسی وجہ سے دنیا کے مختلف حصوں میں حادثات رونما ہوتے ہیں اور جھڑپیں ہوتی ہیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر ان جھڑپوں اور واقعات کا ذمہ دار کون ہے؟ جب تک نوجوانوں کو بھڑکانے کے اسباب

www.abulhasanalinadwi.org

موجود ہیں اس کے نتائج بہر حال سامنے آتے رہیں گے۔ اس لیے مغربی مفکرین اور ظالم سیاسی لیڈروں کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ جس چیز کو مذہبی دہشت گردی کہتے ہیں اس کی صحیح صورت حال اور اس کے اسباب کو سمجھنے کی کوشش کریں اور وہ اس مرض کا صحیح علاج تلاش کریں، اور ان اسباب کو دور کریں جو لوگوں میں ردعمل کے طور پر غصہ اور گرمی پیدا کرتے ہیں، بجائے اس کے کہ وہ اپنی طاقتوں کو غیر حقیقی باتوں میں ضائع کریں جس کا کوئی فائدہ نہیں۔ نوجوانوں کے اندر بغض و تشدد محض اس ظلم و زیادتی کی ناپسندیدگی اور ردعمل کے نتیجہ میں پروان چڑھتا ہے جو مذہب پسندوں کے دلوں میں پائی جانے والی مذہب کی بالادستی کو ختم کرنے کے لیے ان پر کیا جاتا ہے۔ اور ان کی راہ میں رکاوٹیں ڈالی جاتی ہیں اور اس سب کے برعکس ان مغربی طاقتوں کا اسرائیل اور عیسائیوں کے ساتھ معاملہ بالکل جدا ہے۔ ان کے ساتھ پوری رواداری اور رعایت ہے۔ اس کے مقابلہ میں مشرقی مسلمانوں اور عرب ملکوں کے ساتھ ان کا سلوک بالکل سخت اور جارحانہ ہے، ہم دیکھتے ہیں کہ اسرائیل کی سیاست وحکومت دونوں میں خالص مذہبی عصبیت بلکہ مذہبی ونسلی جارحیت پر عمل پایا جاتا ہے۔ لیکن مغرب ان سے چھیڑ چھاڑ نہیں کرتا۔ یہودی مذہب کے ماننے والے یورپ کے اکثر ملکوں میں موجود ہیں۔ اور وہ میڈیا، اقتصاد اور قانون ساز مراکز میں پروان چڑھ رہے ہیں، اور اپنے اعمال و کردار میں مذہبی اصول و اقدار پر عمل کرتے ہیں۔ اور خود حکومتِ اسرائیل محض مذہبی ونسلی تعصب کی بنیاد پر قائم ہوئی۔ ان لوگوں نے اس کی کوئی پروا نہیں کی کہ انھوں نے دوسروں کی زمین کو غصب کیا۔ اور اپنی طاقت کے ذریعہ انہیں زیر نگیں کرنے کے بعد وہاں اپنی حکومت قائم کر لی اور اس کو اپنا وطن بنالیا۔ اور وہاں کے اصل باشندوں کو جلاوطن کر دیا۔

صرف یہی نہیں کہ یورپ نے ان کو بنیاد پرست یا دہشت گرد قرار نہیں

www.abulhasanalinadwi.org

دیا بلکہ اس نے ان لوگوں کے ساتھ پورا تعاون کیا۔ جب ہم گہرائی کے ساتھ غور کرتے ہیں تو اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ دہشت گردی ان لوگوں کے نزدیک وہی ہے جس میں صرف مسلم قوم کو مورد الزام بنایا جاسکتا ہو اور تعصب بھی ان کی نگاہ میں صرف وہی ہے جس کا نشانہ مسلمان بنایا جاسکتا ہو۔

اس وقت مسلمان اس روئے زمین پر پھیلی ہوئی تمام اقوام عالم کی مشترکہ دشمنی کا نشانہ بنے ہوئے ہیں۔ کیونکہ وہی حق کو اپنانے اور اعلیٰ انسانی اخلاق سے مزین وآراستہ ہونے کی دعوت دیتے ہیں جس کی وجہ سے اس وقت تک بے راہ روی نفس پرستی اور گھٹیا خواہشات پوری کرنے کا خواب ادھورا رہ جاتا ہے، جب تک کہ اسلام اور مسلمانوں کے ذریعہ انسانی اخلاق واقدار کا قلع قمع نہ کردیا جائے، اسی وجہ سے مسلمان تمام قوموں کا ایسا مشترک دشمن سمجھا جانے لگا ہے کہ سبھی اسے نیست ونابود کردینا چاہتے ہیں۔ خواہ وہ مغربی تہذیب کے لیڈر ہوں یا مشرق و مغرب میں اس کے دلدادہ افراد، ان کا بنیادی نظریہ ہے کہ دنیا میں تمام حدود وقیود سے آزادی ہونی چاہئے اسی کو سیکولرزم سمجھ لیا گیا ہے اور خاص طور سے مسلمانوں کو ان کے مذہب سے دور کرنا اصل سیکولرزم ہے۔ ہم اس سیکولرزم کی شکلوں کو ترکی، فرانس وغیرہ میں اسی یک طرفہ قسم کی پاتے ہیں۔ اس میں عیسائی اور یہودی عورتوں کو پورا اختیار ہے جو بھی لباس استعمال کرنا چاہیں استعمال کریں، مسلم عورتوں کے لیے یہ تو آزادی ہے کہ وہ عیسائی، یہودی یا دیگر خواتین کی نقل کریں۔ ان کا جیسا لباس پہنیں ان کی جیسی رسمیں اختیار کریں، لیکن اسلام کا لباس یا اس کی رسمیں اختیار نہیں کرسکتیں، وہ اگر اپنے سر پر کوئی رومال بھی ڈال لیں تو یہ عمل دہشت گردی اور بنیاد پرستی کے زمرے میں آجاتا ہے۔ اور اس کو سرکشی، نافرمانی اور ملک کے دستور کے خلاف سمجھا جاتا ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

آخر یہ کیا چیز ہے اور کب تک لوگ اس سے دھوکہ کھاتے رہیں گے، کیا اس کو آزادی سے تعبیر کیا جائے گا؟ کیا یہی ڈیموکریسی ہے، یہی سیکولرزم ہے یا مساوات انسانی ہے؟ یہ سب ترقی یافتہ تہذیب کے زیر سایہ ہو رہا ہے۔ اور دنیا اس خوش فہمی میں ہے کہ دنیا میں کسی قوم کو اس طرح انصاف نہیں مل سکا جیسا کہ اس تہذیب جدید میں مل رہا ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

مسلم معاشرہ اور مغربی فکر وثقافت

مسلمانوں کے لیے علوم انسانی کے میدان میں مناسب یہ ہے کہ اولاً اس سرمایہ پر توجہ مبذول کریں جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور ان کی تعلیمات، صحابہ کرام، تابعین عظام نیز اس راہ پر چلنے والے ادباء، علماء، محققین اور مفکرین اور اصحاب سیاست وسماجیات سے حاصل ہوا ہے، پھر یورپ کے قدیم وجدید علوم میں سے تقاضائے زندگی کے مطابق کچھ چیزیں لیں جو ان کی طبیعت سے ہم آہنگ اور ان کے لیے مفید ہوں، یہی طریقہ مسلمانوں کے عظیم الشان تاریخی مقام ومرتبہ اور انسانی شرف وکرامت کے شایان ہیں، لیکن ان آخری صدیوں میں مشرقی اقوام اور مسلم امت سخت پسماندگی کے دور سے گزری، وہ وسائل زندگی سے محروم تھی اور کمزوری وذلت کا شکار، جب کہ یورپین اقوام فاتحانہ شان وعظمت کے ساتھ آگے بڑھیں، اپنے استعماری مقاصد کے لیے ملکوں کو فتح کیا، وہاں کے خزانوں پر قبضہ کیا اور دوسری اقوام کو اپنی تقلید کے آستانہ پر جھکا دیا، ان سب حالات نے مسلم اقوام کو مرعوب کر دیا، وہ سمجھنے لگیں کہ یقیناً یورپ ہی کی کاوشوں کے نتیجہ میں زندگی کے علوم و معارف وجود میں آئے ہیں اور ان ہی سے دوری نے مشرقی اقوام کو پسماندگی، سستی اور کاہلی کا شکار بنایا ہے، اقوامِ مسلم نے ساتھ ہی یہ بھی گمان کر لیا کہ یورپ اس بات کا مستحق ہے کہ زندگی کے ہر میدان میں اس کی اتباع کی جائے، ہر صنفِ علم میں اس

www.abulhasanalinadwi.org

کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا جائے، اور یورپ کی علمی ترقیات، لادینی نظام اور اباحیت پسندانہ کردار سب میں اس کی تقلید کی جائے، یہ سوچ کر بعض مشرقی اقوام نے زندگی کے گوشوں اور اس کی تمام شکلوں میں یورپ کی اتباع کی، اور یورپ ہی کی مقلد چینی اور جاپانی قوم کو بھی معیار سمجھا، چین و جاپان کے پاس خود نظام زندگی نہیں تھا، اس تقلید ہی کو انہوں نے اپنے لیے معیار بنایا۔

لیکن امت مسلمہ کا معاملہ دوسرا تھا، وہ اسلام کا دائمی آسمانی دستور حیات رکھتے تھے، ان کے لیے اس بات کا جواز نہیں تھا کہ ادنیٰ پر فریفتہ ہوکر وہ اعلیٰ کو چھوڑ دیں:

أتستبدلون الذي هو أدنى بالذي هو خير" (البقرۃ آیت ۶۱)

''بھلا عمدہ چیزیں چھوڑ کر ان کے عوض ناقص چیزیں کیوں چاہتے ہو؟''

اپنی اقدار اور تعلیمات سے منہ پھیریں، البتہ دنیاوی امور میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اجازت دے رکھی تھی کہ "إنه من أمر دنیا کم" یعنی تمہارے دنیاوی تجربے اور انکشافات جن کا اخلاقی ثقافتی اور دینی میدانوں سے تعلق نہیں ہے، ان سے تم فائدہ اٹھا سکتے ہو، اس لیے مسلمانوں پر یہ لازم تھا کہ وہ یورپ کی تقلید ان انسانی علوم میں کرنے سے پوری طرح گریز کریں جو انہیں نقصان پہنچانے والے اور ان کے اخلاق کو بگاڑنے والے ہوں، اسلام کا نظامِ اخلاق اور دستورِ زندگی اسلام کی بلند آسمانی تعلیمات پر مبنی ہیں، بے راہ انسانی افکار پر نہیں، اسلام کی نظر میں انسان خدا کا بندہ ہے، اس کی تخلیق بے مقصد نہیں ہوئی ہے، اس پر زندگی کے کچھ اصول وضوابط عائد کیے گئے ہیں، جو اس کی پوری زندگی پر محیط ہیں، چونکہ اللہ ہی انسان کا خالق ہے، اس لیے وہ انسان کی ضروریات، اس کے تقاضوں اور اس کے طبعی میلانات کو اچھی طرح جانتا ہے، اگر

www.abulhasanalinadwi.org

خدا انسان کے لیے کوئی نظام زندگی تجویز کرتا ہے تو بلا خوف تردید یہ بات کہی جائے گی کہ وہی نظام اس کی طبیعت و فطرت سے ہم آہنگ، اس کے تقاضوں کا پورا کرنے والا اور اس کی ضروریات کا کفیل ہوسکتا ہے، لہذا ایک فرد مسلم کے لیے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت سے مفر نہیں، اسے بہر حال آستانۂ اطاعت پر سرخم کرنا ہے، لیکن اگر وہ یورپ کی تقلید کا دامن پکڑتا ہے تو اسے راہ زندگی میں ایسی گھاٹیاں پیش آئیں گی جو آسمانی نظام زندگی کی اتباع سے روک دیں گی، اب دو ہی صورتیں ہیں، یا تو ملحدانہ لادینی نظام زندگی کی بالکل اندھی اتباع کی جائے، اور موجودہ تہذیب کا حاشیہ بردار بن کو وقت گزارا جائے یا اپنے لیے اس راہ کا انتخاب کیا جائے جسے قرآن و حدیث کی تعلیمات نے ہموار کیا ہے اور ایک قائد و رہنما بن کر زندگی بسر کی جائے۔

لیکن قابل افسوس امر یہ تھا کہ مسلم انسان جو مسندِ قیادت پر ایک عرصہ رہ کر سو گیا تھا پھر صدیوں کی گہری نیند کے بعد ایسے وقت میں بیدار ہوا اس کی بیداری کے وقت یورپ ترقی و عمل کی راہوں پر بہت آگے بڑھ گیا تھا، چنانچہ وہ جدید یورپ کی تہذیب کی چمک دمک، کائنات کے علوم میں اس کی حیرت انگیز ترقی، اور انسانی علوم سے حد درجہ اشتغال کو دیکھ کر دہشت زدہ ہوگیا، اس نے دیکھا کہ یورپ نے قوت کے سرچشموں اور مادی خزانوں کو فتح کرلیا ہے، مشینی علوم میں نئی نئی پیش رفت کی، اس کی سیاسی سطوت کا آفتاب نصف النہار پر ہے اور اس کے نظریہ و فکر کی دھوم مچی ہے، یہ دیکھ کر وہ احساس کہتری کا شکار ہوگیا، اور اسی میں اپنی عافیت تصور کرنے لگا کہ اس کی تقلید کا جوا اپنی گردن میں ڈال لے، تعلیم و تربیت میں جوں کا توں اس کا نظام اپنا لے اس نے اس کی بھی ضرورت محسوس نہیں کی کہ کون سی چیزیں ہمارے موافق اور ہمارے دین و مذہب سے میل کھاتی ہیں اور کون نہیں، اس نے تقلید کی

www.abulhasanalinadwi.org

رسی بالکل ڈھیلی چھوڑ دی، یورپ کا مکمل نظامِ تعلیم، نظامِ تربیت اور اس کے انسانی علوم کو جوں کا توں اپنی درس گاہوں میں اختیار کر لیا، اگر ان کے طے کردہ افکار کے بدلے کوئی دوسرے افکار تیار بھی کیے گئے تو اسی کے نہج پر۔

آج بھی عالم اسلامی کی درسگاہیں یورپین افکار و تصورات، یورپین علماء کے انکشافات اور ان کی تحقیقات کی خوشہ چیں ہیں، ان درس گاہوں کے ارباب و منتظمین کو ان یورپین علوم کی پاکیزگی پر یقین ہے اور انہیں اس بات کی ضرورت نہیں محسوس ہوتی کہ اپنی نسلوں کو یورپین تہذیب و ثقافت کے سانچہ میں ڈھلنے سے بچائیں، جس سانچہ کو مغرب کے ان مفکرین و فلاسفہ نے تیار کیا تھا جن کے خمیر میں صالح انسانی اخلاق کا عنصر شامل نہ تھا۔

اگر ہم اسلامی مشرقی اقصیٰ سے اسلامی اقصیٰ تک کا ایک جائزہ لیں تو یہ افسوسناک امر سامنے آئے گا کہ وہاں کی درسگاہوں، تربیت کے مراکز اور نظام و نصاب تعلیم سب کے سب یورپین نظام کے مطابق اصل نسخہ ہیں جس میں یورپ کی وہ تمام خرابیاں اور اس کی وہ تمام خصوصیتیں موجود ہیں جو مشرق اور اسلام دونوں کے معارض ہیں۔

علم معاشیات و سیاست، علمِ تاریخ و جغرافیہ، فن ادب و نقد، علم النفس اور علمِ تربیت، علمِ ثقافت و تمدن وغیرہ میں ہم دیکھتے ہیں یورپ کی جاہلی عقلیت اور اسلوب زندگی کا بڑا گہرا اثر ان پر پڑا ہے، جاہلیت یہاں بھی ہے اور جاہلیت قبل از اسلام کفر کے ماحول میں بھی تھی، فرق اس قدر ہے کہ یورپ کی جاہلیت تعلیم یافتہ ہے، اور قبل اسلام جاہلیت ان پڑھ جاہلیت تھی۔ ہماری رائے کی صداقت کے لیے ان یونیورسٹیوں اور درسگاہوں میں علوم و معارفِ انسانی کا نصاب دیکھنا کافی ہوگا۔

علم معاشیات پر سب سے زیادہ بلکہ بری طرح یہودی سودی فکر، یا ملحدانہ

www.abulhasanalinadwi.org

مارکسی فکر کا اثر آیا۔ غیر سودی اداروں کا قیام چند سالوں پہلے ایک جھوٹا خواب تصور کیا جاتا تھا، بلکہ اسے درویشوں اور پسماندوں کا تصور خیال کیا جاتا تھا، لیکن آج دنیا دیکھ رہی ہے کہ حق ظاہر ہوا اور باطل مغلوب، غیر سودی بینک اس وقت ایک واقعہ بن کر سامنے آچکے ہیں، جن سے انکار ممکن نہیں، دنیا کے مختلف خطوں میں کچھ لوگ اس کا کامیاب تجربہ کر رہے ہیں ''کارل مارکس'' کا نظریہ تھا کہ مذہب قوموں کے لیے افیون ہے اور ضروریات زندگی کی تکمیل کی راہ میں بہت بڑی رکاوٹ ہے، لیکن آج غیر سودی اداروں کی کامیابی نے اس نظریہ کو غلط ثابت کر دیا ہے۔

جمہوریت کو لیجئے، یورپ نے ''روسو'' کے نظریات قبول کیے، معاشیات کو لیجئے یورپ نے ''مارکس'' کا نظریہ اپنایا، سیاست کو لیجئے یورپ نے ''میکافیلی'' کا نظریہ اپنایا، مغربی اہل قلم اور مصنفین سے استفادہ کرنے والوں نے ان نظریات کا بڑا اثر قبول کیا، کیونکہ ان کی پوری تشریحات اپنے پڑھنے والوں کے دلوں میں زبردست اثر ڈالتی تھیں، کچھ ہی عرصہ میں ایسا محسوس ہونے لگا کہ اسلام کے پاکیزہ نظام پر عمل کرنا ہی اب ممکن نہ رہا، اور ترقی کے زینے طے کرنے کے لیے تنہا مغرب سے استفادہ ضروری ہو گیا، ہمارے نوجوان اور طلبہ اپنی درس گاہوں میں اور اپنے اساتذہ سے اسی قسم کی تربیت حاصل کر رہے ہیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی ممانعت فرمائی تھی کہ کسی طالب علم کو منصب وعہدہ سپرد کیا جائے، اس طرح آپ نے جاہ ودولت کے لالچیوں کے لیے دروازہ ہی بند کر رکھا تھا، لیکن مغرب کا نظریہ منصب کے حصول کے لیے یہ تعلیم دیتا ہے کہ نہ صرف اس کا مطالبہ کرے بلکہ اس کو حاصل کرنے کے لیے کوشش کے سارے جتن کر ڈالے، امیدوار تمام ذرائع کو اختیار کرتا ہے، پروپیگنڈہ اور جھوٹ کا بازار گرم کر دیتا ہے تاکہ ہر صورت میں وہی کرسی صدارت پر فائز ہو سکے، اور اگر

www.abulhasanalinadwi.org

قسمت نے یاوری کی، اور کرسی تک پہنچ گیا، تو پھر اس کی تمام تر کوششوں کا محور یہ ہوتا ہے کہ کن کن طریقوں سے دولت ومناصب کے انبار وہ اکٹھے کرلے، اس کے لیے ظلم، زبردستی، دھوکا وچال بازی کے تمام طریقوں کو اختیار کرنا چاہتا ہے، افسوس ناک بات یہ ہے کہ آج لوگوں کا دماغ ان چیزوں کا ایسا عادی ہو چکا ہے کہ اسے کسی بدل کی امید ہی نہیں رہ گئی ہے، یورپ کے پروپیگنڈہ نے اسلام کے نظریہ کو ایسا مشکوک بنا کر پیش کیا ہے جس پر عمل کرنا گویا ترقی یافتہ زندگی میں ممکن ہی نہیں رہ گیا ہے۔

تاریخ کے موضوع کو لیجئے تو اس موضوع کا سب سے اہم حصہ یورپ کی تاریخ ہے، اسی کو زیادہ جاننا اور اس سے فیض اٹھانا ہے، تعلیم گاہوں کے ہر فرد پر گویا یہ لازم ہو جاتا ہے کہ یورپ کی پوری تاریخ تمام جزوی تفصیلات کے ساتھ پڑھے، اب اگر وہ اپنی امت اور اپنے ملک کی تاریخ سے نا آشنا ہے تو کوئی عیب کی بات نہیں، رہی اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ، تو اس کا نمبر سب سے بعد میں آتا ہے۔

یہی حال جغرافیہ کا ہے، مسلم طالب علم اپنی جامعات میں یورپ اور امریکہ کا جغرافیہ پڑھتا ہے یا ان ممالک کا جغرافیہ جو سیاسی یا اقتصادی اعتبار سے کوئی افادیت نہیں رکھتا ہے، رہے اخلاقی اور دینی پہلو، اسی طرح انسانی آداب وامتیازی صفات مغربی نصاب تعلیم کے تیار کرنے والوں اور تعلیمی نظام وضع کرنے والوں کی نظروں سے اوجھل ہی رہتے ہیں۔

آج سے ایک صدی قبل جزیرۃ العرب کے جغرافیہ کی کوئی اہمیت نہ تھی، مواد تلاش کیا جاتا تو جس قدر مواد دوسرے جغرافیوں کا ملتا جزیرۃ العرب پر نہ ملتا، لیکن جب خدا نے جزیرۃ العرب میں سیال سونے بہا دیئے تو اب اس کا جغرافیہ بھی تیار کیا جانے لگا۔

ادب وتنقید کے موضوع پر تو کچھ کہئے ہی نہیں، ان موضوعات پر کتابیں

www.abulhasanalinadwi.org

اٹھایئے، سب کچھ ملے گا، اگر نہ ملے گا تو اسلام، کیونکہ ان پر ان لوگوں کا تسلط رہا جو اخلاق و مذہب سے بے گانہ تھے، بلکہ وہ تھے جنہیں فرائیڈ، سارٹر کے افکار و نظریات پر ناز تھا۔

علم النفس اور علم تربیت تو فرائیڈ اور ڈارون کے نظریات میں رنگے ہوئے ہیں، یہی حال ثقافت و تمدن کا ہے۔

یورپ کی تعلیم گاہوں اور مراکز تعلیم کا جب یہ حال ہے تو وہاں چھڑنے والی سیاسی و سماجی معرکہ آرائیاں دین و حکومت کی آویزش اور اخلاقی انارکی کا انجام معلوم تھا، لیکن مشرق جو فضائل زندگی کی دولت سے فیضیاب تھا اسے یورپ کی اندھا دھند تعلیم کی ضرورت نہ تھی، اسلام نے اس کے ہر شعبۂ زندگی کے لیے تعلیمات اور ضوابط عطا کر رکھے تھے، ایسی بنیادیں اس کو فراہم کر دی گئی تھیں جن پر انسانی زندگی کی عظیم الشان عمارتیں تعمیر کی جا سکتی ہیں۔

لیکن یہ نظریات جو مغرب سے بہہ کر مشرق میں آتے رہے ہیں اور انسانی علوم کی شکل ہمارے ادارے اور تعلیم گاہیں بڑے فخر و اعزاز کے ساتھ انہیں قبول کر لیتی ہیں اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص سنگریزوں اور ریت کو ملا کر کوئی دیوار اٹھا رہا ہو، ظاہر ہے یہ دیوار کب تک کھڑی رہ سکتی ہے۔

سب سے بڑی ذمہ داری اس سلسلہ میں ہماری تعلیم گاہوں کی ہے جنہوں نے اب تک اس حقیقت کو نہیں اپنایا کہ انہیں اپنے نصاب اور نظام تعلیم میں تبدیلی کی ضرورت ہے، فاسد اور انسانی حسن و کمال سے خالی نصاب کو چھوڑ کر ٹھوس اور صالح نصاب تیار کرنے کی ضرورت ہے۔(۱)

---

(۱) ترجمہ مولوی محمد فہیم اختر ندوی

www.abulhasanalinadwi.org

فنڈامنٹلزم اور مسلمان

فنڈامنٹلزم، جس کو اردو میں بنیاد پرستی کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے، دراصل مسلمانوں کی دینی بیداری کو برا نام دینے کی ایک ترکیب ہے۔ اس اصطلاح کے ذریعہ مسلمانوں کے ذہن کو مذہب پسندی سے یا مذہب کو سماجی زندگی سے علاحدہ رکھنے کی تدبیر کی گئی ہے اس کے ذریعہ مسلمانوں کی مذہب پسندی کو بری شکل میں پیش کرنا مقصود ہے، تاکہ ان کی وہ طاقت جو مذہب کی بنیاد پر ان کو حاصل ہوتی ہے، وہ کمزور ہو جائے اور وہ اپنا کوئی ذاتی دھارا نہ بنائیں بلکہ وہ تقسیم ہو کر دوسروں کے دھاروں میں بہتے رہیں۔

فنڈامنٹلزم کی اصطلاح کو مسلمانوں کے خلاف ایک تخریبی ہتھیار دراصل یورپ نے بنایا ہے۔ اس کو مسلمانوں میں مذہبی بیداری دیکھ کر سخت تشویش ہوگئی ہے۔ یورپ یہ ڈر رہا ہے کہ دنیا پر اس کی جو اجارہ داری دو صدیوں سے ہوگئی ہے، اس کو کہیں مسلمانوں کی بیداری چیلنج نہ کرنے لگے، لہٰذا مسلمانوں میں کسی بھی مؤثر قومی و ملی طاقت کو ابھرنے سے روک دیا جائے اور چونکہ بیداری کوئی ایسی چیز نہیں ہے، جو حکومتی طاقت سے یا اسلحہ سے روکی جا سکے، لہٰذا اس کے لیے پروپیگنڈا اور اصطلاحات کی جنگ سے کام لیا جائے، اصطلاحات کی اسی تدبیر سے نصف صدی قبل روس نواز لیڈروں اور کمیونسٹوں نے بھی کام لیا تھا، اور کئی سوسائٹیوں میں انہوں نے اسی سے فتح

www.abulhasanalinadwi.org

حاصل کی، کسان مزدور، غریب امیر، مساوات اور امن کے الفاظ کا جو پروپیگنڈا کیا گیا، اس سے ملک کے ملک فتح کر لیے، لیکن بعد میں پتہ چلا کہ اکثر ایسا نعرہ لگانے والے خود اپنے ماحول میں اس پر عمل نہیں کرتے۔ یہ صرف عوام کے ذہنوں کو متاثر کرنے کے لیے بطورِ ہتھیار استعمال کیا جاتا ہے۔ چنانچہ متعدد روسی قائدین غیر معمولی سرمایہ داری بلکہ ظالمانہ دولت مندی کا شکار تھے۔ ان میں خاص طور پر برزنیف جو کمیونسٹوں کے بڑے کامیاب لیڈر رہے ہیں اور دنیا پر ان کا بڑا رعب داب رہا، شخصی طور پر سخت دولت مندانہ اور عیش پسند زندگی رکھتے تھے لیکن پھر بھی غریب نواز اور مزدور مزاج اور ہمدرد عوام سمجھے جاتے رہے کیوں کہ وہ دھوکہ دینے والی اصطلاحات استعمال کرتے تھے، اسی طرح یورپ کے بڑے بڑے بظاہر سیکولر لیڈر جو اسلامی مذہبیت کی مخالفت کرتے ہیں اور مذہب کو برا کہتے ہیں۔ اپنے عیسائی مذہب کے داعی اور حامی ہیں، ان سب کے یہ خوشنما نعرے غیروں کو ان کی راہ سے ہٹانے کے لیے اور اپنا تابع بنانے کے لیے ہیں۔

یورپ جس کو بنیاد پرستی اور فنڈامنٹلزم کہتا ہے، وہ اس کو صرف مسلمانوں میں نظر آتی ہے، خود اپنی سوسائٹی میں اور دوسرے مذاہب کی سوسائٹیوں میں نظر نہیں آتی، انڈونیشیا میں عیسائی بنانے والی مشنریوں کو کیا کیا اختیارات حاصل ہیں اور وہ کس طرح مسلمانوں کو ان کے اپنے مذہب کی ترویج سے روکتے ہیں لیکن خود عیسائیت کی ترویج کرتے ہیں، ہزاروں تو ان کے ادارے ہیں، ان کے پادریوں کے پاس ہوائی جہاز ہیں، ہیلی کاپٹر ہیں، جن سے جہاں چاہیں، پہنچ جاتے ہیں اور عیسائیت کی تبلیغ کا کام کرتے ہیں، بے تحاشہ پیسہ خرچ کرتے ہیں، اس کے باوجود یورپ اس کو ایک مرتبہ بھی فنڈامنٹلزم نہیں کہتا، بلکہ اسی ملک میں جو مسلمان اکثریت کا ملک ہے اسلامی دعوت وتبلیغ کا کام کرنے والوں کو فنڈامنٹلسٹ کہتا ہے۔ یہودیوں نے مذہب کے نام

www.abulhasanalinadwi.org

پر فلسطین پر قبضہ کرلیا اور مذہبی بنیاد پر اسرائیل نام کی حکومت بنالی، اصل باشندوں کو ان کے علاقوں سے بے دخل کیا، لیکن ان کو یورپ نے اس کام سے نہیں روکا اور نہ اس کو کوئی برا نام دیا، اور فنڈامنٹلزم کی اصطلاح کا ان کے لیے استعمال بھی نہیں کیا، لیکن الجزائر میں اسلامی بیداری پسند کرنے والوں نے جب جمہوری طریقہ سے الیکشن جیت لیا تو الیکشن کو یہ کہہ کر ختم کردیا کہ اسلامی فنڈامنٹلزم آرہا ہے اور اس کو ہر قیمت پر روکنا ہے، یہودیوں کی مذہب پرستی جارحیت اور ظلم کی حد تک پہنچ جائے تو بھی وہ فنڈامنٹلزم یا برا کام نہیں ہے لیکن مسلمانوں کی مذہبی بیداری کی فکر رکھنے والے حضرات اگر جمہوری طریقہ سے الیکشن جیت جائیں تو ان کو اس کامیابی کا حق نہیں دیا جاسکتا۔ یہ عجیب منطق ہے پھر مستزاد یہ کہ اپنا جمہوری حق مانگنے پر اسلام کے اثر بڑھنے سے ڈر کر سختی کے ساتھ روکا جاتا ہے حتیٰ کہ ظلم وتعدی کا سلسلہ شروع کردیا جاتا ہے اس سے اگر مظلوموں کے دلوں میں غصہ بڑھے اور مظلوم لوگ بے قابو ہو کر انتقامی کیفیت میں مبتلا ہو جائیں تو ان کو قصوروار کہا جاتا ہے سب پر نظر نہیں ڈالی جاتی یورپ خود مسلمانوں کی پرامن مذہبیت کو روکتا ہے اور زبردستی کرتا ہے اور جب مسلمان اس ظلم کے خلاف آواز اٹھاتے ہیں تو ان پر تشدد پسندی اور اصول پرستی کا الزام لگا کر بدنام کرتا ہے۔

ایک اہم بات یہ ہے کہ مسلمانوں میں مذہب پسندی کی شدت اور ناگواری کی یہ تیز لہر کس نے پیدا کی، اس پر بھی غور کرنا چاہئے، یہ صرف علماء، فقہاء، اور اسلامی تحریکوں نے نہیں پیدا کی، یہ دراصل ان حق تلفیوں، زیادتیوں اور سیاسی مظالم سے بھی پیدا ہوئی بلکہ بڑھی ہے جو ساری دنیا میں مسلمانوں کے ساتھ کیے جارہے ہیں۔ عراق نے کویت پر حملہ کیا تو اس کو متحدہ اقوام نے فوجیں بھیج کر امریکہ کی سرکردگی میں چند مہینوں کے اندر سخت سزا دی گئی اور اس کی طاقت توڑ دی گئی لیکن بوسنیا پر حربوں کا ظلم وسفا کی تو مدت

www.abulhasanalinadwi.org

درازتک جاری رہا لیکن متحدہ اقوام گومگو میں ہے کہ ظالم عیسائی ہیں، کیسے اسے روکے۔

جہاں جہاں مسلمان ہیں اور وہ مسلمان بن کر رہنا چاہتے ہیں، مسلمان رہنے کے لیے ان کی کوششوں کو فنڈامنٹلزم کہہ کر ان کو کیوں مطعون کیا جاتا ہے، ان کے مذہبی حق کو کیوں چھینا جاتا ہے اور پھر اس کو چھیننے میں کیوں ہر طرح کا ظلم کیا جاتا ہے، بوسنیا میں، چیچنیا میں، صومالیہ میں اور اس طرح کے دوسرے علاقوں میں جس طرح اصلی باشندوں کے جمہوری حق کو چھینا جارہا ہے۔ اس سے وہاں کی آبادی میں غصہ پیدا ہونا اور اپنی مذہبی آزادی کے چھینے جانے پر اس کے دفاع میں لگ جانا کوئی تعجب کی بات نہیں ہے، یہ ایک نفسیاتی حقیقت ہے کہ جب کسی پر ظلم ہوتا ہو، اس کو اس کے مذہب سے روکا جاتا ہو تو اس میں غصہ اور انتقام کا جذبہ پیدا ہوگا، اپنے مذہب کی حالت میں وہ کیفیت اور جذبہ بڑھے گا جس کو یورپ فنڈامنٹلزم کا نام دیتا ہے اور ظلم پر غصہ آئے تو اس کو دہشت گردی کہتا ہے، اس کو یہ سمجھنا چاہئے کہ غصہ طاقت کے استعمال سے کم نہیں ہوتا، چنانچہ اس وقت مسلمانوں کو یورپ سے ناگواری ہے۔ بدنام کرنے سے مسلمانوں کے دلوں میں اپنے مذہب سے وفاداری کا جذبہ اور ناانصافی کے ہتھیار کے ذریعہ دبانے سے بجائے گھٹنے کے بڑھے گا۔

فنڈامنٹلزم ایک دھوکے کی اصطلاح کے علاوہ کچھ نہیں اور اس کا پروپیگنڈا محض ایک سیاسی تدبیر ہے جو ناکامی پر ہی ختم ہوگی، کیونکہ مسلمانوں کی اسلامی بیداری کسی قوم کے خلاف نہیں ہے وہ اپنی سوئی ہوئی کیفیتوں کو بیدار کرنے کا نام ہے، اگر اس کے ساتھ جمہوری رویہ اختیار کیا جائے تو دوستی اور باہمی رواداری کی فضا بنے گی اور اگر اس کو کچلنے اور دبانے کا رویہ اختیار کیا جائے گا تو اس میں کامیابی کا امکان نہیں ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

امت اسلامیہ کا ناسور

انانیت اور سطحی منفعت

آج یورپ کے ہاتھ میں دنیا کی سیادت وقیادت ہے۔ حالانکہ یہ سیادت و قیادت اس کے پاس کوئی طویل زمانہ سے نہیں ہے بلکہ کچھ ہی صدیوں قبل یہ زمام قیادت اس کے ہاتھ میں آئی اس سے قبل مسلمان دنیا کی قیادت کررہے تھے اس وقت مسلمان باہم متحد و متفق تھے اور ایک جھنڈے کے نیچے تھے۔ یہ اتحاد ان کی قوت کا راز اور دنیاوی قیادت کا رمز تھا۔ مگر جب وہ مختلف جھنڈوں کے نیچے آگئے اور اتحاد کا رشتہ ٹوٹ گیا اور ہر ایک اپنے ہی مخصوص نقطۂ نظر کو بلند و اعلیٰ سمجھنے لگا تو ان کے درمیان مقابلہ آرائی اور رسہ کشی شروع ہوگئی آپس میں دوری ہوگئی پھر تقسیم ہوگئی اور ان کی شوکت وعظمت باقی نہ رہی اور سیادت وقیادت ان کے ہاتھوں سے جاتی رہی۔

بڑی عجیب بات ہے کہ اس امت کو ہم ایک خدا، ایک رسول، ایک کتاب اور ایک کلمہ پر تو متحد پاتے ہیں لیکن اتحاد کا یہ رشتہ ہمیں اس کے معاملات کے اندر نظر نہیں آتا ہے، درحقیقت اس امت کا روگ اور اس کی سرحدوں کا خطرناک پہلو اور حساس علاقہ یہی ہے۔ اگرچہ یہ اپنی وحدت کو بحال کرنے اور استوار کرنے کے

www.abulhasanalinadwi.org

لیے تنظیمیں، انجمنیں اور جماعتیں قائم کرتی ہے، لیکن اس کی اس وحدت کے اندر بالکل استقامت و پائداری نہیں ہوتی اور نہ سنجیدگی و استقلال ملتا ہے، چنانچہ مستحکم بنیادوں پر قائم نہ رہنے کی وجہ سے اس کو سطحی منفعت و مصلحت اور انانیت پر غلبہ حاصل نہیں ہو پاتا ہے آج اس امت کو کتنے مشکل مسائل درپیش ہیں اور یہ کتنے سخت خطرات کا نشانہ بنی ہوئی ہے، جانی و مالی خسارے بھی اور ذلت و رسوائی بھی اس کو بھی مختلف اطراف سے گھیرے رہتی ہے لیکن اس سے بھی تکلیف دہ جو بات ہے وہ یہ ہے کہ دنیا کی نگاہوں میں رسوا اور ذلیل ہوتی جارہی ہے اس کی اس رسوائی کا بڑا سبب ہم یہ پاتے ہیں کہ اس کے حکام و امراء درپیش مسائل کو بہت ہی بچکانہ نظر سے دیکھتے ہیں اور ان کے حل کے سلسلہ میں وہ عموماً سیاسی لاعقلی کا شکار ہیں۔ مثلاً ایک عرصہ سے مسلسل چلنے والی خلیج کی جنگ ایسے حالات سے دوچار ہے جن میں ہلاکت و بربادی کے علاوہ کچھ حاصل نہیں۔ مضحکہ خیز بات یہ ہے کہ جنگ صرف اس لیے جاری ہے کہ فریقین میں سے کسی ایک فریق کو جارح مان لیا جائے۔

کیا یہ کم عقلی اور غیر دانش مندی کی بات نہیں ہے کہ جان و مال کا خسارہ صرف اس لیے ہوتا رہے کہ فریقین کے کانوں کو ایک دل پسند جملہ سننے کو مل جائے۔ سبحان اللہ! یہ بھی کیا خوب شوق ہے کہ ایک دل پسند جملہ اور انا کو تسکین دینے والے فقرہ کو حاصل کرنے کے لیے دو طرفہ عظیم تباہیوں کو برداشت کیا جائے اس دل پسند فقرہ کے مل جانے سے کیا فرق پڑے گا، صرف کہنے کو ملے گا کہ ہم جارح نہیں، جارح فلاں تھا، یعنی ہماری مونچھیں نیچی نہیں ہوئیں، فریق ثانی کی مونچھیں نیچی ہوئیں۔

اس جنگ میں مسلمانوں کی کیسی کیسی معنوی اور مادی قوتیں ضائع ہوئیں اور دنیا میں ان کی جو عزت تھی وہ برباد ہوئی، اب اس کی تلافی ہونا ایک طویل عرصہ

www.abulhasanalinadwi.org

تک مشکل ہے اور اس کے اثرات اور یادیں، ایک طویل زمانے تک باقی رہیں گی۔

اس صدی کے اوائل میں یورپ امت اسلامیہ کے مادی وسائل اور اس کی بشری قوت سے خوف کھاتا تھا، اس کو اسلام کی روحانی قوت سے ڈر اور خطرہ لگا رہتا تھا، وہ چاہتا تھا کہ کسی طرح وہ اس پر ضرب لگائے اور اس کو نیست و نابود کردے، چنانچہ اس جنگ کے ذریعہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوگیا اور اس کو سب سے بڑی کامیابی یہ ملی کہ دشمنوں کے دلوں سے مسلمانوں کی ہیبت و دبدبہ جاتا رہا اور جن کو اسلام کے نام سے لرزہ آتا تھا، ان کو یہ احساس ہوگیا کہ اس امت کی حیثیت ایک غبارے کے مانند ہوگئی ہے جس کی بہت کچھ ہوا نکل چکی ہے۔

آپس میں لڑنے والے ان دونوں اسلامی ملکوں کو اتنا احساس نہیں ہے کہ یہ اپنے دشمنوں کو ختم کرنے کے بجائے خود اپنے آپ کو ہلاک کر رہے ہیں اور اسلام کے تشخص کو نقصان پہنچا رہے ہیں اور اس ہیبت و رعب کو زائل کر رہے ہیں جو ان کے اسلاف نے دشمنوں کے دلوں میں پیدا کر دیا تھا اور جس کے وسیع اور گھنے سائے میں مخالفین کی طاقتوں پر امت بھاری ہوتی رہی ہے اور مزید افسوس کی بات یہ ہے کہ یہ سب اسلام کے نام کی نعرے بازی کر کے اور اس کو سربلند بنانے کے نام سے ہو رہا ہے۔ لیکن اسلام کی شوکت و عظمت اس تباہی میں بکرے کی طرح ذبح کی جا رہی ہے۔

اگر یہ افسوس ناک صورت حال خدانہ کرے برابر جاری رہی تو مسلمانوں کا کوئی وزن اور کوئی وقعت دنیا میں (ان کی بہت بڑی تعداد میں ہونے کے باوجود) باقی نہ رہ جائے گی دنیا کی قوموں اور امتوں کی نظر میں اہمیت اور وزن کی میزان یہی ایک آخری علامت سمجھی جاتی ہے وہ بھی نہ رہ جائے تو پھر کیا رہ جائے گا۔

موجودہ اسلامی عہد دیگر اسلامی عہدوں کے مقابلہ میں اسلام کے نام پر

www.abulhasanalinadwi.org

نعرے بازی اور اس کی سربلندی کے لیے کوشش کے تذکرہ میں ممتاز ہے چنانچہ مسلم قائدین کی زبانیں اسلام کے ساتھ وفاداری، قوم پروری اور بلند مقاصد کی خدمت کا تذکرہ ہر وقت اور ہر موقع پر کرتی رہتی ہیں۔ حتی کہ عوام الناس ان نعروں وغیرہ سے دھوکہ کھا جاتے ہیں، لیکن پھر وہ ان نعروں کو کھوکھلا سمجھ لیتے ہیں۔ وہ ان کے قول و فعل کے درمیان ہم آہنگی نہیں پاتے ہیں۔ لہذا ان کی جانب سے اس کے خلاف ردعمل ظاہر ہوتا ہے جو کبھی کبھی تشدد کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ خصوصاً جب ان کے جذبات کو کچلا جاتا ہے اور ان پر دباؤ ڈالا جاتا ہے جب وہ قائدین کے وعدوں کو عملی شکل میں دیکھنے کے لیے مطالبہ کرتے ہیں۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ مختلف ممالک میں وسیع پیمانہ پر انارکی پائی جاتی ہے جو اسلامی ملکوں میں پھیل چکی ہے۔

ایران عراق جنگ ہی کو لے لیا جائے اس جنگ کی آگ میں سیدھے سادے لوگ اور ضعیف العقل نوجوانوں کی فوج در فوج تباہ و برباد ہوتی رہی، اور حکام اور سیاستداں ان کی عقلوں اور جذبات کو استعمال کرتے رہے اور اپنی انا کی خاطر ان میں سے کوئی بھی اپنی جگہ سے کھسکنے کے لیے تیار نہیں ہوتا تھا جس کے نتیجہ میں ان کے نوجوانوں کی جانیں اور مال و دولت پانی کی طرح بے دریغ ضائع اور برباد ہوئیں لیکن ان کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی۔ ایران کے انقلاب (جو فرقہ وارانہ شکل میں ابتدا میں ظاہر نہیں ہوا تھا) کی تائید میں پرجوش لوگوں نے جلد بازی سے کام لیا۔ لیکن یہ حالت بھی برقرار نہ رہی اور جب ایرانی انقلاب شیعہ فرقہ کے رنگ میں رنگ گیا تو اہل سنت والجماعت کی تائید کرنے والوں نے اپنی تائید واپس لے لی اور بعض حکومتوں کو ایران کی دھمکیوں سے خوف پیدا ہوا یہاں تک کہ حرم مکی کا وہ حادثہ پیش آیا جو انتہائی افسوسناک اور باعث فکر و تشویش ہے۔ (۱)

---

(۱) ترجمہ مولوی سید محمد جاوید اقبال ندوی

www.abulhasanalinadwi.org

سخت حالات اور عمومی بے شعوری

دنیا میں مسلمانوں کی تعداد قابل اطمینان حد تک ہونے کے باوجود ان کے ساتھ متعدد ممالک میں ایسا غیر انسانی برتاؤ کیا جا رہا ہے جس کو سننا بھی تکلیف کی بات ہے اور مسلمان اپنی معتد بہ تعداد کے باوجود اس خلافِ انسانیت برتاؤ کے ازالہ کے لیے کچھ نہیں کر پا رہے ہیں، یا یہ کہنا چاہیے کہ زیادہ توجہ نہیں کر رہے ہیں۔ مسلمانوں کی طرف سے کچھ کرنے یا کر سکنے کے لیے تعداد طاقت اور سیاسی اثرات کے علاوہ اور بھی دیگر مسائل ہیں وہ ان کو صحیح طور پر اختیار نہیں کر رہے ہیں، دراصل کچھ کر سکنے کے لیے اقلیت و اکثریت کے پیمانے کے علاوہ اخلاقی و دینی پیمانوں کی بڑی اہمیت ہے اور ہم مسلمان ایک عرصہ سے ان پیمانوں کو اختیار کرنے اور ان کو کام میں لانے سے سخت بے اعتنائی برتنے لگے ہیں، یہی وجہ ہے کہ کسی زمانہ میں اقلیت میں ہونے کے باوجود کامیابیوں کی طرف بڑھتے تھے اور اب تعداد میں بہتر ہونے کے باوجود پیچھے ہٹتے اور گرتے جا رہے ہیں۔

بوسنیا میں لوگوں پر جو ظلم ہو رہا ہے اس کو دنیا دیکھ رہی ہے اسلام دشمن تو خیر کیا توجہ کریں گے لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ مسلمانوں کو جہاں جہاں مادی وسائل اور طاقت و اثر استعمال کرنے کی صلاحیت حاصل ہے وہاں بھی اس مسئلہ کی طرف

www.abulhasanalinadwi.org

خاص توجہ نہیں دی جارہی ہے لاکھوں نہتے مسلمانوں کو طاقت کے ظالمانہ استعمال کے ذریعہ شہروں اور بستیوں سے بے دخل کیا جارہا ہے اور ہزاروں ہزار مسلمان ظالمانہ حملوں کے ذریعہ ختم کردیئے گئے اور کیے جارہے ہیں، متحدہ اقوام نے اس علاقہ میں مسلمانوں کا اپنے وطن کی طرح رہنے واپنی مرضی سے حکومت کرنے کے حق کو تسلیم کر رکھا ہے، لیکن وہاں کے حوادث ومظالم کو تیزی اور فکرمندی سے نہیں روک رہا ہے کیونکہ حملہ آور عیسائی ہیں ان کے خلاف سخت کاروائی اس کے حلق سے نہیں اترتی، متحدہ اقوام میں مسلمانوں کے ووٹوں کی تعداد چوتھائی ہے وہ غیر معمولی طور پر اثر انداز ہوسکتے ہیں اور توجہ کرنے پر مجبور کرسکتے ہیں پھر ان کے ملکوں کے پاس ایسے وسائل ہیں جن کی حاجت ساری دنیا کو ہوتی ہے اخلاقی اور سیاسی دباؤ ڈالنے کے بھی اچھے ذرائع ہیں لیکن پھر بھی ان سے فائدہ اٹھانے کی طرف توجہ نہیں کی جارہی ہے، صرف کچھ بیانات اور کسی حد تک مالی امداد پر اکتفا کی جارہی ہے اس کی بڑی وجہ وہ اخلاقی اور دینی کمزوری ہے جو اس وقت دنیا کے مسلمانوں میں سرایت کرچکی ہے، خودغرضی، دنیا کی محبت، دنیاوی کرّوفر، اور دنیاوی جاہ ومنزلت سے مرعوبیت عام طور پر پھیل چکی ہے۔ یورپ کی عظمت کا احساس دلوں میں گھر کیے ہوئے ہے، بھائی سے زیادہ اس شخص سے تعلق ہے جس سے مادی منفعت جاہ وعزت کا حصول ہو، ایسے میں دشمن کے مقابلہ میں اگر تعداد زیادہ ہو تو بھی کامیابی اور اثر پذیری مشکل ہے چہ جائیکہ دشمن کے مقابلہ میں تعداد کم ہی ہو۔

مسلمانوں کی تاریخ میں تعداد کی اہمیت کبھی نہیں رہی، اخلاقیات دینی غیرت اور معنوی طاقت کو اولیت رہی ہے اور ان کی فتح وشکست میں یہی عامل سب سے بڑا عامل رہا ہے، اور جب جب یہ عامل کمزور ہوا، ان کو کمزوری لاحق ہوئی اس کے نتیجہ میں مسلمانوں نے کئی جگہ عزت وحکومت دونوں کھودی۔ اسپین میں اندلس کی

www.abulhasanalinadwi.org

حکومت کا کھونا تعداد یا فوجی وسائل کی کمی کی وجہ سے نہیں پیش آیا، وہاں آپس کے تفرقہ اور بھائی بھائی کی لڑائی، چھوٹی چھوٹی ٹولیوں اور ریاستوں میں بٹ جانے، پھر آپس کی ریشہ دوانیوں اور ایک دوسرے کے خلاف سازشیں کرنے، اور اس میں دشمنوں تک سے مدد لینے سے یہ واقعہ پیش آیا اور پھر مصیبت آنے پر طاقتور اور با اثر بھائیوں کی طرف سے بے توجہی اختیار کرنے نے مزید اثر ڈالا۔

اندلس کی شاندار تاریخ کے عہد کا ایک فقرہ اس سلسلے میں آبِ زر سے لکھنے کا ہے کہ جب ایک موقع پر اندلس کی مسلمان حکومت کو اپنے پڑوسی عیسائی دشمن کے مقابلے میں سخت دشواری ہوئی تو اس کو مراکش کی مسلمان حکومت سے مدد لینے کا خیال ہوا، مشیروں نے کہا کہ کہیں وہ مدد کرنے کے بعد خود قابض نہ ہو جائے، اس پر مسلمان سربراہ حکومت نے یہ آب زر سے لکھنے کے قابل فقرہ کہا کہ ''عیسائیوں کے زیرِ اقتدار آجانے سے ہمارے بچے ان کے سور چرانے پر مجبور ہوں اس سے کہیں بہتر ہے کہ مسلمانوں کے زیرِ اقتدار آجانے پر ہمارے بچے ان کے اونٹ چرائیں....'' چنانچہ مراکش کے مسلمانوں سے مدد لی اور کامیابی ملی اور اندلس کی شاندار تاریخ جاری رہی، لیکن پھر اس کے آخری حکمراں عبداللہ الاحمر پر ختم ہوئی جو اپنی برادر حکومتوں سے لڑتے رہے اور آخر میں اپنے حریف بھائی کے مقابلے کے لیے عیسائی حکمراں سے مدد لی اور اس نے مدد کر کے خود عبداللہ الاحمر کو ملک سے دست بردار ہو جانے پر مجبور کیا اور اسی پر اندلس سے مسلمانوں کی سات صدی کی حکومت ختم ہوئی اور عبداللہ الاحمر نے روتے ہوئے ملک کو چھوڑا۔ اس پر ان کی والدہ نے تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ ''وہ مملکت جس کو تم مردوں کی طرح سنبھال نہ سکے اس پر عورتوں کی طرح روؤ''۔

اصل چیز غیرت و فکر ہے جس میں عزت و ذلت کے پیمانوں کو صحیح طور پر سمجھنے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے پھر آدمی اپنے ذاتی اور گروہی مفادات کو اپنی ملی

www.abulhasanalinadwi.org

واخلاقی اور دینی آبرو کے بچانے کے لیے قربان کرسکتا ہے۔

اس وقت دنیا میں مسلمانوں کے حالات میں عجیب وغریب تضاد ہے مسلمانوں کے ملکوں کی ایک تعداد خوشحالی اور مالی صلاحیتوں سے بھرپور ہے، کچھ ملکوں میں آپسی کشمکش کا دوردورہ ہے اور بعض ملکوں میں بیرونی طاقتوں کی طرف سے کشت وخون کا بازار گرم ہے، بعض جگہ ضروریات زندگی سے محرومی اور فقروفاقہ کے حالات حد سے گزر چکے ہیں، اور اس کی تازہ مثال مشرقی افریقہ کا صومال نامی مسلمان علاقہ ہے اس میں لاکھوں افراد کے فقروفاقہ سے مرنے کی صورت حال سامنے ہے، وہاں یہ حالات دراصل ان کی آپسی لڑائی کی وجہ سے بھی ہیں کہیں خود اسلام کی حفاظت کے لیے سخت کشمکش اور جدوجہد بلکہ قربانیوں سے گزرنا پڑ رہا ہے اور اسلامی تشخص کے لیے شدید جدوجہد کرنا پڑ رہی ہے، لیکن جو کمزوری ہر جگہ مشترک ہے وہ ذاتی اور گروہی خودغرضی، اتحاد واتفاق کے بارے میں کوتاہی گروہ بندیوں اور آپس کی کشمکش میں اپنی خاصی طاقتوں کا ضیاع ہے اس کی وجہ سے دشمن کو کامیابی کی راہ ملتی ہے اور مقابلہ کی طاقت کمزور ہوتی ہے اور مظلوموں کی دادرسی نہیں ہو پاتی۔

www.abulhasanalinadwi.org

دورِ حاضر کے حکام اور ان کے دعوے

عہد قدیم کی انسانی تاریخ کو ظلم و زیادتی اور غلامی کا عہد تصور کیا جاتا ہے ایسا عہد جس میں لوگ بلند و پست طبقوں میں تقسیم کر دیئے گئے تھے، اور اس عہد کی معاشرتی زندگی میں رائج طور طریقوں کو ظلم و بربریت کے ساتھ متصف کیا جاتا ہے، چنانچہ انہیں ظالمانہ انداز و اطوار سے نجات دلانے کی خاطر جدید افکار و نظریات کو جنم دیا گیا، اور ان کو انسانیت کے نجات دہندہ نظریات کی حیثیت دی گئی، چنانچہ لوگوں نے ان افکار و نظریات کے داعیوں اور قوموں کو ظالم طاقتوں سے نجات دلانے والی تحریکوں کے سربراہوں کے یہ بلند بانگ دعوے سنے کہ انسان کو ظلم و ستم سے نجات دلانے کے لیے جن نظریات اور جن نظاموں کی وہ دعوت دے رہے ہیں، وہ تاریخِ انسانی میں سب سے اعلیٰ اور مفید نظریات ہیں، یہ قائدینِ جمہوریت و اشتراکیت اور مساوات و حریت کا نعرہ بلند کرتے اور امیدیں دلاتے ہیں کہ جب انہیں اقتدار حاصل ہو جائے گا تو وہ مساوات و جمہوریت کا اعلیٰ نظام نافذ کریں گے، اور معاشرت میں اس کی نعمت کو عام کریں گے، اور اسی کے ساتھ عوام کو یہ باور کراتے ہیں کہ وہی انسانیت کے سچے بہی خواہ ہیں، اور جو شخص ان کی مخالفت کرے گا وہ

www.abulhasanalinadwi.org

انسانیت کا سب سے بڑا دشمن اور معاشرے میں بگاڑ پیدا کرنے والا ہوگا۔

لیکن مشاہدہ یہ ہے کہ جس ملک میں بھی جمہوریت کے ان دعویٰ داروں کی حکومت قائم ہوتی ہے، معاملہ بالکل برعکس ہوتا ہے، ہم دیکھتے ہیں گزشتہ حکمرانوں اور موجودہ لیڈروں میں صرف اتنا ہی فرق ہے کہ موجودہ حکمراں پُر اثر پروپگنڈے سے اپنے دعوؤں کو بار بار دہرانے اور نئی نئی اصطلاحات استعمال کرنے میں فائق ہیں۔ ان کی باتوں کا لوگوں کے دلوں پر اثر پڑتا ہے لیکن ان کی باتیں عملی زندگی میں نافذ نہیں ہوتی ہیں، اور نہ عوام کو ان باتوں سے کچھ ملتا ہے، جمہوریت وانصاف کے ان نعرہ بلند کرنے والوں کو ہم دیکھتے ہیں کہ وہ اپنے نظریات کو خود اپنے اوپر بھی نافذ نہیں کرتے اور نہ حریت ومساوات کو اپنا طریقہ کار بناتے ہیں، اور نہ دوسروں کے ساتھ وہ رویہ اختیار کرتے ہیں جو ان کی باتوں سے ظاہر ہوتا ہے ان کی زندگی میں جتنی آرام و آسائش اور خوش حالی ملتی ہے، وہ عوام کے کسی فرد کو نہیں ملتی، اور جس طرح یہ عیش کی زندگی گزارتے ہیں عوام اس کا خواب بھی نہیں دیکھ سکتے اور یہ عیش وآرام کی زندگی خود عوام کے مال ودولت کے سہارے حاصل کی جاتی ہے، اور مزید یہ کہ عوام کے ساتھ جبر وتشدد کا رویہ اختیار کیا جاتا ہے اور اپنے افکار وخیالات کا اس طرح تابع بنانے کی کوشش کی جاتی ہے کہ جیسے کوئی فرمان خداوندی یا احکام سماوی ہے جس میں نہ تو کوئی مخالفت کی گنجائش ہے اور نہ کوئی تردد جائز۔

یہ لوگ عوام کے سامنے ایک استاد ومعلم کے لباس میں آتے ہیں جس کی بات سننا اور جس کے درس کو قبول کرنا اس کے شاگردوں پر لازم ہو اور جس کو اپنے استاذ کی اطاعت وفرمانبرداری کے علاوہ کوئی چارہ کار نہ ہو، پھر یہ انسانی اخلاق اور نظامہائے زندگی کا درس دیتے ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ قوم وملت کی

www.abulhasanalinadwi.org

روحیں خود ان کے جسموں میں حلول کر گئی ہیں، ان کی جانیں اور اقوام کے افراد کی جانیں ایک ہوگئی ہیں، لہٰذا اُن کا کھانا پینا اور عیش و آرام، قوم کے افراد کا کھانا پینا اور آرام کے مترادف ہے، اور ان کا کسی طرح کی رائے قائم کرنا قوم کی رائے قائم کرنا ہے، اور ان کی پسند و ناپسند قوم کی پسند و ناپسند ہے، اگر ان کو دولت و ثروت حاصل ہوتی ہے تو گویا قوم کو یہ دولت و ثروت حاصل ہوگئی، اور وہ اپنی قوم کے ایسے نمائندہ و نائب ہوتے ہیں کہ قوم کو اپنی سمجھ اور رائے کو نظر انداز کر کے صرف انہیں کی سمجھ اور رائے کے حوالہ رہنا ہے، لہٰذا ان حکمرانوں کی عقل جس بات کو صحیح سمجھے، اس کو وہ صحیح سمجھیں، اور جس چیز کا حکم دیں اس پر عمل کریں، ایک جان دو قالب قرار پا جانے کے بعد اب قوم کے کسی فرد کے لیے جائز نہیں کہ فقر و محتاجگی کی حالت میں اپنی خفگی کا اظہار کرے اس لیے کہ یہ دونوں حالتیں حاکم کو پیش نہیں آتیں اور جب حاکم عوام کے تمام افراد کا نمائندہ ہے۔ تو اس کو یہ حق حاصل ہے کہ عوام ہی کی طرف سے عوام کے نام جو چاہے فرمان جاری کرے اور ان کی طرف سے جو چاہے عزت و احترام حاصل کرے اور اسے یہ حق پہنچتا ہے کہ ذاتی طور پر جو رائے چاہے اختیار کرے، وہ عوام کی رائے قرار پائے گی، نیز اپنی ذاتی حریت کو عوام کے افراد کی حریت سمجھے، اپنی ذاتی خوشحالی کو عوام کی خوشحالی کے قائم مقام سمجھے، یہ بات کیسے صحیح ہو سکتی ہے کہ ان کی آزادی ہی ان کے عوام کی آزادی قرار پا جائے اور ان کے خاندان کی خوش حالی عوام کی خوشحالی ہوگی اور اس طرح حریت و خوشحالی تک عوام کو پہنچانے کا یہ شارٹ ہینڈ طریقہ ثابت ہوگا یہی وہ صورت حال ہے جو ہم کو اشتراکی حکمرانوں اور جمہوریت کے موجودہ دعویٰ داروں میں نظر آتی ہے، یہی وجہ ہے کہ جمہوریت و اشتراکیت پسند حکمراں کے ماتحتی میں جو قومیں زندگی گزارتی ہیں، وہ اذیتوں اور محرومیوں کے باوجود اس مسلسل پروپیگنڈے کے پردہ کے پیچھے زندگی گزار رہی ہیں ان قوموں کو زندگی کے تمام آرائم و آسائش اور انصاف و

www.abulhasanalinadwi.org

مساوات کی مکمل صورتیں حاصل ہیں، اور حریت جیسی گراں قدر نعمت سے فائدہ اٹھانے کے پورے مواقع صرف انہیں کو حاصل ہیں، ایسی خبریں ان ملکوں کے پریس، ریڈیو، اور حکمرانوں کے بیانات کے ذریعہ آتی رہتی ہیں۔

ان ملکوں کے عوام کے حالات اندرون ملک عملی ذرائع سے حاصل کرنے کی کوشش کرنے میں وہ ایک بے جا کام کر رہے ہیں، کیونکہ شاید یہ ایک طرح کی چوری ہے اور چوری کرنا بری بات ہے، سیدھا طریقہ یہ ہے کہ حکمرانوں کی صحت و آسائش کے حالات معلوم کر لیے جائیں، اور وہ جو اعداد و شمار اور یقین دہانیاں کرائیں اس پر اکتفا کر لیا جائے بس یہی کافی ہے کیونکہ یہی تو قوم ہیں جو انسانی تاریخ کا سب سے بڑا دھوکا اور فریب ہے، جس کا شکار آج کل عوام اور قومیں بن رہی ہیں ان کو اپنے حکام اور رہنماؤں کی جانب سے ہر قسم کی ظلم و زیادتی برداشت کرنا ہوتی ہے اور پروپیگنڈہ یہ ہوتا ہے کہ ان حکمرانوں سے زیادہ رحم دل آج تک تاریخ میں اور کوئی نہیں ہوا، اور یہ فریب اس وقت اور زیادہ خطرناک ہو جاتا ہے جب قوم کے صاحب عقل و فضل لوگ بھی ان دوہری سیاست کے حامل حکمرانوں کو صحیح قرار دیتے ہیں، اور اصل حقیقت پر پردہ ڈالتے رہتے ہیں، اور ان کے طریقہ کار کی مدح سرائی کرتے ہیں اس صورت حال کا سب سے زیادہ مظاہرہ نام نہاد سوشلسٹ ملکوں میں ہو رہا ہے اور اس پروپیگنڈہ کے نتیجہ میں اب بہت سے خام جمہوری ملک بھی ان کی راہ پر چلنے لگے ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

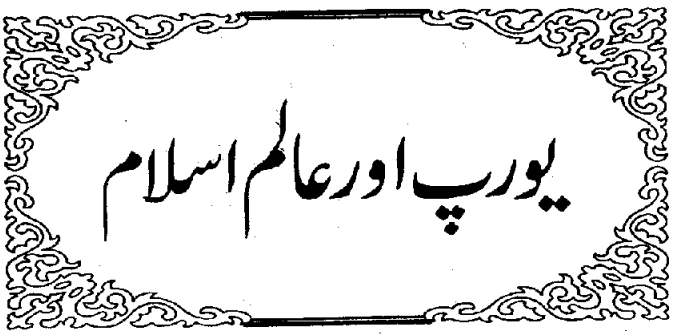

www.abulhasanalinadwi.org

www.abulhasanalinadwi.org

یورپ اور مسلمان

ابھی زیادہ وقت نہیں گزرا جب کہ مشرق کی مسلمان اور خصوصاً عرب قومیں مشرقی مزاج کی حامل اور اسلامی الفطرت تھیں، اور ان پر خارجی اثرات نے کوئی اثر نہیں ڈالا تھا، لیکن جب سے مشرق نے یورپ سے سائنسی علوم کی خوشہ چینی شروع کی جس کو انھوں نے اصلاً مسلمانوں سے حاصل کیا تھا تو ایک فطری بات تھی کہ وہ اس سے متأثر ہوتے جب کہ اس کا بڑا حصہ مفید و نافع بھی ہے، بشرطیکہ مکمل احتیاط اور ہوشمندی سے یہ کام ہوتا، لیکن ہر غالب قوم سے مرعوبیت اور ہر پرفریب شے سے گرویدگی انسان کو اس کے اصل مقام سے ہٹا دیتی ہے، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مشرق کے نوجوان انتہا پسند ملحد و بے دین یورپ کے افکار و نظریات سے متأثر ہو گئے اور اس کی تہذیب و تمدن کے سامنے ہوش و حواس کھو بیٹھے، اور احساس کمتری کے شکار ہو گئے، صورت حال یہ ہے کہ آج انھوں نے اس بات کو فراموش کر دیا ہے کہ یہی اہلِ یورپ جنہوں نے پانچ صدی قبل ان کے عظیم اسلاف کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا ہے، وہ ان سائنسی علوم سے یکسر دور تھے، جس میں آج انھوں نے ترقی حاصل کر لی ہے، ان کے نوجوانوں نے اس کے مبادی کو اسپین کے اسلامی اور عربی سرچشموں سے اخذ کیا تھا، چنانچہ یورپ نے کوشش کی اور جیسے جیسے زمانہ گزرتا گیا ان کی کوشش تیز تر ہوتی گئی، حتیٰ

www.abulhasanalinadwi.org

کہ وہ اہلِ عرب اور ان مسلمانوں پر فائق ہو گئے جو دنیا میں علوم وفنون، طاقت وقوت اور سیاست میں تقریباً چھ سو سال تک نمایاں تھے، اور یہ صورت حال اس وقت پیش آئی تھی جب کہ یورپ جہالت وناخواندگی اور ادبار واضمحلال کی وسیع وعریض وادی میں بھٹک رہا تھا، لیکن اس کے بعد مسلمان علمی زندگی اور عقلی میدان میں اپنی کوشش جاری نہ رکھ سکے اور اپنی غفلت سے پیچھے ہٹتے چلے گئے۔

لیکن یورپ نے مسلمانوں کے علم سے جو انھوں نے مسلمانوں کے عہد زریں میں اندلس جا کر حاصل کیا اور آنکھیں کھولیں تو مادی اور سائنسی علوم میں اپنی کوششیں تیز تر کرنے لگا اور اس نے برابر مختلف اَدوار میں مسلمانوں کے فضل وکمال پر پردہ ڈالنے کی ناپاک کوشش کی، جب کہ اس کی فوجیں اسلامی فوجوں کے سامنے پے در پے شکست کھا رہی تھیں، اور کمزور وپسپا ہو رہی تھیں، اسی وقت سے یورپ مسلمانوں کے تئیں دل میں بغض وعداوت رکھتا ہے اور ان کی طاقتوں کو پاش پاش کر دینے میں دلچسپی دکھاتا ہے، اور مسلمانوں کے علاقوں میں فوج کشی کرنے اور ان کے مالوں پر قبضہ جمانے اور ان کی عزت وآبرو کو پامال کرنے اور ان کی اخلاقی وانسانی قدروں کو ختم کرنے کا منصوبہ بنا رہا ہے، چنانچہ اب وہ اسلامی ملکوں پر حملے کرنے لگا ہے اور اپنے آلات ووسائل اور اپنی خفیہ سازشوں اور دسیسہ کاریوں سے ان پر اپنی چھاپ ڈالنے کی کوشش کر رہا ہے، جس کی وجہ سے اس نے مشرقی علاقوں میں مسلمانوں کی معنوی طاقت ختم کرنے میں خاصی کامیابی حاصل کر لی ہے، اور اس نے اپنے مقصد تک پہنچنے کے لیے ظلم وزیادتی اور انسانی طاقت کو پامال کرنے اور خود مساوات وجمہوریت کے ان قوانین کو چاک کرنے کا طریقہ اپنایا، جس کی پُر زور دعوت اس کے سیاسی لیڈران دے رہے ہیں، وہ اپنی باتوں سے مشرقی اقوام کو انصاف اور جمہوریت کا درس دے رہے ہیں، جب کہ دوسری طرف انہیں کے لوگ جن کے ہاتھ میں حکومت وسیاست ہے ان

www.abulhasanalinadwi.org

کی مخالفت کررہے ہیں، پھر یہی لوگ اپنے علمی اور پرفریب ادبی جائزہ کی راہ سے ان کی تائید کرتے ہیں، لیکن اگر مسلمان اپنی اصل وصحیح فکر کی حفاظت کریں اور اپنے اس نافع وموروثی سرمایہ سے فائدہ اٹھائیں، جس نے دراصل ان کے اندر اور ان کے تعاون سے فرزندانِ یورپ میں علمی اور فکری کارکردگی کی قندیلوں کو روشن کیا ہے، تو یہ مسلمانوں کے لیے کوئی زیادہ دشوار بات نہیں، علمی سرمایہ کے محققین اور ان پر ریسرچ وتحقیق کرنے والوں کے اعترافات اس کی شہادت دیتے ہیں۔ اور مسلمانوں کے علوم و افکار کے بہت سارے نقوش ان جدید انکشافات اور ترقی پذیر علمی تحقیقات میں پائے جاتے ہیں، لیکن یہی یورپ جس نے علمی روشنی کی شعائیں اسپین اور مشرقی اسلامی شہروں میں ہمارے باکمال اسلاف سے اخذ کی تھیں، اس نور کو اپنی مذہبی اور نسلی عصبیت سے ملادیا، مسلمانوں اور اہل عرب کے ساتھ اس اخلاق سوز آگ کا سلوک کیا جو انسانی اخلاق کو یہ سمجھتے ہوئے خاکستر کرتی ہے کہ یہ محض ایک نور ہے جو انسانیت کو چمک دمک، تراش، خراش، خوشنمائی ودلفریبی عطا کرتا ہے، مشرق والوں اور خصوصاً اہل عرب کے ذہن سے یہ بات نکل چکی ہے کہ وہ لوگ یورپ سے ایسی چیز حاصل کررہے ہیں جو نور ونار کا مجموعہ ہے، جو ان کے لیے زندگی کے ایک پہلو میں نافع بھی ہے مگر اسی کے ساتھ وہ ان کی انسانی خصوصیات، اسلامی امتیازات کو پژمردہ وبے جان کررہی ہے، اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ مغرب کے ان اشیاء سے ہوشیار نہیں ہورہے ہیں جو ان کے لیے باعث نقصان ہیں، لہٰذا اس کو اختیار کرنے میں احتیاط ودانشمندی کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے کیونکہ اس کے اندر ایسے مادی وسائل اور ایسے سائنسی انکشافات ہیں جو اس کے اختیار کرنے والوں کے لیے مفید ہیں، اور اس کے اندر ایسے سیکولر (لادینی) فلسفے، غلط افکار اور ایسے طریقہائے کار ہیں جو انسانی اقدار کے لیے نقصان دہ ہیں، جس کو یورپ کے علماء وادباء اور ان کے تعلیمی وتربیتی دونوں میدانوں

www.abulhasanalinadwi.org

کے باختصاص مصنفین نے ظلم وزیادتی، جبر واستبداد، ناحق قتل وغارت گری اور کمزور قوموں اور محتاج لوگوں کے ساتھ اپنے سلوک اور ان کو شہر بدر کرنے کی اپنی کوششوں پر دبیز پردہ ڈال کر اپنا رہے ہیں، اور یہ جتا رہے ہیں کہ اس سے ان کا مقصد ان کو صحیح راستہ پر لانا ہے، ہندوستان میں ان کی آزادی کی سعی پیہم کے بعد مسلمانوں کے لاکھوں بچے قتل کیے گئے جو تحریکِ آزادی مسلمان اور ہندو فوجیوں نے سامراجیوں کے خلاف ۱۸۵۷ء میں ہندوستان کے اندر برپا کی تھی، چنانچہ سامراجی طاقت نے مالدار صاحبِ حیثیت مسلمانوں اور مشہور علماء دین کو مختلف طریقوں سے پریشان کیا، یا تو قید کی سزا دی، یا جلاوطن کیا، یا موت کے گھاٹ اتار دیا، حتی کہ جس ممتاز مسلمان کو وہ پاتے اس کی جائیداد ضبط کرتے، اس کی املاک تباہ کرتے، اور اس کو دار ورسن کی راہ دکھاتے، اور اس پر گھناؤنے الزامات لگا کر طول طویل مقدمے چلاتے، بالآخر انتہائی ظلم وستم کے بعد اسے قتل کر دیتے، نیز اس طرح ان لوگوں نے مسلمانوں کو تعلیم وترقی کے مواقع سے محروم کر دیا، تاکہ اجتماعی زندگی کے میدان میں ان کا کوئی امتیاز نہ رہے، اور اگر انہیں تعلیم کا موقع دیتے تو اپنے اسی نصاب تعلیم کے ذریعہ جو یورپین کے مقابلہ میں ان کے اندر احساس کمتری پیدا کرتا، اور مغربی فکر کی برتری اور مشرقی اقدار و خصوصیات کی حقارت پیدا کرتا ہے، مسلمان یورپ کے سائنسی سرچشموں سے استفادہ کی وجہ سے اس پر یقین رکھتے تھے کہ اہل یورپ ہی افضل واعلیٰ، بلند وبالا اور جمہوری انصاف پرور ہیں، اور مسلمان خاص طور پر عرب مسلمان وحشی و درندہ صفت جاہل و نادان اور زندگی کے تمام شعبوں میں پچھڑے ہوئے ہیں۔

یورپ اپنے اس طریقۂ کار سے ذہن ودماغ کو گمراہ کرنے اور اپنے منافع کے لیے اس کو استعمال کر کے اپنے مقصد میں کامیاب ہوا، اس نے اپنے مکر وفریب سے متحدہ اقوام کے مابین ایک فریق کے خلاف دوسرے فریق کی حمایت کر کے

www.abulhasanalinadwi.org

تفرقہ بازی اور عداوت و دشمنی کی آگ بھڑکائی، جس کی وجہ سے عالم اسلام اور خصوصاً عالم عرب کٹے ہوئے اعضاء کے مانند ہو گئے، جس سے مسلمانوں کی شان و شوکت کا خاتمہ ہو گیا، اور اس سے ان کے عقل و خرد میں یورپین اقوام کے سامنے شکست خوردگی، احساس کمتری اور حد سے زیادہ مرعوبیت پیدا ہو گئی، یہ بات مشرقی قوموں میں اور بالخصوص عرب ممالک میں کھلے طور پر سامنے آئی، اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ یہ ممالک یورپ کی سرزمین سے قریب ہیں، چنانچہ سامراجی حکومتیں مادی طاقتوں اور اپنی دسیسہ کاریوں سے عرب ممالک سے برسرپیکار ہوئیں، اور وہاں کے باشندوں کے دلوں میں بغض و عداوت، نفرت و دشمنی کے بیج بوئے اور جاہلی متعصبانہ قومیت کے جذبات و احساسات کو بھڑکایا، اور ایک حاکم کے تحت رہنے والے لوگوں میں ایک دوسرے کے خلاف سیاسی طور پر عدم رضامندی کے جذبات کو ہوا دی، جس طرح ترکی کی اسلامی حکومت میں پیش آیا کہ وہ حکومت وہاں کے باشندوں کی عقلوں کی گمراہی کے نتیجہ میں ٹکڑیوں میں تقسیم ہو گئی، جو باہم دست و گریباں ہے، جب کہ دوسری طرف شمالی امریکی ریاستیں اپنے باشندوں کے یورپ و افریقہ کے متعدد علاقوں سے نسلی نسبت رکھنے کے باوجود کیمیائی سرمایہ، اور معاشی و اقتصادی صلاحیت و استعداد سے بھر پور ایک متحد ریاست بن گئی ہیں، اسی طرح روس نے بھی اپنے پڑوسی ممالک کے ساتھ یکسانیت کا عملی نمونہ پیش کیا ہے جب کہ ان کے درمیان بھی زبان، تہذیب و ثقافت اور دین و مذہب کا اختلاف ہے، لیکن ایک اسلامی حکومت جو عرب و عجم، ترکی و کردی اقوام پر مشتمل تھی، وہ منقسم ہو کر باہم دست و گریباں ہو گئی، کیونکہ حکومت کے ماتحت رہنے والے بعض طبقات کو حکومت کی طرف سے حق تلفی اور ظلم و زیادتی کا احساس ہوا، باوجودیکہ یہ کوئی تعجب خیز بات نہیں ہے بہت سے ظالم و جابر حکمراں آئے اور چلے گئے لیکن ان کی حکومتیں باقی ہیں، کیونکہ حکومتوں کا اپنی اقوام و ملل اور خاص طور

www.abulhasanalinadwi.org

پر کمزوروں کے حقوق میں کوتاہی کرنا یہ تو ظالموں کا شیوہ ہے، چنانچہ عوام کا یہ حق بنتا ہے کہ ظلم کے خلاف صدائے احتجاج بلند کریں، پھر مصائب ومشکلات خود بخود حل ہوجائیں گے، اور ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ کبھی یہ مسائل فی الفور حل نہ ہوں البتہ انتظام وانصرام پر اس کا برا اثر نہیں پڑے گا، اور نہ ہی ملک ٹکڑیوں میں بٹے گا، کیونکہ تھوڑی دیر کے لیے بھی ملک کی تقسیم بہ نسبت افراد یا جماعتی یا نسلی حقوق کی پامالی کے زیادہ ضرر رساں ہے، کیونکہ جب بھی کسی مقام میں ظلم وزیادتی، حق تلفی وناانصافی ہوتی ہے تو دشمنان اسلام موقع کو غنیمت سمجھتے ہیں، یہی بات ممالک عربیہ اور دوسرے اسلامی ممالک اور ہندوستان، اسپین شمالی افریقہ، ایشائے کوچک کے ممالک، اور جنوبی مغرب میں پیش آئی، کیونکہ ہندوستان میں ظالم وجابر حکمرانوں کے باہمی اختلافات نے سامراجی طاقتوں کے لیے یہ موقع فراہم کیا کہ وہ اسلامی تشخصات کا خاتمہ کریں، اور تعلیمی معاشی اور سیاسی میدانوں میں بھی اسلامی طاقتوں کا صفایا کریں، یہ بات اس ہندوستان میں بھی پیش آئی جو اپنے رقبہ کی وسعت اور اسلامی وانسانی علوم کی عظیم خدمت کی وجہ سے کسی اسلامی ملک سے کم نہ تھا، اور نہ ہے، حالانکہ اس کی زبان عربی نہیں تھی اور نہ یہ اپنی معاشی واقتصادی حیثیت میں بھی کسی اسلامی ملک سے کم تھا، جس کی کنجی مسلمانوں کے ہاتھ میں تھی، کیونکہ اس ہندوستان میں مسلمانوں کی تعداد دیگر اسلامی ملکوں سے زیادہ ہے، یہ حقیقت ہے کہ انگریزوں نے اپنی چال بازی وجعل سازی سے ان طاقتوں کے خاتمہ کے لیے طرح طرح کے ہتھکنڈے استعمال کیے، لیکن یہ اللہ کی مشیت نہیں تھی، جس کی وجہ سے ان کی کوشش صدا بصحرا ثابت ہوئی، چنانچہ مسلمان زندہ رہے، اگرچہ کمزوری وپسپائی اور ذلت وخواری کے ساتھ، لیکن ان کا صفایا نہیں ہوا، اب ان میں بیداری اور اٹھان کے آثار آنے لگے ہیں، افریقہ، ایشاء، اور یورپ کے مسلم ممالک جو ایک ہی حکومت کے زیر نگیں تھے، وہ ایسی مضبوط اور

www.abulhasanalinadwi.org

طاقتور حکومت تھی جس سے دشمنانِ اسلام خوفزدہ تھے، اور وہ ایک ایسی طاقت تھی جو ہر حریف کو چیلنج کرتی تھی، ڈراتی و دھمکاتی تھی، ہر سیاسی مداخلت اور تہذیبی خرابی کو روکنے کی طاقت رکھتی تھی، وہ اس اتحاد کے ختم ہونے کے بعد اس طرح کمزور و پسپا ہو گئے کہ یہ اور دوسرے تمام اسلامی ممالک قعرِ مذلت میں گر گئے ایسا اس وجہ سے ہوا کہ وہاں کے باشندوں نے نسلی و قبائلی نعروں کو تسلیم کیا جس سے سامراجیت کو آگے بڑھنے میں مدد ملی، اور دلوں میں اس کی اہمیت بھر دی گئی، جب ان پر فریب نعروں نے اپنا کام کر لیا تو سامراجیت نے اسے اپنی منفعت کے لیے استعمال کیا اور پہلے جو اسلامی ممالک ایک سیاسی اور فوجی نظام کے ماتحت تھے جیسے ایک لڑی میں پروئے ہوئے ہوں ان کو چھوٹی چھوٹی حکومتوں میں تقسیم کیا، جو ایک دوسرے سے قومی بنیاد پر عداوت رکھتے ہیں اور مختلف کشمکشوں کے شکار ہیں، یورپ اپنے اساس پر قائم و دائم رہا، یہی ان ممالک کے درمیان ثالث کی حیثیت رکھتا ہے، بلکہ یہی ان کے سارے معاملات کو سرانجام دیتا ہے، اور اپنے ہی کو ان کا ذمہ دار سمجھتا ہے، چنانچہ اہل عرب کو مجبوراً اس سے راضی ہونا پڑا، کیونکہ سیاسی اتحاد سے الگ ہو کر انھوں نے ہی ان کے لیے صدیوں سے راستہ کو ہموار کیا، لیکن وہ پس پردہ سامراجیت کے ماتحت ہو گئے جس کو استقلال کا نام دیا جاتا ہے، حتی کہ سامراجیت کے سامنے انہوں نے اس حد تک خود سپردگی کی کہ ان کی حکومتیں اپنی کثرت کے باوجود شکست کھا گئیں، اور اس اسرائیل کے سامنے جھک گئیں جس کو مسلمان اپنے دورِ اقتدار میں ایک بالشت زمین بھی دینے کے لیے تیار نہیں تھے، لیکن اب حال یہ ہے کہ فلسطین کے سربراہ جو اسرائیل کے معاملہ میں ذرا سی تساہلی پر غضبناک ہو جاتے تھے ایک معمولی سی حکومت سے بڑھ کر جو ان کے سیاسی ذمہ کی حیثیت سے اس کو حاصل ہو گئی تھی اسے مستقل طور پر تسلیم کرنا پڑا، وہ ان کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتے ہیں، ان کی باتوں کو قبول کرتے ہیں اور بالکل اس کے تابع

www.abulhasanalinadwi.org

ہو جاتے ہیں، کیا مسلمان اپنے اس تفرقہ و نا اتفاقی اور اپنے مختلف قومی نعروں پر عمل پیرا ہونے سے پہلے اس کا تصور کر سکتے تھے، مگر یہ بڑی حقیر و ذلت آمیز صورت حال ہے عرب ممالک یورپ کی اطاعت و فرمانبرداری اور اپنی غیرت و حمیت کو کھو دینے اور اپنے دین کے ساتھ بے وفائی کے نتیجہ میں اس سے دوچار ہیں، لیکن یہ ممالک یورپ کی عظمت و بلندی کے قائل ہیں، اور اس سے محبت و دوستی کا ہاتھ بڑھا چکے ہیں، اور اس کے سامنے سرنگوں ہیں، جس نے ان کو زیر کیا، ان کی عزت کو پامال کیا، اور ان کے مال و جائداد سے ناجائز فائدہ اٹھایا، اب اس پر اس کے دشمن اسرائیل کو مسلط کیا جس کی حیثیت ایک چڑیا کی تھی مگر اب وہ گدھ بن گیا ہے، اس کا جواب دہ کون ہے، بس خدا ہی حافظ ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

فتنۂ استشراق اور مسلمان

یورپ کی ترقی وغلبہ اور اسکی فکر کے دنیا میں پھیل جانے کی وجہ سے مسلمانوں کی فکر غیروں کی فکر میں ڈھلتی جارہی ہے، چونکہ غیروں کے پاس طاقت اور وسائل ہیں اس لیے وہ اپنی بات لوگوں کے دماغوں میں بٹھارہے ہیں، وہ غیر مسلموں کے دماغوں میں بٹھائیں تو الگ بات ہے، لیکن خود مسلمان اس پر فریفتہ ہوتے جارہے ہیں، اور واقعی ایک زمانہ گزرا ہے (جو ابھی ختم نہیں ہوا ہے) کہ برطانی استعمار بلکہ پورے یورپ کے استعمار کے اثر سے ہمارے یہاں تعلیم گاہوں میں اور یونیورسٹیوں میں تعلیم عام طور پر وہی دی جارہی تھی اور لوگ اس تعلیم کی طرف متوجہ ہورہے تھے جس کی وجہ سے ان کے خیالات مستشرقین کے خیالات سے بہت زیادہ متاثر ہورہے تھے۔

کئی سو سال پہلے یورپ نے ترکی امپائر اور مسلمانوں سے شکست کھائی ہے، اور انھوں نے مسلسل شکست کھانے کے بعد یہ سمجھا کہ طاقت کے زور پر ہم مسلمانوں کو شکست نہیں دے سکتے، اس لیے ہمیں طریقہ بدلنا چاہئے، باقاعدہ انھوں نے اس پر غور کر کے اسکیم بنائی، اور اپنے آدمیوں کو علوم اسلامیہ اور علوم مشرقیہ پر تیار کیا کہ وہ علوم مشرقیہ اور علوم اسلامیہ کے ماہر بنیں، تفسیر، حدیث، فقہ، ادب، ثقافت، تاریخ اور سیرت کے مضامین پر وہ تیار ہوں اور ان میں اتھارٹی (Authority) ہو جائیں یعنی وہ

www.abulhasanalinadwi.org

مقام حاصل کرلیں کہ ان کی بات کو بہت ہی قوی اور اہم سمجھ کر اختیار کریں، پھر انھوں نے اپنے انہی علوم کی مدد سے اسلام کے نقشہ کو بگاڑ کر پیش کرنے کی کوشش کی اور مسلمانوں کے عروج کو جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے بعد حاصل ہوا تھا اور مسلمان دنیا کی ایک اعلیٰ قوم بن گئے تھے ان کے عروج کو انھوں نے اس شکل میں پیش کرنے کی کوشش کی کہ وہ ایک زبردستی کی بات تھی کوئی اہم بات نہیں تھی۔ اس کے علاوہ سیرت کے واقعات کو اس طرح پیش کرنے کی کوشش کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک عام لیڈر سمجھے جائیں، جیسے دنیا کی دوسری قوموں کے لیڈر اٹھے اور اپنے ملک کو انھوں نے ترقی دینے کی کوشش کی اور قوم کو تیار کیا۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عربوں کو ایک ایسی قوم بنانے کی کوشش کی جو دانش منداور ترقی یافتہ ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سارا کارنامہ بدل کر ایک عام لیڈر کا کارنامہ بنادیا۔ اور ساتھ ہی تعریف بھی کی جس سے پڑھنے والا متاثر ہوتا ہے کہ دیکھو کتنا منصف آدمی ہے۔ اور اونچے الفاظ میں ان کو یاد کرتا ہے اور ان کی ترقی اور کامیابی کو سراہتا ہے لیکن دوسروں کی نظر اس پر نہیں جاتی تھی کہ ان سب کی بنیاد وہ یہ قرار دیتا ہے کہ انھوں نے یہ سب اپنی کوشش اور ہنرمندی سے کردیا جیسے دنیا میں سیاسی لیڈر کوشش کرتے ہیں یا سماجی کام کرنے والے کوشش کرتے ہیں، نبوت وحی الٰہی اور خیر امت یہ سارے تصور اس کے بعد مٹ جاتے ہیں اسی طرح قرآن مجید کی بہت تعریف کی، اس کو ایک غیر معمولی کلام قرار دے کر یہ اشارہ دیتے تھے کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ہے، آپ فصیح و بلیغ آدمی تھے، انھوں نے اپنی فصاحت اور بلاغت سے یہ کلام تیار کیا، یہ آسمانی کتاب نہیں ہے (یہ نہیں لکھا کہ آسمانی کتاب نہیں ہے) بلکہ اس کو اس طرح پیش کرتے تھے کہ آدمی آخر میں سمجھے کہ یہ آسمانی کتاب نہیں ہے۔

مستشرقین نے اس کام کو انجام دیا اور یہ پورے منصوبے کے ساتھ ہوا، اور

www.abulhasanalinadwi.org

مسلمانوں کے خیالات اس تعلیم کے اثر سے بدلتے چلے گئے وہ معجزات کا انکار کرنے لگے، ہمارے فضلاء جو یونیورسٹیوں اور کالجوں سے پڑھ کر نکلتے تھے معجزات کا انکار کرنے لگے کہ معجزہ کیسے ہوسکتا ہے؟ اور پھر قرآن کی ان آیات کی تاویلیں کرنے لگے جن سے معجزہ ظاہر ہوتا ہے، کہہ دیا کہ ہدہد ایک فوجی افسر تھا، اس کا نام ہدہد تھا جیسے لوگ جانوروں کے نام رکھ لیتے ہیں اسی طرح اس کا نام "ہدہد" تھا وہ ایک جرنیل تھا، پرندہ نہیں تھا، اسی طرح اجنہ کے متعلق یہ نہیں مانتے کہ وہ کوئی الگ مخلوق ہے، بلکہ یہ ثابت کیا کہ عربوں کا ایک قبیلہ اس نام سے تھا، خلاصہ یہ ہے کہ پوری منصوبہ بندی کے ساتھ یہ کام ہوا، اور استعماری طاقت نے اپنے زور سے ایسے لوگ تیار کر کے پھیلا دیئے، کئی صدیوں تک یہ کام ہوا ہے اور مسلمانوں کی کئی نسلیں خراب ہو کر بگڑ گئیں، ان کے عقیدے خراب ہو گئے، بڑے بڑے فاضل جو اپنے فن کے امام سمجھے جاتے تھے۔ یونیورسٹی اور کالج سے پڑھ کر نکلے تو ان کا عقیدہ خراب تھا۔ مولانا علی میاں ندویؒ نے اپنی ایک تقریر میں کہا تھا "میں سمجھتا ہوں کہ مسلمانوں کے کتنے ایسے آدمی دفن ہوئے ہیں جو ایمان نہیں رکھتے تھے، اسلام نہیں رکھتے تھے، اور جو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنے کے لائق نہیں تھے۔ لیکن چونکہ مسلمان نام تھا اور اسلام کو مانتے تھے اس لیے دفن ہوئے"۔ دراصل یہ ایک سازش تھی اس سازش سے لوگوں کے ذہنوں کو بگاڑا گیا اور بدلا گیا، مولانا نے اس زمانے میں بھی جب کہ وہ دور ختم نہیں ہوا تھا اور اب بھی پوری طرح ختم نہیں ہوا ہے، کوشش کی کہ ان کے ذہنوں کو درست کیا جائے، جن کو مغربی استعمار اور مستشرقین نے بگاڑا ہے ان کی کتابوں نے بگاڑا ہے، ظاہر ہے ان کی کتابوں سے اور ان افکار سے جو ان کتابوں میں تھے یہ نقصان پہنچا تھا، مولاناؒ نے کہا کہ ان کے مقابلے میں ہمیں کتابیں لانی چاہئے، ان کے مقابلے میں ہمیں ایسی باتیں پیش کرنی چاہئے جن سے لوگوں کے ذہن صاف ہوں، مولاناؒ اس

www.abulhasanalinadwi.org

کے بڑے قائل تھے کہ ایسی کتابوں کو عام کیا جائے اور لوگوں کو زیادہ سے زیادہ راغب کیا جائے کہ اس کا مطالعہ کرتے رہیں۔ اس کے لیے لائبریری بڑی اہم جگہ ہوتی ہے جس میں لوگ آتے ہیں اور مطالعہ کرتے ہیں، مطالعہ کے بعد ان کے ذہن صاف ہوتے ہیں۔

مریم جمیلہ (Maryam Jameelah) ایک یہودی خاتون تھیں وہ مسلمان ہوئیں اور انھوں نے کتابیں لکھیں جس میں مستشرقین کے خیالات کا زبردست توڑ پیش کیا، اس کا بڑا اثر پڑا۔ خود لیوپولڈ ویس (Leopold Weiss) جو آسٹریا کے ایک صحافی اور منصف مزاج اور بڑے فاضل شخص تھے وہ مسلمان ہوئے اور اپنا نام محمد اسعد رکھا انھوں نے کتابیں لکھیں ان کی ایک کتاب "Islam at The Cross Road" ہے، اس کتاب کا بھی بہت اثر ہوا، لوگوں کو اس وقت معلوم ہوا کہ یورپ کی اس سازش نے کتنے آدمیوں کو بگاڑا ہے، ان کتابوں سے یہ فائدہ ہوا کہ لوگوں کے ذہن بدلے، علامہ اقبال کی شاعری سے بھی بڑا فائدہ پہنچا، انہوں نے مغربی تمدن اور مغربی افکار پر چوٹ پہنچائی، انھوں نے بتایا کہ یہ سب غلط اور سازشی افکار ہیں، سائنس کی ترقی میں کوئی شبہ نہیں۔ اس میں ان کو بڑی داد دینی پڑتی ہے کہ سائنس میں انھوں نے بہت ترقی کی، لیکن سائنس عقیدوں کو نہیں بگاڑتی۔ یاد رکھیے نہ سائنس عقیدہ کو بگاڑتی ہے اور نہ یہ دنیاوی علوم بگاڑتے ہیں۔ صرف سماجی علوم لوگوں کو بگاڑتے ہیں، یورپ کے مستشرقین نے سماجی علوم میں کام کیا اور اس کے ذریعہ سے مسلمانوں کے ذہنوں کو خراب کیا، یورپ سے آئی ہوئی سائنس نے نقصان نہیں پہنچایا، لوگوں نے شروع میں یہ سمجھا تھا کہ سائنس نقصان پہنچاتی ہے اور سائنس کی ہیبت سے مسلمانوں میں بہت سے ملحد ہو گئے۔

ہمارے اصحاب فکر و نظر علماء کو بڑی فکر تھی کہ لوگوں میں کتابیں پھیلائی جائیں تاکہ لوگوں کے افکار درست ہوں اور ذہنوں میں جو کجی آ گئی ہے وہ دور ہو لائبریریاں قائم

www.abulhasanalinadwi.org

ہوں جس میں ایسی منتخب کتابیں رکھی جائیں جن سے لوگوں کے ذہن صاف ہوں۔
مسلمان خیرامت ہیں مسلمانوں کو اس بات پر فخر ہونا چاہئے، لیکن یہ اسی وقت صحیح ہے
جب ان کا عقیدہ بھی صحیح ہو ان کا نقطۂ نظر بھی صحیح ہو، اور ان کی نظر بلند ہو، اور وہ کتاب
وسنت سے ماخوذ ہوں، وہ کسی کافر کی فکر سے متاثر نہ ہوں۔

www.abulhasanalinadwi.org

عالم اسلام مغرب کی خودسری اور سرکشی کا نشانہ

اس وقت پورا عالم اسلام سیاسی معاشی اور دینی بحران سے دوچار ہے۔ اور سامراجی طاقتوں کے ظلم واستبداد کی بھٹی میں تپ رہا ہے۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اسلام کو ہر دور اور ہر زمانہ میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی کی آویزش ہر دور میں رہی۔ ابھی ماضی قریب کی بات ہے کہ پورا عالم اسلام برطانیہ، فرانس اور روس کے نوآبادیاتی نظامِ استبداد کے اثر سے کراہ رہا تھا، جبکہ ان تینوں سامراجی طاقتوں کو عالم اسلام کے مختلف حصوں پر تسلط حاصل تھا۔ اور ہر جگہ ان کی فرمانروائی کا سکہ بیٹھا ہوا تھا۔ یہ طاقتیں عالم اسلام کے تمام وسائلِ ثروت اور مادی ذخیروں کا بلاشرکت غیرے مالک بنی بیٹھی تھیں، اور ان کے اہل فکر و سیاست ان ممالک کے مسلمان باشندوں کے ذہن ودماغ میں اپنے افکار ونظریات اور خیالات و تصورات کو پیوست کرنے کی کوشش کررہے تھے۔ ان سامراجی حکومتوں کا نظریہ حیات سیکولر اور مسیحی افکار کے امتزاج سے مرکب تھا۔

تعجب خیز بات یہ ہے کہ یہ سامراجی حکومتیں ایک طرف تو اپنے ہم وطن باشندوں کو ان کی سیاسی معاشرتی اور دینی زندگی میں مکمل آزادی کے اسباب فراہم کرتی تھیں، تو دوسری طرف اپنے نوآبادیاتی ملکوں کے باشندوں کے لیے ایسی پالیسی اپنائے ہوئے تھیں جو انہیں الحاد و دہریت اور بے دینی کی راہ پر گامزن کراتی تھیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

اس کی مثالیں ان تعلیمی وفکری مراکز اور ان دانش گاہوں وتربیت گاہوں میں مل سکتی ہیں، جو مغربی امداد کے زیر سایہ پروان چڑھ رہی تھیں اور اسپتالوں اور امدادی تنظیموں کے طریقہ کار اور ان کے طرز عمل سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ یہ انسانی تنظیمیں در اصل ایسے ذرائع کے طور پر استعمال ہو رہی تھیں جن کے ذریعہ مسلمانوں کے ذہن و دماغ کو اپنے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کی جارہی تھی۔ اور شمشیر وسناں اور توپ وتفنگ کے بجائے فکری وثقافتی طور سے مسلمانوں کو پسپا کیا جارہا تھا، کیونکہ مغربی استعماری مفکرین یہ سمجھتے تھے کہ سر دشمن کو کچلنے کے بجائے اس کی طبیعت کو بدل دینا زیادہ کارگر ثابت ہوتا ہے۔

مشرقی تو سرِ دشمن کو کچل دیتے ہیں مغربی اس کی طبیعت کو بدل دیتے ہیں،

اس وقت تک امریکہ دوسرے ملکوں پر اثر وتسلط جمانے کی طرف دھیان نہیں دے رہا تھا، کیونکہ وہ خود نو آبادیاتی ظلم سے نکلا تھا، اس میں ملک گیری اور وسعت پسندی کا اثر کسی دوسرے ملک پر ڈالنے کا شوق پیدا نہیں ہوا تھا، البتہ وہ سامراجی حکومتوں کا ہمنوا اور ہم نسل ہونے کے باعث ان کا معاون تھا۔ پھر قانونِ فطرت کے مطابق مغربی سیاسی سامراج کا زوال ہوا اور عالم اسلام کی سیاست سے اس کی بساط سمیٹ دی گئی۔ لیکن جبکہ ایک طرف سامراجیت کا خاتمہ ہو رہا تھا دوسری طرف امریکہ اپنے بال و پر نکال رہا تھا۔ اور دھیرے دھیرے اپنی سیاسی بساط آگے بڑھا رہا تھا، آہستہ آہستہ اس نے زبردست قوت وطاقت پیدا کر لی۔ مغربی سامراج کے زوال سے روسی سامراج کے زوال کو تاخیر ہوئی۔ بالآخر کئی دہائیوں کے فرق سے روس کا بھی جنازہ تیار ہو گیا، اور کمیونزم کے شکوہ اور اقبال نے دم توڑ دیا۔ سویت یونین کی جمہور یائیں ایک ایک کر کے آزاد ہوتی چلی گئیں، بالآخر اس سرخ انقلاب کا خاتمہ ہوا جس کی آمد کو عالمِ پیر کے مرنے کے بعد جہانِ نو کے پیدا ہونے سے تعبیر کیا گیا تھا۔ ع

www.abulhasanalinadwi.org

دیکھو مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو

چند دہائیوں سے روس اور امریکہ دو بڑی طاقتیں بنی رہ گئی تھیں، روس کے زوال سے امریکہ پوری دنیا کا اکیلا آقا بن گیا، معاشی، تجارتی اور عسکری میدانوں میں اس کا اجارہ قائم ہوگیا، اس کے پاس اتنی سیاسی ومعاشی طاقت اکھٹا ہوچکی ہے کہ کسی بھی ملک کو اپنے احکام وارادوں کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے پر مجبور کرسکتا ہے، مغربی سامراجی ملکوں نے بھی امریکہ کے ساتھ ہم نسل ہونے کی بنا پر پورا تعاون کیا، اس طرح مغربی رجحانات ومقاصد کو مشرقی اسلامی ممالک پر مسلط کیا جانے لگا اور اقتصادی وسیاسی میدانوں میں امریکہ کو خاص طور پر من مانی کرنے کی مکمل آزادی حاصل ہوئی جہاں تک مشرق کے غیر اسلامی ملکوں کا تعلق ہے تو انہیں صرف سیاسی اور معاشی میدانوں میں امریکی دباؤ کا سامنا کرنا پڑا، لیکن مسلم ممالک کو سیاسی ومعاشی دباؤ کے ساتھ ساتھ دینی اور ثقافتی حملہ کا بھی سامنا کرنا پڑا، اس طرح عالم اسلام پر دوطرفہ حملہ ہوا۔ ایک طرف دینی وثقافتی یورش اور دوسری طرف معاشی وسیاسی حملہ، چنانچہ صورت حال یہ بن گئی کہ عالم اسلام کے کسی گوشہ میں کوئی دینی سرگرمی ظاہر ہوتی ہے یا اسلام کی معمولی چنگاری بھی اٹھتی ہے تو مغرب کی نیند حرام ہوجاتی ہے ذرائع ابلاغ حرکت میں آجاتے ہیں، اور اس دینی بیداری اور نشاط کو دبانے کے لیے مغرب اور امریکہ اپنے تمام تر وسائل استعمال کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ اسلامی ممالک کو حریت وآزادی دیئے جانے کے داعی بنتے ہیں۔ اور ان کا یہ دعویٰ بھی ہے کہ ان ملکوں کو جمہوری زندگی کا پورا حق حاصل ہے اور ان ممالک کے باشندوں کو مکمل اختیار ہے کہ اپنے مفاد ومصالح کے مطابق اپنی من پسند زندگی اختیار کریں اور اپنی مرضی کی حکومت قائم کریں، لیکن ان کا یہ دعویٰ اسلامی ممالک کے لحاظ سے محض پروپیگنڈہ اور تشہیر کی حد تک ہے۔ واقعاتی زندگی سے اس کا کوئی تعلق نہیں درحقیقت مشرق کے

www.abulhasanalinadwi.org

لیے جمہوریت ایک صرف نعرہ ہے جس کی آڑ میں مغرب کی آمریت عمل پیرا ہے۔ جس کو ایک خوشنما اور دل فریب شکل میں پیش کیا گیا ہے۔

مغربی ممالک نے جب مشرق کو اپنی سامراجیت کے چنگل میں لیا تو اس نے بہت سی زیادتیاں کیں، انسانی آزادیاں سلب کی گئیں، حقوق کی پامالی کی گئی، اور ہر طرح کے مشکلات و مسائل پیدا کیے گئے، اس کی ایک گھناؤنی مثال اسرائیل کا قیام ہے۔ جس کو برطانیہ نے فلسطین کی مقدس سرزمین پر آباد کر کے عالم اسلام کے قلب میں خنجر گھونپ دیا، برطانیہ کے لگائے ہوئے اس پودے کو امریکہ نے سینچ سینچ کر ایک تناور درخت کی شکل میں تبدیل کر دیا۔ اور اس ناجائز بات کو تسلیم کیا، خواہ وہاں کے باشندوں کی کتنی ہی حق تلفی کیوں نہ ہو، اور ان کے لیے کیسے ہی مسائل کیوں نہ پیدا ہوں، امریکہ نے اسرائیلی سلطنت کو تقویت پہنچانے اور اسے وسعت دینے میں کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا، اور اب اس کے پڑوسی اسلامی ممالک کو مجبور کر رہا ہے کہ اسرائیل کے ساتھ رواداری سے کام لے کر اسے ایک دوست ملک کی حیثیت سے قبول کر لیں، اور ایک اچھے ہمسایہ کے تعلقات استوار کریں، مغربی سامراجیت نے بہت سے نسلی و گروہی مسائل بھی پیدا کیے ہیں جن کی مثالیں ان اسلامی ممالک میں مل سکتی ہیں جن پر برطانیہ و فرانس کا تسلط تھا اب امریکہ وہاں اپنا اثر و رسوخ مخفی ذرائع سے بڑھاتا رہتا ہے، اس طرح انہوں نے ایسی نسل پیدا کر دی جس کی بنیاد دین اسلام کی حقانیت اور اسلامی مبادیات پر شک و شبہ پر تھی، اسی طرح انہوں نے ایسے اداروں اور تنظیموں کی سرپرستی بھی کی جنہوں نے ادب، ذرائع ابلاغ، صحافت اور تعلیم گاہوں کے ذریعہ اسلامی عقائد سے لوگوں کو برگشتہ کیا، اور یہ فکری مراکز ایسے خطرناک ہتھیار ثابت ہوئے جن سے نئی نسلوں کے بہت سے افراد ارتداد کے بھیانک شکنجے میں جکڑے جاتے رہتے ہیں سچ کہا ہے علامہ اقبالؒ نے۔

www.abulhasanalinadwi.org

تعلیم کی تیزاب میں ڈال اس کی خودی کو
ہوجائے ملائم تو جدھر چاہے اسے پھیر
تاثیر میں اکسیر سے بڑھ کر ہے یہ تیزاب
سونے کا ہمالہ ہو تو مٹی کا ہے ایک ڈھیر

اس طرح امت مسلمہ دو طبقوں میں بٹ گئی، ایک وہ طبقہ جسے سیاسی غلبہ حاصل ہے۔ اور دوسرا عوام الناس کا طبقہ جسے ذرائع ابلاغ کی طاقت حاصل نہیں ہے، تمام اسلامی ممالک کے افراد اسلام کی سربلندی اور غلبہ چاہتے ہیں جبکہ مغربی مکاتب فکر کے معتقدین اور اس کے سیاسی چیلے اسلام کے نفاذ کی راہ میں سد سکندری بننے کی کوشش کررہے ہیں۔

خلیج میں جنگ وفساد کا المناک واقعہ پیش آیا، جس میں امریکہ کی سازش پوری طرح کارفرما تھی اس کے بعد امریکہ نے ایک نئے عالمی نظام کا اعلان کیا، اس عالمی نظام میں خود کو مرکزی جگہ اور اپنے ہم نسل دوستوں کو اپنے بعد رکھا، لیکن جہاں تک کمزور ممالک کا تعلق ہے تو اس نئے نظام میں ان کی حیثیت غریبوں، فقیروں اور محتاجوں کی رکھی، جو کاسۂ گدائی لیے ہوئے یورپ وامریکہ کے دروازے کھٹکھٹاتے نظر آئیں، اب امریکہ اپنی پوزیشن سے فائدہ اٹھاتے ہوئے تمام ممالک کو اپنے زیر تسلط کرنے کی پوری کوشش کررہا ہے، زیر غور کمزور ممالک کے ساتھ اس وقت امریکہ کا رویہ آمرانہ ہے اور جو ملک بھی امریکہ کے افکار ونظریات اور اس کے سیاسی ومعاشی منصوبوں کے ساتھ مکمل ہم آہنگی کا اظہار نہیں کرتا اسے امریکہ کے قہر وغضب کا سامنا کرنا پڑتا ہے، افغان مجاہدین، فلسطین کے حریت پسند اور سویت یونین سے آزاد ہونے والی مسلم جمہوریاؤں کے ساتھ اس کے طرز عمل سے اس کی شہادت ملتی ہے۔ امریکہ اس بات پر بالکل راضی نہیں کہ یہ ممالک اس کے سیاسی نقطۂ نظر کی مخالفت

www.abulhasanalinadwi.org

کریں اور خالص اسلامی رنگ میں ڈھل جائیں، اگر کسی بھی اسلامی ملک میں دینی بیداری کی لہر پیدا ہوتی ہے تو اسے امریکہ کی خشمگیں نگاہوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اور امریکہ اس سے اپنی نگاہیں پھیر لیتا ہے۔ یورپی ممالک بھی اس سلسلے میں امریکہ کے دست و بازو بن جاتے ہیں۔ پھر اس بیداری کے خلاف ہنگامہ برپا کیا جاتا ہے، ذرائع ابلاغ ڈھول پیٹنے لگتے ہیں، اور اسلام پسندوں کو رجعت پسند، قدامت پرست اور بنیاد پرست جیسے القاب سے نوازا جاتا ہے۔

اسلام کے تئیں مغرب کے معاندانہ نفسیات دراصل ایک تاریخی کشمکش کا نتیجہ ہے۔ جس میں مسیحی عصبیت کارفرما ہے۔ اور وہ صلیبی جنگوں کا سلسلہ ہے۔ جو مسلمانوں اور عیسائی طاقتوں کے درمیان ایک طویل عرصہ تک جاری رہا۔ جس میں ظالمانہ مسیحی اقتدار کو ہر ہر موقع پر شکست فاش کا سامنا کرنا پڑا۔ صلیبی جنگیں ختم ہو چکی ہیں۔ مگر مغربی اہل علم اور سیاست داں اب تک اپنے زخم چاٹ رہے ہیں۔ اور اپنی ذلت آمیز شکست کو کسی طرح بھلا نہیں پا رہے ہیں۔ اس لیے مسلمانوں کے خلاف ان کے اندر بغض و عداوت کا لاوا اُبل رہا ہے۔ یورپ نے اپنی سامراجیت کے زمانہ میں طویل عرصہ تک اسلامی ممالک سے اپنی شکست کا انتقام لیا۔ مگر ان کے انتقام کی پیاس اب تک نہیں بجھ سکی، اب وہ باقی ماندہ اسلامی تشخصات و امتیازات کو مٹانے کے درپے ہیں۔ لیکن مغرب اپنے ان ناپاک عزائم میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا، کیونکہ اسلامی بیداری کی لہر ایک ایسے درخت کی شکل اختیار کر چکی ہے جس کی شاخیں لہلہا رہی ہیں۔ اور مسلمانوں کی ایک ایسی تعداد اس کی حامی و معاون ہے جسے آسانی سے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا یہاں تک کہ اگر اسلامی ممالک کے سیاسی رہنماؤں نے بھی اسے نظر انداز کرنے کی کوشش کی تو اسلامی بیداری کا سیل رواں انہیں بھی خس و خاشاک کی طرح بہا لے جائے گا۔ لہٰذا اب مغرب کے قائدین، امریکہ اور اس کے مشرقی چیلوں کو

www.abulhasanalinadwi.org

خواب وخیال کی وادیوں سے نکل کر حقائق کا سامنا کرنا چاہئے۔ ورنہ وہ دن دور نہیں، جب انہیں بھی اسی المیہ سے دوچار ہونا پڑے، جو روس کے ساتھ پیش آیا۔ پھر کفِ افسوس ملنے کے علاوہ کوئی چارہ نہ رہ جائے۔ ایک خوش آئند بات یہ ہے کہ اسلامی ذرائع ابلاغ بھی سرگرم عمل ہونے لگے ہیں۔ وہ دنیا کے بدلتے ہوئے حالات وحقائق سے لوگوں کو آگاہ کررہے ہیں اس سلسلے کے بہت سے مقالات وتحقیقات بھی شائع ہو رہی ہیں۔ جس میں ایک صاحب عقل وخرد کے لیے بہت معلومات ورہنمائی ہوتی ہے۔ جس سے دشمن کو نئی ابھرتی ہوئی حقیقتوں کو محسوس کرنا چاہئے، حالات سے بے خبری بے خبر دشمن کو تباہ کرے گی، اس کی مثال اس شترمرغ کی سی ہوگی جو ریت کے تودے میں سر چھپا کر یہ سمجھتا ہے کہ سب کچھ اس کی مرضی کے مطابق ہو رہا ہے۔(۱)

(۱) ترجمہ: مولوی حبیب الرحمٰن ندوی

www.abulhasanalinadwi.org

عالم اسلام کی آزادی

اور یورپ کا مجرمانہ کردار

عالم اسلام آج بالواسطہ یا بلاواسطہ سیاسی، اقتصادی اور مذہبی میدانوں میں انہیں ظلم وتعدی کا شکار ہو رہا ہے جن کا شکار وہ ماضی قریب کے اس دور میں ہوا تھا جب کہ برطانوی، فرانسیسی اور روسی سامراج عالم اسلام کے مختلف حصوں پر قابض تھا اور یہ تینوں سامراجی حکومتیں اسلامی دنیا کی معاشی طاقت اور اقتصادی وسائل سے ناجائز فائدہ اٹھا رہی تھیں اور ساتھ ہی ساتھ ان علاقوں کی مسلم آبادی کے ذہنوں کو اپنے افکار وخیالات اور مخصوص تصور زندگی سے مسموم کر رہی تھیں اور ان سامراجی حکومتوں کے افکار وخیالات لادینیت اور مسیحیت کا معجون مرکب تھے، حیرت وتعجب کی بات یہ ہے کہ یہ حکومتیں یوروپین قوموں کے لیے جس وقت اقتصادی، سیاسی اور اجتماعی طور پر آزادانہ زندگی گزارنے کے سارے اسباب فراہم کر رہی تھیں ٹھیک انہی دنوں اپنے مقبوضہ ممالک کے مسلمانوں کے لیے ایسا طریقۂ زندگی پیش کرتی تھیں جو انہیں کشاں کشاں دینی انحراف اور بے دینی والحاد کی طرف لے جاتا تھا، اس کا مشاہدہ اس وقت کیا جاسکتا ہے، جب آپ تعلیمی اور فکری اداروں اور مغرب کی سرپرستی میں چلنے والے کالجوں اور یونیورسٹیوں کا جائزہ لیں اور مغربی ایجنسیوں کے قائم کردہ شفاخانوں اور

www.abulhasanalinadwi.org

امدادی تنظیموں میں روزمرہ کے واقعات کا آپ مطالعہ کریں آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ یہ تمام ادارے اور تنظیمیں محض مسلمانوں کے ذہنوں کو مسموم کرنے کا ذریعہ اور وسیلہ رہی ہیں۔ یہ وہ دور تھا جب امریکہ کی پوزیشن اتنی مضبوط نہیں تھی کہ وہ براہ راست دوسرے ممالک پر قبضہ کرنے کی کوشش کرتا، البتہ وہ انہیں سامراجی قوتوں کا حلیف اور ان سے اتحاد کا رشتہ رکھتا تھا۔

پھر خدا کو منظور ہوا کہ وہ دور آیا کہ ان مسلم علاقوں سے سامراجی حکومتوں کا زور کم ہوا لیکن اسی دوران امریکہ نے طاقت کے میدانوں میں زبردست ترقی حاصل کی، دوسری طرف روس بھی طاقت ور مرکز رہا پھر بالآخر روس کا شیرازہ بکھر گیا اور ان علاقوں سے بھی اس کی سامراجیت جاتی رہی جو اس کے قبضہ میں تھے، لیکن مسلمان اکثریت میں تھے، اس طرح امریکہ ہی بلا شرکت غیرے دنیا کی سب سے بڑی اقتصادی اور جنگی طاقت بن گیا۔ اس کو ان میدانوں میں اتنی قوت حاصل ہو چکی ہے کہ وہ دنیا کی کسی بھی حکومت کو اپنی مرضی اور مفادات کے پیش نظر جھکا اور دبا سکتا ہے۔ اس کے اثر سے یہ بھی ہوا کہ یورپ کی وہ حکومتیں جو اس کی حلیف ہیں وہ بھی اپنے ارادے اور عزائم کو مشرقی اسلامی ملکوں پر تھوپنے کی کوششیں کرتی رہتی ہیں اور انہوں نے انہیں اپنے دباؤ اور اقتصادی وسیاسی تصرفات کا میدان بنا رکھا ہے۔ جہاں تک ان علاقوں کے غیر مسلم باشندوں کا تعلق ہے تو ان کو صرف سیاسی اور اقتصادی میدانوں میں ہی دباؤ کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے لیکن مسلمانوں کو تو اقتصادی وسیاسی دباؤ کے ساتھ ثقافتی وتہذیبی، دینی وفکری اعتبار سے بھی دباؤ کا سامنا ہے جیسے ہی کوئی دینی سرگرمی شروع ہوتی ہے یا دین پر عمل یا اس کی حفاظت کا مسئلہ آتا ہے مغربی ذرائع ابلاغ حرکت میں آجاتے ہیں اور یورپ وامریکا کے اقتصادی اور سیاسی دباؤ کے وسائل و ذرائع بھی سرگرم عمل ہو جاتے ہیں تاکہ مسلمانوں کی اس سرگرمی کو کچل سکیں اور مذہبی و

www.abulhasanalinadwi.org

دینی آزادی کا گلا گھونٹ دیں حالانکہ یہی وہ مغربی قومیں ہیں جو مسلمانوں کے لیے بھی آزادی اور خودمختاری کا حق تسلیم کرتے نہیں تھکتی ہیں، اور یہ بھی دعویٰ کرتی ہیں کہ مسلمانوں کو بھی جمہوری آزادی کا پورا حق حاصل ہے یعنی وہ اپنی مصلحتوں کو سامنے رکھ کر جیسا دستور زندگی چاہیں وضع کر سکتے ہیں اور اس پر عمل کر سکتے ہیں، یورپ یقیناً اس بات کا حق تسلیم کرتا ہے لیکن اس کا یہ تسلیم کرنا محض کاغذی اور زبانی ہے، لہٰذا جب عملاً نفاذ کی نوبت آتی ہے تو رکاوٹیں پیدا کی جاتی ہیں مشرق قریب و بعید، وسطی اور مغربی ایشیا کے ملکوں خصوصاً جنوبی ایشیا میں آپ کو یہ حقیقت روز روشن کی طرح نظر آئے گی کہ دنیا کی طاقتور حکومتیں جن میں امریکہ پیش پیش ہے دوسری چھوٹی حکومتوں اور خصوصاً مسلم حکومتوں کو اپنے زیر اثر رکھنے کا کوئی موقع ضائع ہونے نہیں دیتیں۔

یہ مغربی استعماری حکومتیں تمام مشرقی حکومتوں پر غاصبانہ قبضہ کے دور میں سیاسی ظلم کرنے، آزادی کا گلا گھونٹنے، حقوق کی پامالی اور مصائب و مسائل کے پیدا کرنے کا قابل نفرت کارنامہ انجام دے چکی ہیں۔ عالم اسلام میں اسرائیلی حکومت کو قائم کر کے برطانیہ نے عالم اسلام کے قلب میں چھرا گھونپ دیا ہے۔ آج امریکہ اس کی پشت پناہی کر رہا ہے اور اس کی تقویت و توسیع کی کوشش میں لگا ہوا ہے اور اسے اس کی بالکل پرواہ نہیں ہے کہ یہ عمل اس علاقے کے باشندوں کے لیے سیاسی و اقتصادی محرومی کا کتنا بڑا سبب بن رہا ہے اور اب اس کی یہ کوشش بھی جاری ہے کہ پڑوسی حکومتیں اسے باضابطہ ایک قانونی حیثیت دے کر اسے قبول کر لیں، ذات پات اور بھید بھاؤ کے مسائل بھی انہیں کے پیدا کردہ ہیں۔ اس موقع سے آپ ان ملکوں کا ایک سرسری جائزہ لے لیجئے، جن پر کبھی برطانیہ و فرانس حکومت کر رہے تھے اور اب امریکہ اپنا اثر بڑھانا چاہ رہا ہے، دوسری طرف جدید

www.abulhasanalinadwi.org

نسل کے ذہنوں میں دینی واخلاقی انتشار پیدا کرنے کا کارنامہ بھی شمار کر لیجئے اور یہی حکومتیں ایسے اداروں کی سرپرستی کرتی ہیں۔ جو فکر وادب کی راہ سے مسلمانوں کے قدیم ورثہ اور عقائد میں تشکیک پیدا کر رہے ہیں۔

پوری امت مسلمہ دو طبقوں میں تقسیم ہو چکی ہے ایک طبقہ کسی حد تک سیاسی طور پر غالب ہے تو دوسرا بالکل ہی مغلوب، جس کے پاس نہ ذرائع ابلاغ ہیں اور نہ ہی کوئی دوسری طاقت، صورت حال کا اطمینان بخش پہلو یہ ہے کہ پوری امت اسلامیہ اسلام کو ہی چاہتی ہے لیکن مغربی فکر کے پروردہ، اور مغربی سیاست کے فریب خوردہ قائدین اس کی سربلندی قائم ہونے میں رکاوٹ بن رہے ہیں۔ اسی درمیان خلیج کا واقعہ پیش آیا جس میں مسلمانوں کی ہی تباہی ہوئی اور مغربی طاقتوں نے خوب استحصال کیا اور اسی کے نتیجہ میں امریکہ نے ایسے عالمی نظام کا اعلان کیا جس میں اس کی چودھراہٹ بلا شرکت غیرے قائم رہے اور اس کی حلیف مغربی حکومتیں اس کی مصلحت کے مطابق اس کے پیچھے پیچھے رہیں، جہاں تک کمزور حکومتوں کا تعلق ہے تو ان کا مقام دست نگر اور محتاجوں کے صف سے آگے نہ ہو، امریکا اس نظام کے اندر من مانی کرنے اور دنیا کی تمام قوموں کی قسمت کا فیصلہ اپنے ہاتھ میں لے کر جس طرح چاہے اپنے ارادے اور عزائم کو ان پر تھوپے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ امریکا ان کمزور قوموں کے ساتھ شہ زوری اور بے جا مغرورانہ سلوک کر رہا ہے اور ہر اس قوم کے ساتھ ظلم پر کمر بستہ ہے جو اس کے ساتھ مصالحت نہ کر رہی ہو اور سیاسی واقتصادی میدانوں میں اس کی مصلحتوں کی خاطر اس کا ساتھ نہیں دے پا رہی ہو۔ افغانستان میں مجاہدین کے ساتھ، مسئلہ فلسطین کے حامیوں کے ساتھ اس کا رویہ آپ دیکھ سکتے ہیں اسی طرح روس کے ان مسلم علاقوں کے ساتھ بھی اس کا کیا رویہ ہے جو ابھی ابھی روسی سامراج کے چنگل سے

www.abulhasanalinadwi.org

آزاد ہوئے ہیں۔ امریکہ اسے کب برداشت کرے گا کہ یہ قومیں اس کے سیاسی نقطۂ نظر کی مخالفت کریں اور خالص اسلامی رنگ میں رنگ جائیں، کوئی بھی مسلم قوم جب کبھی ایسی بیداری کا اظہار کرتی ہے جس کا تعلق سیاسی زندگی سے ہو امریکہ اسے بیزاری کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور اس کے ساتھ دوسری یورپین حکومتیں بھی شریک ہو جاتی ہیں اور ان حکومتوں کے قائدین امریکی مصلحتوں کے دباؤ میں اس بیداری کے خلاف زمین و آسمان سر پر اٹھا لیتے ہیں اور اس طرز عمل کو رجعت پسندی اور پسماندگی شمار کر کے اس کے حامیوں پر بنیاد پرستی کا الزام لگانے لگتے ہیں، اسلامی قوتوں کے سلسلے میں مسیحی یورپ کا یہ مخالفانہ تأثر اسی مسیحی تعصب کے احساس کے نتیجے میں پیدا ہوا ہے جو اسلامی اور عیسائی قیادتوں کے درمیان صدیوں تک جاری صلیبی جنگوں سے پیدا ہوا تھا یہ جنگیں تو آج ختم ہو چکی ہیں لیکن یورپ کے دانشور اور سیاستداں اس کی پھانس اب تک نہیں نکال سکے۔

اپنے سامراجی دور میں یورپ نے مسلمانوں سے انتقام بھی لیا لیکن اس کی پیاس اب تک نہیں بجھ سکی ہے اور وہ مسلمانوں کے بچے کھچے دینی شعور کو بھی ختم کرنے کے درپے ہے، لیکن اپنے اس ناپاک عزائم وارادے میں ہرگز ہرگز کامیاب نہیں ہو سکے گا۔ اس لیے کہ مشرق کی یہ اسلامی بیداری اس کے اندازہ سے کہیں زیادہ قوی اور اس کے وفادار اس کے تصور سے کہیں زیادہ بڑھ چکے ہیں۔ یہاں تک کہ اگر مسلمانوں کا حکمراں طبقہ بھی اس بیداری کو نظر انداز کرنے کی کوشش کرے گا تو ایک نہ ایک دن انہیں بھی اس کے سامنے جھکنا ہی پڑے گا۔

لہٰذا اب یورپ و امریکہ کے قائدین اور ان کے تمام پیروکاروں کو یہ حقیقت ذہن نشیں کر لینی چاہئے۔

وہ اب خواب خرگوش میں نہ رہیں ورنہ انکا بھی انجام روس سے کچھ زیادہ

www.abulhasanalinadwi.org

مختلف نہیں ہوگا۔

کچھ دنوں سے اسلامی ذرائع ابلاغ نے ان حقائق پر خاصی توجہ دینا شروع کردی ہے اور لوگوں کو دنیا کی روزانہ بدلنے والی حقیقتوں سے بھی روشناس کرنے لگے ہیں۔ اس سلسلے میں مختلف اسلامی اخباروں ورسائل میں مضامین بھی آنے لگے ہیں، ان میں ہر دانا و بینا کے لیے نصیحت ہے جو شخص حقیقت سے ہی چشم پوشی کرے گا اس کی مثال محض شتر مرغ سے دی جاسکتی ہے۔ جس کی عادت یہ ہے کہ خطرہ کو محسوس کر کے اپنا سر ریت میں چھپا لیتا ہے اور جب اس کو نظر نہیں آتا تو سمجھتا ہے کہ کچھ ہے ہی نہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

اسلام دشمن سازشیں اور جنگ خلیج

عالم عرب کے حالات سے واقف اکثر لوگ عالم عربی کے سیاسی انقلابات کا اہم ترین سبب یورپ وامریکہ کے استعماری مقاصد کو سمجھتے ہیں، اور وہ وہاں کے ہر سنگین واقعہ کو استعماری سازشوں سے ہی جوڑتے ہیں۔ ان کا یہ احساس زیادہ غلط نہیں۔ اس کے کھلے ہوئے دلائل بھی ملتے ہیں، اور واقعات سے ان کی تصدیق بھی ہوتی ہے، دراصل ان کا یہ تصور اس علاقہ کے حالات کے پسِ منظر اور واقعات کی روشنی میں بنا ہے۔

عرب وترک مسلمانوں کی مغرب کی صلیبی طاقتوں سے صدیوں نبرد آزمائی رہی ہے اور اس نبرد آزمائی میں مغرب کی صلیبی طاقتوں کو عموماً شکستوں کا منہ دیکھنا پڑا ہے، اس کے نتیجہ میں مغرب کے لوگوں کے ذہنوں میں یہ شکستیں ایسی یادوں میں تبدیل ہو چکی ہیں جن کی بنا پر عیسائی دنیا تمدنی ومادی ترقی کے بعد سے برابر مسلمانوں اور عربوں سے ان شکستوں کا حساب چکانے کی فکر میں رہتی ہے، اور اس کے نتیجہ میں اسلامی دنیا میں جب جب کوئی ایسی کمزوری پیدا ہوئی، جس سے عیسائی طاقتیں فائدہ اٹھا سکیں تو وہ طاقتیں اس سے فائدہ اٹھاتی رہیں، چنانچہ ترکی جو صدیوں خلافتِ اسلامی کا مرکز رہا، اور یورپ کی طاقتوں سے اس کا براہِ راست ٹکراؤ رہا، یورپ کا سب

www.abulhasanalinadwi.org

سے پہلا نشانہ بنا، یورپ کے اہل فکر نے پہلے تو عرب قوموں میں جو ترکی حکومت کے زیر اقتدار تھیں عرب قومیت کے ایسے احساسات پیدا کرنے کی کوشش کی، جن کے نتیجہ میں عربوں کے دلوں میں ترکی کی طرف سے جابرانہ تسلط کا خیال پیدا ہوا، اور اس خیال نے ترکی اقتدار کے خلاف بغاوت کے جذبات ابھارے، پھر پہلی جنگِ عظیم میں ترکی کے حلیف جرمنی کی شکست کے نتیجہ میں ترکی جب کمزور اور شکست خوردہ حالت میں ہوا، تو اس کے زیر اقتدار عرب علاقوں کو یورپ کی اتحادی طاقتوں نے کاٹ کر اپنے قبضہ میں لے لیا، پھر ادبی اور فکری پروپیگنڈوں اور تعلیمی اور اجتماعی کوششوں کے ذریعہ وہاں باقاعدہ نئی ذہن سازی کا کام کیا جو خاص طور پر یورپ کی مشنریوں کی قائم کردہ درس گاہوں اور اداروں اور ادبی و علمی مجالس کے ذریعہ خاص طور پر کیا جاتا رہا، جس کے نتیجہ میں کچھ عرصہ میں ان اسلامی ملکوں میں ایسی نسلیں تیار ہوگئیں، جن میں متعدد ذہین ترین لوگ یورپ کی فکری و تمدنی برتری کے بڑے قائل اور یورپ کی فکر و ثقافت سے گہرا ذہنی توافق رکھنے والے بن گئے، پھر یہی لوگ مغرب کی عصری تعلیم کے حامل ہونے کی بنیاد پر اپنے اپنے ملکوں میں فکری و تعلیمی اور سیاسی قیادت کے لائق قرار دیئے گئے، اور ان کو اس سلسلہ کے اہم مناسب تفویض کیے گئے وہ یورپ کی ترقی اور فکری انداز سے مرعوب ہونے کے باعث اپنی اسلامی فکر و ثقافت کے سلسلہ میں عموماً احساسِ کمتری بلکہ فکری غلامی میں مبتلا تھے، چنانچہ انہوں نے یورپ کے فکری و سیاسی ایجنٹ کی طرح کام کیا۔ البتہ ان ممالک کے عوام سیدھے سادے تھے، ان میں اسلام سے محبت اور اپنے قدیم ورثہ سے تعلق تھا، اور وہ اپنے ملکوں میں غیر معمولی اکثریت میں تھے، لہذا ان کے حاکموں کا کھلے طریقہ سے ان کے اسلامی جذبات کو چیلنج کرنا آسان نہ تھا، اس لیے علی العموم مغربی فکر و سیاست کے یہ مشرقی نمائندے یورپ کے فکری و سیاسی مقاصد کے لیے ہوشیاری اور ملمع سازی کے ساتھ

www.abulhasanalinadwi.org

کام کرتے رہے، ان کا ظاہر کچھ اور باطن کچھ ہوتا، وہ عوام کو متأثر کرنے اور اپنا ہمنوا بنانے کے لیے ان کی پسند کی باتیں کرتے، لیکن پس پردہ عملی سیاست میں اس کے بالکل برعکس عمل کرتے اور چونکہ ان غلام مشرقی ملکوں میں تعلیمی قیادت اور اقتدار کی کلیدی جگہوں پر وہی پہنچتے اس لیے وہ ان جگہوں سے ملک کے رجحانات پر اثر انداز ہوتے، اس سب کے نتیجہ میں عرب اور مسلمان قومیں بتدریج اپنی پسند اور رجحان کی تقویت اور فروغ کے وسائل سے محروم ہوتی رہیں، جو کسر باقی رہی اس کو ان ملکوں کے ذرائع ابلاغ نے پوری کردی، پھر جب اسلام دشمن فکر و منافقانہ طرزِ عمل کی لہر ان ملکوں کے فوجی حلقوں میں پہنچنا شروع ہوئی، تو فوجی وسائل کے ذریعہ اور بھی زیادہ زور و طاقت سے نافذ کی جانے لگی، لیکن عوام کی اکثریت کے جذبات کے مضبوط ہونے کے باعث فوجی حکمرانوں نے بھی شروع میں عوامی ہمدردی کا طریقہ اختیار کیا ان کو خوشنما نعروں اور وعدوں سے گرویدہ بناتے، پھر ان کو اسلامی وابستگی سے نکالنے کی کوشش کرتے ان قوموں کی اسلام سے وابستگی کوئی اضافی یا سرسری نہ تھی اس لیے اس کو ختم کرنے کے لیے سازشی انداز اور ذرائع ابلاغ اختیار کیا گیا۔

دوسری طرف مغربی استعمار کے ان نمائندوں کو سب سے زیادہ مقابلہ مسلمانوں کے اہل دین علمی طبقہ سے کرنا پڑا، جو ان کی سازشوں کو سمجھتا، اور عوام کو اس سے متنبہ کرتا تھا اس طرح جلد ہی دونوں گروہوں کی لڑائی سنگین شکل اختیار کر گئی حکمراں طبقہ کے پاس تو اقتدار اور فوج کی طاقت تھی اور اسلام پسند لوگوں کے پاس عزم و ایمان اور عوامی ہمدردی کی طاقت تھی اہلِ حکومت کی طرف سے طاقت و جبر کے استعمال نے اسلامی الفکر طاقتوں میں بتدریج قربانی اور شدید مقابلہ کی کیفیت پیدا کی اور ان میں پُر تشدّد تدبیروں کے اختیار کرنے کی ضرورت کا احساس پیدا کردیا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عربوں اور مسلمانوں کے اکثر ممالک میں دونوں گروہوں

www.abulhasanalinadwi.org

میں سخت معرکۂ کارزار بپا ہوگیا، ان یورپ زدہ حکمرانوں کو مغربی استعماری طاقتیں پس پردہ اپنے سیاسی وفکری وسائل سے مدد دیتی رہیں، اور سازشی طریقوں سے پوری رہنمائی کرتی رہیں۔

مغرب کے یہ سازشی طریقے عجیب وغریب ہیں، یہ مشرقی ملکوں کے سیاسی و فوجی قائدین کو اپنے عوام میں مقبول ومحبوب بنانے کے لیے ان سے عوام کے دل پسند نعرے لگواتے اور ایسے طریقے اختیار کرنے کی رہنمائی کرتے جن سے ان کی مغرب دشمنی کا مظاہرہ ہو اور عوام دھوکے میں آجائیں۔

مغربی طاقتوں کو دھمکیاں اور گالیاں دینا بھی ان کا ایک طریقہ رہا۔ وہ جب ان پر فریب طریقوں سے مقبول اور اثر انداز بن جائے تو ان کو اسلامی قدروں کی بیخ کنی کی کاروائی کرنے کوئی دشواری نہ ہوتی اور علی العموم عوام ان سے دھوکہ کھاتے اور ان کو اپنا ہمدرد اور مخلص ہی سمجھتے۔

یہی صورت حال اس وقت پیش آئی جب مصری قائد جمال عبدالناصر نے اسرائیل کو دھمکیاں دیں اور اس کے ساتھ امریکہ کو بھی دھمکیاں دیں، لیکن انہوں نے اسرائیل سے لڑنے کا عملی اقدام نہیں کیا بلکہ اس کی جگہ اپنی فوجی طاقت مصر کے اسلام پسندوں کو دبانے اور کچلنے میں صرف کی اور جب خود اسرائیل نے مصر پر حملہ کردیا تو ان کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا، جمال عبدالناصر کے انتقال کے بعد ان کے طرزِ عمل کو ان کے شاگردوں نے کئی عرب ملکوں میں اختیار کیا، اور اس طرح متعدد عرب ملکوں میں مغرب زدہ حکمراں اسلام پسند طاقتوں کو دبانے بہلانے، پھسلانے کے طریقوں پر چلتے رہے۔

یہی معاملہ شام کے صدر حافظ الاسد کا رہا کہ وہ اسرائیل اور امریکہ پر گرجتے رہے اور جب ان کو واقعتاً اسرائیل کے حملہ سے سابقہ پڑ گیا۔ تو وہ اپنے ملک کے ایک

www.abulhasanalinadwi.org

قیمتی حصہ گولان پہاڑیوں کو آسانی سے حوالہ کر کے جنگ سے جان چھڑائی اور اب یہ کام عراق کے صدر صدام حسین نے کیا کہ روس و امریکہ کی مدد سے ایسی فوجی طاقت بڑھائی اور ایران سے لڑائی کی پھر اسرائیل کو دھمکی دینے لگے، لیکن بجائے اسرائیل کے اپنے پڑوسی عرب مسلمان ملک کو حملہ کا نشانہ بنایا اور اسی کے ساتھ امریکہ کو بھی دھمکانا اور سب پر رعب دکھانا شروع کر دیا، جہاد کے نعرے لگائے، جہاد کے اثر سے دنیا کے مسلمانوں کے دل جیت لیے، اور ہیرو بن گئے، لیکن نتیجہ میں لاکھوں مسلمانوں کا خون کر کے اور مسلمان علاقوں کو بربادی کے حوالے کر کے اپنی سابقہ بلکہ مزید کمزور حالت پر واپس پہنچ گئے، صدر صدام حسین کی مہم جوئی کا یہ سنگین واقعہ علانیہ طور پر تو آزادی فلسطین اور جہاد کے نام سے سامنے آیا لیکن صدام حسین جن کی ماضی کی ساری زندگی اپنی جاہ اور حکومت کے خاطر بے محابا جبر و تشدد و قتل میں گزری ہو اور انہوں نے مذہب مخالف جماعت "البعث العربی" میں شمولیت اختیار کر رکھی ہو اور اس کے عیسائی، کمیونسٹ اور شیعہ ملحد ارکان کو اپنا مخلص اور قریب ترین ساتھی بنا رکھا ہو، علماء اور دین دار حضرات کو مسلسل اذیت اور خوف میں رکھا ہو، اپنی تقریروں تحریروں میں اللہ و رسول کا نام بسم اللہ اور آیات قرآنی کا استعمال تقریباً معدوم کر رکھا ہو، اپنے ملحد "بعثی" ساتھیوں کو برابر اپنے معتمد ترین ساتھی بنائے رکھتے ہوئے اچانک جہادِ اسلام کا نام لینے لگے ہوں لیکن اس کے بعد بھی نہ اپنی زندگی میں تبدیلی لائیں اور نہ اپنے سابق ملحد و کافر رفقاء سے تعلق کم کریں تو اس سے صرف ناواقف آدمی ہی دھوکہ کھا سکتا ہے واقف حضرات کو دھوکہ نہیں ہو سکتا، ملحد و کافر و مشکوک انسانوں کی ٹولی اپنے عقائد پر رہتے ہوئے جہاد کرنے والوں کی جماعت کیسے ہو سکتی ہے؟

صدر صدام حسین جب تک اپنے ملک کے اندر اور ملک کے باہر ادھر ادھر مہم جوئی کر رہے تھے تو مسئلہ زیادہ تر عام سطح کا تھا، لیکن جب انہوں نے وہ راستہ

www.abulhasanalinadwi.org

اختیار کیا جو حرمین پر بھی مہم جوئی کا تھا تو یہ اسلام کے وفاداروں کے لیے نا قابلِ برداشت بن گیا اسی لیے ان کی مخالفت بہت ضروری معلوم ہوئی، رہا ان کی خلیج میں مہم جوئی کا عام سیاسی پس منظر تو اس میں کئی نقطۂ نظر بنے ان میں ایک نقطہ ان کی امریکہ دشمنی کا ہے۔

جس میں ان کی جرأت حوصلہ مندی اور امریکی استعمار سے مقابلہ کرنے کے جذبہ کو سامنے رکھتے ہوئے بہت سے لوگ متاثر ہوئے، لیکن اس کے بعض کمزور پہلو بہت قابلِ توجہ ہیں۔ لوگوں نے اس واقعہ میں امریکہ کی سازش محسوس کی اور صدام حسین کو اس سازش کا نشانہ سمجھتے ہوئے ان کو قابل تائید و ہمدردی سمجھا۔ انہوں نے یہ اندازہ لگایا کہ امریکہ عرصہ سے خلیج میں اپنے مفادات کو بروئے کار لانے کے لیے اپنی فوجیں وہاں پہنچانا چاہتا تھا، لہٰذا اس نے یہ ایک چال چلی ہے جس کے نتیجہ میں یہ ساری مصیبت پیش آئی ہے، اس نقطۂ نظر کی دلیل میں امریکی نیشنٹ کے ایک رکن کا ایک جائزہ پیش کیا جاتا ہے اور امریکہ و یورپ کی توسیع پسندی اور استعماری مقاصد کا حوالہ دیا جاتا ہے، اسی کی بنا پر متعدد سمجھدار اسلام پسندوں نے یہ تصور اختیار کیا کہ عام حالات سے ظاہر جو بھی ہو رہا ہو، لیکن صدام حسین خاص مجرم نہیں ان کو ملامت نہ کرنا چاہئے بلکہ ان کی جرأت مندی کی داد دینا چاہئے اور اگر ان کی یہ توسیع پسندی ہے تو اس کو ایک ناپسندیدہ فعل قرار دیتے ہوئے اصلاً امریکہ اور استعمار کو غصہ و نفرت کا نشانہ بنانا چاہئے اور جن مسلمان ملکوں کی اجازت یا طلب پر امریکی فوجیں خلیج میں آئیں، صدام حسین کو نظر انداز کر کے اصلاً ان کو غصہ و نفرت کا نشانہ بنانا چاہئے اس نقطۂ نظر کی بڑی کمزوری یہ ہے کہ اس میں معاملہ کے دو پہلو نظر انداز کر دئے گئے ہیں ایک پہلو تو یہ ہے کہ امریکہ کو سازشی اور دشمن سمجھنا اپنی جگہ پر درست ہوتے ہوئے صدام حسین کو اس بات سے بری نہیں کیا

www.abulhasanalinadwi.org

جاسکتا ہے کہ ایک وہ استعماری دشمنِ اسلام منصوبہ کے آلۂ کار بنے، امریکہ تو دشمن ہے وہ ایسا کرے تو تعجب کی بات نہیں لیکن ایک مسلمان کہلانے والا لیڈر اس کا آلۂ کار بنے اس کا جرم زیادہ گھناؤنا ہے، انہوں نے نہ صرف یہ کہ اس سازش کو نافذ کرایا بلکہ اس سازش کے تحت انہوں نے خلیج میں بڑھ کر اپنے پڑوسی علاقہ کو بالکل تباہ و برباد کرڈالا جس کو اسلام کیا دنیا کی کوئی شریعت اور قانون گوارا نہیں کرسکتا، کم از کم شریعت اسلامی کے حاملین کو مناسب نہیں کہ ایک صریحی ظلم اور غاصبانہ عمل کو اس کے کرنے والے کے صرف جرأتمندانہ نعروں کی بنا پر قابل معافی سمجھ لیں اور اس کے اس ظلم وسفاکی کی جو مذمت کرنا چاہئے نہ کریں۔

عراق کے صدر کے لیے خواہ وہ جہاد سے بھی زیادہ مقدس پرچم اٹھانے کی بات کرتے ہوں یہ کیسے صحیح تھا، کہ وہ کویت کو تاراج کریں، اور جب انہوں نے ایسی غاصبانہ اور ظالمانہ حرکت کی تو دین وشریعت کے جاننے والوں کے لیے یہ صحیح نہ تھا کہ وہ دیگر اسلام دشمن طاقتوں کو ملامت کرنے کے شوق وجذبہ میں صدر صدام حسین کے اس ظلم وزیادتی کو نظر انداز کردیں یہ صحیح نہیں کہ کوئی غیر آدمی برا کام کرے تو خوب ملامت کی جائے اور اپنا کوئی آدمی غلط بات کرے تو اس کی تاویل کرلی جائے، اس کو بہت اچھا ثابت کیا جائے، غیر مسلموں کے سامنے ہم اس طرح بہت خراب نمونہ پیش کررہے ہیں۔

۲/اگست ۱۹۹۲ء سے قبل پورے مشرق وسطیٰ کے حالات بڑی حد تک پر سکون تھے۔ عربوں میں بھائیوں کی طرح اتفاق واتحاد تھا، اور یہ اتفاق واتحاد ایک عرصہ کی کشمکش کے بعد حاصل ہوسکا تھا، ان کے سامنے اسرائیل کا مسئلہ تھا۔ اور وہ اس کے حل کی فکر میں متحد ہوگئے تھے، کہ صدام حسین نے اپنے پڑوسی مسلمان عرب ملک کویت پر چڑھائی کردی اور اس سے امریکہ اور بڑی طاقتوں کو شاندار

www.abulhasanalinadwi.org

دلیل فراہم ہوگئی اور امریکہ کو انسانیت کے نام پر دھوکہ دینے اور خلیج میں گھس آنے کا موقع مل گیا، جو دوسری شکل میں اتنی آسانی سے نہ ملتا، وہ اس طرح مغربی استعماری طاقتوں کے لیے مظاہرۂ طاقت کا کامیاب ذریعہ بن گئے، انہوں نے ایک مسلمان اور عرب ملک ہونے کی وجہ سے اپنے ہی پیروں پر کلہاڑی چلادی، اور اس کا خمیازہ صرف ان کے ملک کو نہیں پوری عرب قوم بلکہ اسلامی ملت کو بھگتنا پڑ رہا ہے۔ اسرائیل کو مسرت ہوئی اور امریکہ کو فتح اور عربوں کو نقصان اور خفّت کا سامنا کرنا پڑا، اس معاملہ میں امریکہ کی سازش کا زور وشور سے حوالہ دینے والوں کی نظر سے یہ بات مخفی رہی کہ امریکہ کو اپنا اثر ونفوذ خلیج کے ملکوں میں پھیلانے کی ضرورت فوجی طاقت کے ذریعہ اپنا اثر ونفوذ پیدا کرنے کا زمانہ جاچکا، یہ اس صدی کی پانچویں دہائی سے قبل ہوا کرتا تھا اب عرصہ سے کہیں فوج بھیجنے کی ضرورت بہت ہی کم پڑتی ہے۔ اب اپنا یہ کام مغربی استعماری ملک اپنے مغربی وفاداروں اور ایجنٹوں سے کرالیتے ہیں اس طرح وہ سانپ مار لیتے ہیں اور لاٹھی بھی نہیں ٹوٹتی، اس خطہ میں امریکہ کو فوجی سازش کی بظاہر کوئی خاص ضرورت نہ تھی۔ امریکہ برطانیہ پہلے ہی سے ان مشرقی ممالک میں اپنی پسند کے مطابق اثر انداز ہوتے رہے ہیں اور بعض حالات میں فوجی طاقت کے ساتھ بھی دخل دیتے رہے ہیں، لیکن زیادہ تر ڈپلومیسی اور جوڑ توڑ کے ذریعہ ایران عراق جنگ میں عراق کی امریکہ نے فوجی مدد کی، افغانستان میں روسی جارحیت کے مقابلہ میں امریکہ اپنے پورے فوجی تعاون کے ساتھ شریک رہا۔ لیکن ان موقعوں پر امریکی مداخلت پر لوگوں نے یہ خیال نہیں کیا کہ بصورت کامیابی امریکہ اپنے تعاون کی قیمت وصول کرسکتا ہے، بلکہ اس علاقہ میں اپنی فوجی، سیاسی موجودگی قائم کرسکتا تھا۔ اس لیے انہوں نے اس خطرہ کو اہمیت نہیں دی۔ اور امریکہ کو سازشی قرار نہیں دیا۔ لیکن خلیج کے علاقہ میں امریکہ کے آنے

www.abulhasanalinadwi.org

کے سلسلہ میں انہوں نے اتنا شدید خطرہ محسوس کیا کہ اپنوں کی کھلی جارحیت کو بھی نظر انداز کر دیا۔

حالانکہ امریکہ کی اس علاقہ سے دلچسپی نیا واقعہ نہیں کہ اس کو ایسا عجیب واقعہ سمجھا جائے، یہ کوئی مخفی بات نہیں کہ قبل ہی سے یہ پورا علاقہ امریکہ کے سیاسی اور عسکری اثر ونفوذ کے تحت رہا ہے سعودی عرب، کویت وغیرہ تو امریکہ کے کھلے اثر ودباؤ میں رہے ہیں۔ لیکن عراق خود جو روسی نظریۂ سیاست کا حامل اور روسی دوستی کا ملک ہے وہ بھی امریکی اجازت کے بغیر دو قدم آگے نہیں بڑھتا تھا۔ چنانچہ کویت پر حملہ میں بھی اس نے امریکہ کے ذہن کو ٹٹول لیا تھا۔ اور اشاروں اشاروں میں اجازت لے لی تھی۔ لیکن امریکہ کی اجازت کے حدود کو سمجھنے میں صدام حسین سے غلطی ہوگئی، وہ آخر تک یہ سمجھتے رہے کہ امریکہ ان کے خلاف دکھاوا اور مظاہرۂ طاقت جیسا بھی کرے عملاً باقاعدہ لڑائی نہیں لڑے گا ان کے امریکہ کو دھمکانے سے ان کی جرأت کا اظہار ہوگا اور عراق کو خاص حد تک سیاسی اور مالی فائدہ بھی پہنچ جائے گا اس میں عوام کی تباہی و بربادی ہو تو ہوا کرے اس دنیا میں سب چلتا ہے دراصل اندازہ کی غلطی وہ بڑی غلطی تھی جو صدام حسین سے ہوئی، اور اس کی سزا ان کے ملک وقوم کو اور اس علاقہ کی آبادی کو ملتی رہی ہے صدام حسین اور ان کے خاص مشیر و معاون تو وہ سب بالکل محفوظ رہے کیونکہ برطانیہ وامریکہ کو ان کے کمزور حالت میں باقی رہنے میں حرج محسوس نہیں ہوا۔

قدرت کی طرف سے یہ ایک بڑا تازیانہ تھا، جس سے نہ صرف صدام حسین کو عبرت حاصل کرنا چاہئے بلکہ صدام حسین کے حامیوں کو بھی خوف کھانا چاہئے کہ ظالم اور جارح صدام حسین بلکہ امریکہ کے ناپاک مقاصد کے لیے آلۂ کار بن جانے والے صدر عراق کی ایسی شدید حمایت اور اس کی توقیر و تعظیم کرنا خدا کی نظر میں قابلِ ناراضی عمل

www.abulhasanalinadwi.org

نہ بن جائے۔خاص طور پر جبکہ صدام حسین کی خود ظالمانہ اور مذہبیت سے دور زندگی ان کے متعلق قطعاً اچھا خیال نہیں پیدا کرتی وہ بعث پارٹی کے جھنڈے کو بھی برابر اٹھائے رہے اور برابر اٹھائے ہوئے ہیں جو اسلام سے دور، جماعت، لا مذہب اور اسلامی قدروں سے آزاد پارٹی ہے۔اس کا مسودہ دستور خلیج کے واقعہ سے متصل شائع ہوا ہے جس میں مذہب کو ملکی سیاست اور زندگی سے باقاعدہ الگ کر کے پیش کیا گیا ہے۔

''البعث العربی'' پارٹی کے قائدین نے اپنی پارٹی کی جو ترجمانی کی ہے اس کے بموجب ان کی پارٹی صرف سیاسی پارٹی نہیں ہے بلکہ وہ ایک نظریاتی پارٹی ہے جس میں عیسائی اور سیکولر ذہن کے مسلمان دانشور برابر کے شریک ہیں اس کے مقاصد میں عربوں کو اسلام کی فکری پابندی سے نکال کر خالص قومی نقطۂ نظر میں لانا ہے وہ اسلام کی مذہبی بنیاد کے بجائے عربوں کی سیکولر ثقافتی وقومی بنیاد کو اصل قرار دیتی ہے اس پارٹی کی اصل سربراہی عربوں کی سیکولر عنصر کے پاس رہی ہے، پارٹی کا سب سے بڑا مفکر اور لیڈر جس کی رہنمائی میں شام وعراق میں البعث العربی کے نظریات کو عروج ہوا۔شام کے عیسائی پروفیسر میشیل عفلق تھے، جو پہلے شام میں رہے پھر سیاسی اختلاف کی بنا پر عراق آ گئے صدام حسین آخر تک ان کی رہنمائی کے پابند رہے، البعث العربی کا نظریہ ہے کہ مسجدیں اور عبادت گاہیں ترقی کی راہ میں حائل ہیں جن کی اہمیت کم کرنا ضروری ہے اور اسلام عربوں کے متعدد مذاہب میں سے ایک مذہب ہے جس کو بھی دائرہ میں رہنا چاہئے ان کے نزدیک حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے عربوں کی قومی فلاح وترقی کے لیے تحریک چلائی تھی جس سے عربوں میں اتحاد اور تہذیب بڑھی یہ ایک قومی ووطنی کام تھا اس کے رو سے حضور ﷺ عربوں کے ایک مصلح لیڈر تھے جیسے ہر قوم وجماعت میں ہوتے ہیں لہٰذا عربوں کو اس حیثیت سے ان کی قدر کرنا چاہئے اور اپنے قابل قدر اسلاف میں شمار کرنا چاہئے، کیا ایک ایمان رکھنے والے مسلمان کے لیے

www.abulhasanalinadwi.org

اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ میں یہ خیالات قابلِ قبول ہیں؟

سیاسی طریقۂ کار کے طور پر اس پارٹی نے اشتراکیت کے اصول ونظام کو اختیار کیا ہے اور اپنی طاقت کا اصل سرچشمہ فوجی عناصر کو بنایا ہے، چنانچہ اس پارٹی کو فروغ ان فوجی انقلابوں سے ہی ہوا جو اس کے ماننے والے فوجیوں نے کیا، اسی لیے پارٹی اپنے بقاوفروغ کے لیے فوجی اقتدار کے طریقوں کو اختیار کرتی ہے جس میں ہر اختلاف ومخالفت کرنے والے کو ملک چھوڑنا یا کسی الزام میں یا سازشی طریقوں سے جان سے ہاتھ دھونا پڑتا ہے، چنانچہ صدام حسین کے اثر ورسوخ واقتدار کے دور میں جان سے محروم ہونے والوں کی تعداد خاصی رہی ہے۔

یہ حقائق کتابوں اور رسالوں کے ذریعہ باسانی معلوم کیے جاسکتے ہیں، لیکن ہمارے عوام کا مزاج ایسی سادگی اور جذباتیت کا حامل رہا ہے جس میں کوئی بھی طاقتور لیڈر اگر دل پسند قومی یا مذہبی نعرہ لگادے تو مسلمان اس شخص کے اصل عقیدہ اور اس کی زندگی کا اصل حال دیکھنے کی کوئی ضرورت نہیں سمجھتے اور محض اس کے پر اثر عملی مظاہرے یا قومی وملی یا جذبات کو متحرک کردینے والے نعروں کو کافی سمجھتے ہیں۔

چنانچہ انہوں نے مصطفیٰ کمال اتاترک کو ایک عظیم غازی ومجاہد کی حیثیت سے کئی دہائیوں تک ہیرو بنائے رکھا۔ حالانکہ انہوں نے ترکی سے اسلام اور عربی کے اثرات کھرچ کھرچ کر نکالے اور قوم کو اسلام اور عربی ترک کرنے پر سختی کے ساتھ مجبور کیا، پھر جمال عبدالناصر کو ہیرو بنایا حالانکہ وہ طاقت رکھنے اور اسرائیل کو دھمکاتے رہنے کے باوجود ایک مرتبہ بھی اسرائیل سے نہیں لڑے خود اسرائیل نے ان پر حملہ کرکے ان کو شکست دی اور ذلیل کیا انہوں نے اپنی طاقت اسلام اور مسلمانوں کو دبانے کمزور بنانے میں صرف کی پھر اب صدام حسین کو ہیرو سمجھا جن کے امریکہ اور روس سے برابر گہرے روابط رہے۔ اور وہ عوام کو مسحور ومتاثر کرنے کے لیے امریکہ پر لعن طعن اور دھمکیوں کی

www.abulhasanalinadwi.org

بارش کرتے رہے اور اندر دونوں کے رجحان اور ایماء معلوم کرتے رہے، لیکن آخر کویت کے سلسلہ میں امریکہ کے ایماء کے حدود کو پوری طرح سمجھ نہ سکے یا ملک گیری اور طلب جاہ کے شوق میں نتائج کی پرواہ نہ کر سکے، امریکہ نے بھی ان کو جو سزا دی اس میں خود ان کی ذات اور ان کی اصل فوج جمہوری محافظوں کو گزند پہنچنے سے محفوظ رکھا، ورنہ وہ اور ان کے ساتھی امریکہ کی بے تحاشہ بمباری سے محفوظ نہیں رہ سکتے تھے، لیکن صدام حسین اپنی قوم و ملک کی تباہی کے باوجود برابر محفوظ و مطمئن ہیں۔

ان کو ذاتی نقصان بہت کم ہوا البتہ امریکہ کو فائدہ پہنچا اس نے زبردست اور فاتحانہ جنگ کر کے دنیا پر رعب قائم کیا، اسلحہ فروخت ہوئے کئی ماہ تک کئی لاکھ فوجیوں کی تنخواہیں امریکی خزانہ کے بجائے غیر ملکی خزانوں سے حاصل ہوئیں اور اسرائیل کے اس خوف کا ازالہ بھی ہوا کہ عراق کی نیتوں پر اعتبار کے باوجود کہ کہیں اس کو اپنی طاقت کے مظاہرہ کے شوق میں اسرائیل پر مہم جوئی کا خیال نہ آجائے، لہٰذا عراق کی طاقت کو ایک چھوٹی طاقت بنا دیا جائے۔

جن لوگوں نے عراق کی اس مہم جوئی کی مخالفت کی، ان کے لئے یہ ایک بڑی وجہ تھی کہ کویت پر اس کا حملہ اسلامی اور انسانی دونوں اصولوں سے سخت ظالمانہ اور غاصبانہ تھا، جو عراق کے مسلمان ہونے کے ناطے اور بھی زیادہ لائق مذمت تھا، دوسری وجہ یہ تھی کہ صدام حسین اگر خدانخواستہ کامیابی حاصل کرتے ہوئے خلیج کے علاقہ میں قبضہ حاصل کر لیتے تو اس علاقہ میں وہ ''البعث العربی'' کے انداز فکر کے تحت مذہبی اثرات کو دبانے سیکولر طور و طریق کو مضبوط کرنے کی پوری کوشش کرتے، ان کی یہ کوشش کسی بھی صاحب غیرت مسلمان کے لئے ہرگز قابل قبول نہیں ہونا چاہئے کیونکہ کہ اس خطہ میں حرمین شریفین کا علاقہ بھی ہے جن کی طرف ان کی نگاہیں کویت ختم کرنے کے بعد لگ گئی تھیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

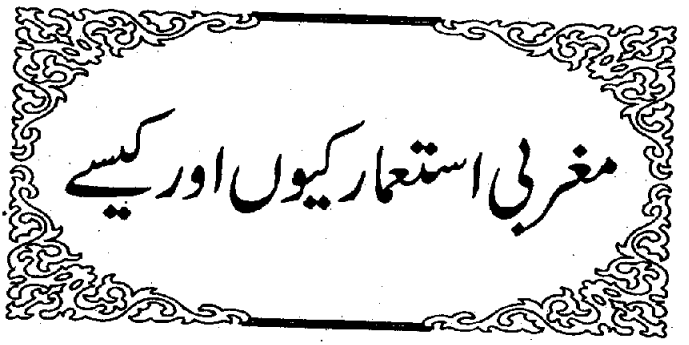

www.abulhasanalinadwi.org

عالم عربی، فلسطین اور اسرائیل

عالم عرب میں اس وقت جو حالات ہیں وہ صرف افسوسناک ہی نہیں بلکہ ہر باحمیت مسلمان کے غور کرنے اور سمجھنے کے ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "إن اللّٰہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بأنفسھم" کہ اللہ تعالیٰ کسی بھی قوم کے حال کو نہیں بدلتا حتی کہ وہ خود اپنے حال کو بدل دے، اسلام کے آنے سے قبل عرب جس حال میں تھے اس کو دیکھ کر ان کے کسی اچھے مستقبل کی توقع نہیں کی جاسکتی تھی، لیکن اسلام کا پیغام سینے سے لگانے کے بعد ان کے عام آدمی بھی نے نازک سے نازک قیادت کا فریضہ باحسن انجام دیا اور نہ صرف یہ کہ اسلام کو بحیثیت مذہب کے دنیا کے ایک بڑے آباد خطے میں آناً فاناً پھیلا دیا بلکہ سیاسی لحاظ سے بھی مختلف عظیم ملک اور قومیں ان کے سامنے سرنگوں ہوگئیں اور پھر اسلام کی فتوحات کا یہ سلسلہ صدیوں جاری رہا۔

بیت المقدس کو ان عرب مسلمانوں نے اس طرح فتح کیا کہ خلیفہ ثانی حضرت عمر رضی اللہ عنہ صرف اپنے غلام کے ساتھ تشریف لے گئے اور عیسائیوں نے نہ صرف یہ کہ بیت المقدس کی کنجیاں ان کے حوالے کردیں بلکہ ان کو اپنے گرجے کے ایک رخ پر نماز پڑھنے کی اجازت بھی دی، چنانچہ اسی جگہ آج تک مسجدِ عمر نام کی مسجد موجود ہے،

www.abulhasanalinadwi.org

اسی بیت المقدس کو بعد کے مسلمان اپنے پاس نہ رکھ سکے اور عیسائیوں نے قبضہ کر کے مسلمانوں کو اس سے بے دخل کر دیا اور اس طرح ۹۰ سال تک مسلمان اس سے محروم رہے کیونکہ ان میں تفرقہ تھا۔ چھوٹے چھوٹے ذاتی مصالح پر آپسی لڑائیاں تھیں، خود غرضیاں اور نفاق تھا۔ لیکن جب سلطان صلاح الدین ایوبی نے ان کو اسلام کے نام پر اللہ اور رسول کے نام پر اکٹھا کیا اور وہ اکٹھا ہو گئے تو عیسائیوں سے بیت المقدس بڑے شاندار طریقہ سے واپس لیا۔

بیت المقدس لینے کے یہ دو واقعے بڑے سبق آموز ہیں، ایک میں بہت پر امن طریقہ سے کام لیا کیونکہ حضرت عمر جیسا خدا ترس اور معیاری قائد تھا، دوسرے میں حمیت دینی و جذبہ قربانی کے ساتھ لیا کیونکہ سلطان صلاح الدین ایوبی جیسا مخلص اور جانباز قائد تھا۔

آج بیت المقدس لینا تو بڑی بات ہے وہ چھوٹی موٹی طاقت جو اسکے لیے کچھ کرتی وہی مٹی جا رہی ہے، جب کہ ملت اسلامیہ سابق زمانوں کے مقابلہ میں کئی گنا زیادہ تعداد میں ہے اور کئی گنا زبردست اسباب و وسائل رکھتی ہے۔

لیکن جنگیں نہ تو محض تعداد سے جیتی جاتی ہیں اور نہ محض اسباب و وسائل کی بنیاد پر جیتی جاتی ہیں اس کے برعکس اسلام ہم کو یہ بتاتا ہے کہ تھوڑی تعداد ایمان کے ساتھ بڑی تعداد پر بھاری ہے، اسلام نے ایمان و اخلاص کی شرط رکھی ہے، اور یہی ایمان و اخلاص آج ہماری سیاست میں، ہماری قیادت میں اور ہماری تدابیر و حکمت میں سب سے کم ہے۔

پہلے زمانہ میں ملت اسلامیہ کی کمزوریوں میں سے یہ شمار کیا جاتا تھا کہ ان میں تفرقہ ہے، ذاتی اغراض اور نفسی نفسی ہے لیکن اب رونا یہ ہے کہ ہمارے حکمراں اور قائد صرف نام سے ہمارے ہیں حقیقت میں وہ کسی بیرونی طاقت کے ہیں اور اگر

www.abulhasanalinadwi.org

بیرونی طاقت کے پوری طرح نہیں ہیں تو شیطان کے ساتھ ہیں۔ ہمارے حکمرانوں کی ساری جدوجہد اپنی قوموں اور رعایا سے لڑنے میں صرف ہوتی ہے، منہ پر جمہوریت اور قوم کا نام اور ورد رہتا ہے لیکن چھری جب چلتی ہے تو ان ہی کی گردن پر چلتی ہے، شام جس کو اسرائیل سے لڑنے کا اور فلسطینیوں کی مدد کرنے کا سب سے زیادہ دعوی رہا ہے اور اس نے دو ایک بار دکھانے کے لیے ہلکی پھلکی جھڑپ بھی کی ہے، لیکن اس کی ساری طاقت اپنے عوام کو کچلنے اور حکومت سے اختلاف رکھنے والے بڑے بڑے ماہرینِ علم وفن کو مارنے میں صرف ہوتی رہی ہے، ابھی چند روز قبل حماۃ شہر کو اس طرح تباہ کیا کہ دشمن کے شہر کو بھی اس طرح تباہ نہیں کیا جاتا، ہزاروں ہزار افراد موت کے گھاٹ اتارے گئے اور نہ معلوم کتنی مسجدیں مسمار کردی گئیں کیونکہ شبہ یہ تھا کہ اختلاف رکھنے والے اس میں چھپے ہیں، اور حلب میں اور اس کے اطراف میں مسلسل کئی مہینوں سے جو مار دھاڑ ہو رہی ہے اس سے کس کو فائدہ پہنچ رہا ہے ظاہر ہے اسرائیل کو پہنچ رہا ہے کیونکہ اس حال میں شام کو اسرائیل سے پوری جھڑپ لینے کی طاقت نہیں، اور اس پر مستزاد یہ کہ شام کے موجودہ حکمراں نہ سنی مسلمان ہیں اور نہ شیعہ مسلمان، بلکہ یہ علوی نام کے ایک فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں جو شیعیت سے قریب لیکن ایک گمراہ فرقہ ہے، اگرچہ وہ اپنے کو مسلمان کہلاتا ہے جیسے کہ قادیانی، لیکن اس کے دل میں مسلمانوں سے انتقام لینے کا جذبہ پنہاں ہے اور دلچسپ بات یہ ہے کہ ایران کے اسلامی انقلاب والے حضرات اسی شام کے حکمرانوں سے محبت وتعاون کی پینگیں بڑھا رہے ہیں، اور وجہ اشتراک صرف یہ ہے کہ وہ بھی امریکہ کو برا بھلا کہتا ہے اور سنیت کے مقابلہ میں شیعیت سے نسبتاً قریب تر ہے چنانچہ فلسطینیوں کی موجودہ جنگ میں وہ بھی صرف دکھاوے کے دو ایک اقدامات سے آگے نہ جاسکا۔

ایران وشام کے دوستوں میں ایک لیبیا ہے اس کو معمر قذافی کی قیادت

www.abulhasanalinadwi.org

حاصل ہے جن کا زیادہ وقت اپنے بھائیوں کی کمزوریوں کے تلاش کرنے، تنقید کرنے اور انقلاب کرانے کی کوششیں کرنے میں صرف ہوتا ہے، پیسہ اور سامان حرب بھی خاصا اسی مقصد کے نذر ہوتا رہتا ہے اور فلسطینیوں کی حمایت میں ایسی ایسی وضاحت کہ معلوم ہوتا تھا کہ اب جب بھی موقع آئے گا تو اسرائیل سے صرف لیبیا لڑے گا، باقی تو سب برے اور نالائق ہیں، لیکن ضرورت پڑنے پر اس نے صرف کانفرنس کی تجویز پیش کرنے کو ہی کافی سمجھا۔

امریکہ نواز ملکوں کو کیا کہا جائے، انھوں نے جب اپنے دامن کو امریکہ سے وابستہ کیا ہے تو وہ امریکہ اور اس کے متبنّٰی اسرائیل کو آنکھیں کب دکھا سکتے ہیں، لیکن جو ملک کل تک امریکہ کو لڑ کر شکست دینے تک کی بات کرتے رہے ہیں اور اٹھتے بیٹھتے امریکہ کو برا کہنے کا وظیفہ پڑھتے رہے ہیں، اپنے روسی دوست کے اشاروں سے آگے نہیں بڑھ سکے، روس جس کو فلسطینیوں نے کارساز حقیقی خدا کے بعد دوسرا کارساز بلکہ بجائے خدا کے اپنا اصل کارساز سمجھ لیا تھا۔ آج اس کے اخلاقی تعاون سے بھی محروم ہیں اور صرف اسی کے تعاون سے نہیں بلکہ اپنے ان تمام بھائیوں کے تعاون سے بھی محروم ہو گئے جو اب تک بڑے وعدہ و وعید کرتے رہے تھے لیکن روس کا رویہ دیکھ کر سر بجیب ہیں۔

عالم اسلام جس کے ممالک کو ہم آزاد سمجھتے ہیں دراصل آزاد نہیں ہیں، ہر ملک کسی نہ کسی بڑی طاقت سے وابستہ ہے، لیکن زیادہ افسوس کی بات یہ ہے کہ وہ ضرورت سے زیادہ وفاداری کرنے کی کوشش کرتا رہا ہے، جو غیرت وحمیت کے خلاف بلکہ ملکی وذاتی مصالح کے بھی خلاف ثابت ہوتی رہتی ہے، فلسطینیوں کو ختم کرنے کے بعد قریب کے ملکوں کی سلامتی کا کیا اعتبار رہ جاتا ہے، یکے بعد دیگرے زد میں آسکتے ہیں۔

فلسطینیوں کی تباہی صرف انہی کی تباہی نہیں بلکہ اللہ محفوظ رکھے یہ عربوں

www.abulhasanalinadwi.org

کی تباہی کا پہلا قدم ہے جو اسرائیل نے حالات کا خوب جائزہ لے کر اٹھایا ہے اور جس میں وہ بظاہر اب تک کامیاب ہے۔ اسرائیل جو کہ ملت اسلامیہ کے دسیوں ملکوں سے بھی چھوٹا ہے اور اسکی تاریخ بزدلی کی، ذلت کی اور بربادی کی رہی ہے آج ملت اسلامیہ کے بڑے ملک بھی اس کے سامنے دست بستہ ہو رہے ہیں۔ نہ عظیم مشترک مصالح کی فکر اور نہ حمیت وغیرت کا خیال۔ لیکن بات وہی ہے جو قرآن مجید کی اس آیت میں ہے کہ "إن اللّٰه لايغير ما بقوم حتى يغيروا ما بأنفسهم"

مسجد اقصیٰ اور فلسطین میں

اسرائیلی جارحیت اور مغربی ممالک کا کردار

مغربی ممالک نے گزشتہ دو صدیوں میں عالم اسلام کے مختلف حصوں پر اپنا اقتدار قائم کیا تھا، اور صلیبی جنگیں جن میں ترکی سلطنت نے برابر کامیابیاں حاصل کی تھیں اور مغربی جارحیت کو مشرق میں اپنے قدم جمانے کا موقع نہیں دیا تھا، مغربی مفکرین اور سیاستدانوں کے ذہن سے محو نہیں ہو سکی تھیں، جس کی بنا پر مغربی طاقتوں نے انتقامی جذبہ سے مسلمان ملکوں میں معاندانہ رویہ اختیار کیا، اور ان ممالک کے اصل باشندوں کو ان کے وطنی حقوق سے محروم رکھنے کا برابر رویہ اختیار کیا۔ اس سلسلہ میں ظلم کی داستانیں ان ملکوں کی آزادی کی جنگ کی تاریخ میں ملتی ہیں۔ بالآخر جنگ عظیم دوم جو خود یورپ کے ملکوں کے درمیان چھڑی اور اس نے ان کی طاقتوں کو بہت کمزور کر دیا، اور وہ مشرقی ملکوں کو آزادی دینے پر مجبور ہوئیں، لیکن ان کا نقطۂ نظر تبدیل نہ ہو سکا، اور ان ملکوں کو براہ راست غلام بنائے رکھنے کے بالواسطہ غلام بنانے کا طریقہ اختیار کیا، اور اپنی اقتصادی اور سیاسی پالیسیوں کے ذریعہ ان ملکوں کو اپنے مفاد کے مطابق کام کرنے پر مجبور کیا، اور ایسے معاملات ابھار دیئے کہ جن میں ممالک الجھے رہیں، اور

www.abulhasanalinadwi.org

اپنے اتحاد اور ملی مقاصد کے لیے آزادی سے کام نہ کرسکیں، جن کے لیے ایک طرف برصغیر میں تناؤ برابر جاری رکھنے کے مسائل پیدا کیے، اور دوسری طرف مشرق وسطیٰ میں اسرائیلی عمل دخل کو یقینی بنانے کا انتظام کیا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج فلسطین میں اسرائیلی حکومت اس کے پڑوس کے سارے ملکوں کے لیے ایک سخت پریشانی، اذیت اور تناؤ کا مسئلہ بن گیا ہے، اسرائیل کا اس علاقہ میں شروع میں کوئی وجود نہیں تھا، برطانیہ اور مغربی ملکوں نے اس کو وہاں دخیل بنا یا پھر مسلسل اس کی مدد کر کے اس کو ایک مضبوط طاقت بنادیا جس نے اپنے اثرات بڑھائے اور علاقہ کے اصل باشندوں کی بہت بڑی تعداد کو جو لاکھوں میں شمار کی جاتی ہے وطن سے بے وطن کر دیا، اور جو یہاں رہ گئے، اور ملک بدر نہ ہو سکے ان کو غلاموں کی طرح باقی رکھا گیا۔ اور اس سے زیادہ اذیت ناک بات یہ ہوئی کہ ان کے مقدس مقامات کو بگاڑنے اور بدلنے کی کوشش شروع کی گئی جو خطرناک حد تک پہنچ گئی ہے، اسی وجہ سے صرف وہیں کے عرب اور مسلمانوں کے لیے پریشانی کا مسئلہ نہیں رہا بلکہ دنیا میں بسنے والے سارے عرب اور مسلمان اس سے پریشان اور فکر مند ہو گئے، اس سلسلہ میں فلسطین کے باشندوں نے اپنی دینی و اسلامی حمیت کے اثر سے مقابلہ کی جو کوشش کی اس کو سخت سفاکانہ طریقہ سے دبانے کی کوشش کی جارہی ہے، اور اس کے اثر سے وہاں کے باشندوں میں اپنے ملّی اور دینی مقدسات کی حفاظت کے لیے جو حرکت اور جوش پیدا ہوا اس نے غاصب طاقت کو متفکر کر دیا ہے۔ لیکن اس کے کچلنے کے لیے وہ ہر طرح کے حربے اختیار کر رہی ہے۔ اور مسئلہ صرف یہی نہیں ہے کہ اسرائیلی طاقت عربوں اور مسلمانوں کو دبانے کی کوشش کر رہی ہے اور مسلمان اس کا مقابلہ کر رہے ہیں بلکہ مغربی طاقتیں برابر اسرائیل کو تعاون اور مدد سے مضبوط بنا رہی ہیں یہ سلسلہ یوں تو طویل عرصہ سے جاری ہے لیکن اس وقت اس نے جو شکل اختیار کر لی ہے وہ پورے علاقے کے امن

www.abulhasanalinadwi.org

وامان کے لیے بڑا خطرہ بن گئی ہے، کس قدر زیادتی اور ظلم کی بات ہے کہ مسجد اقصیٰ جو صرف یہی نہیں کہ مسلمانوں کی مقدس مسجد ہے بلکہ وہ انھیں کی آبادی کے درمیان ہے، اور وہ پوری طرح اس سے وابستہ ہے اس کو توڑ کر یہودی عبادت گاہ بنانے کی یہ کوشش پوری طاقت اور جبر کے ساتھ متمدن کہلائی جانے والی مغربی طاقتوں کی مدد کے ساتھ کی جارہی ہے، ایسی صورت میں فلسطین کے صرف عرب مسلمان ہی نہیں بلکہ پورے ممالک عربیہ اور ممالک اسلامیہ کے مسلمانوں کے لیے بھی بے چینی کا اور ملی غیرت کا مسئلہ بن گیا ہے، اس میں دشواری یہ ضرور ہے کہ مسلمان اور عرب ممالک کی حکومتیں مغربی طاقتوں کے دباؤ سے وہ نہیں کر رہی ہیں جو ان کو کرنا چاہئے، لیکن ان ملکوں کے مسلمان عوام کا دباؤ ان کو بالآخر مجبور کرے گا کہ اس شرارت اور ظلم کا وہ مداوا کرنے کی صحیح فکر کریں، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حالات کو بہتر بنائے اور باطل طاقتوں کو حق کے مقابلہ میں ناکام اور نامراد بنائے۔

www.abulhasanalinadwi.org

فلسطین کا قضیہ

مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے بعد ایک مسلمان کو اگر کسی مقام سے محبت ہو سکتی ہے تو وہ سوائے فلسطین کے اور کون مقام ہو سکتا ہے وہاں مسلمانوں کا پہلا قبلہ ہے اور ان تین مسجدوں میں سے ایک ہے کہ جن کے لیے سفر کرنا اور جہاں کی برکات سے مستفید ہونا مسلمانوں کے لیے فخر اور درجات علیا کے حصول کا ذریعہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لاتشد الرحال إلا إلى ثلاث مساجد المسجد الحرام و مسجدي هذا و المسجد الأقصىٰ۔

انبیاء علیہم السلام کی ایک بڑی تعداد کی تاریخ اسی بیت المقدس سے متعلق ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج کی پہلی منزل بھی یہی بابرکت جگہ ہے، یہ وہ جگہ ہے جس کے لیے مسلمانوں نے بڑی بڑی قربانیاں دیں، غیر مسلم قوموں کے اختیار سے حتی الوسع اس کو دور رکھا، سلطان صلاح الدین کی تاریخ اسی مقام سے متعلق اور اس کے لیے ایثار و جانبازی سے بنتی ہے۔

ہمارے لیے یہ جگہ نئی نہیں کہ ہم اس کے ساتھ اپنا تعلق بتانے کے محتاج ہوں یا ہم اس سے اس قدر غافل ہوں کہ اس کو سمجھنا چاہیں، صدیوں مسلمان حکومتوں کو اس مبارک جگہ کی حفاظت کرنے کا شرف حاصل رہا ہے، اور یہ بات یقیناً قابل صد افتخار ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

مسلمانوں سے قبل اس جگہ کے دعویدار یہودی، عیسائی رہ چکے ہیں یہاں انھوں نے صدیوں حکومتیں کیں لیکن مسلمان قوم جب دنیا میں آئی تو اس کا آنا ہی گویا اعلان تھا کہ اب اللہ کے گھروں کی پاسبان اللہ کے مطیع اور فرمانبردار بندے ہی ہو سکتے ہیں بڑے بڑے باطل پرست ان کے لیے راستہ چھوڑنے پر مجبور ہوئے اور مسلمانوں نے زمام حکومت سنبھالی اور اس مرکز اسلام کی حفاظت اور پاسبانی کو اپنا وطیرہ بنایا، لیکن یہود و نصاریٰ مسلمانوں کی تولیت سے راضی نہ تھے برابر کوشاں رہے کہ ان کے ناپاک قدم پھر اس بابرکت زمین میں پہنچ جائیں، لیکن مسلمان سلاطین نے ان کو کامیاب نہ ہونے دیا۔ آخری دور میں نصاریٰ مسلمانوں کی شکست سے مایوس اور یہود دنیا میں ذلیل و خوار ہوئے، ادھر عام بے دینی اور الحاد نے جب یورپ کو زیروزبر کر دیا تو اس کا سیلاب بلاخیز جب جاوہ و مال کے سوا ہر شئے کو بہالے گیا اور یہودی قوم اب پورے یورپ میں بھی مقہور و ذلیل سمجھی جانے لگی اور بعض حکومتوں (مثلاً پولینڈ، آسٹریلیا، جرمنی اور زمانۂ قیصریت کا روس) نے تو یہودیوں کے لیے زمین تنگ کر دی، غیر مسلم دنیا میں مسائل اب دینی و مذہبی نہیں رہے بلکہ سیاسی اور مادی مقاصد کے حصول تک محدود رہ گئے، ایسے حالات میں بھی جو یہودی فلسطین میں رہتے تھے وہ دوسرے غیر مسلموں کی طرح مسلم حکومتوں کی امان میں آرام و آسائش کی زندگی گزارتے رہے ان کی تعداد پچھلی صدی تک فلسطین میں ۸/ ہزار سے زیادہ نہ تھی اسی تعداد سے جس کا ملک میں کوئی وزن نہیں محسوس کیا جا سکتا تھا مسلمانوں کو دھوکہ ہوا یہ ان کی حسن نیتی تھی کہ وہ دوسری قوموں سے اچھا معاملہ کر کے یہ سمجھتے رہے کہ ان کی طرح دوسری قومیں بھی ان کے حق میں شرافت کا ثبوت دے سکتی ہیں اور یہودی بھی احسان شناس ہو سکتے ہیں، بہرحال یہودی جب کہ تمام دنیا میں مصیبت و عداوت کا شکار ہو رہے تھے فلسطین میں مسلمانوں کے دامن حکومت میں آرام کی زندگی بسر کرتے تھے۔ ان یہودیوں کے

www.abulhasanalinadwi.org

لیے جب یورپ کی زمین تنگ ہونے لگی تو انھوں نے اپنے قومی مسئلہ پر غور کرنا شروع کیا اور اس غور وفکر کا سبب وہ کتاب تھی جو ایک یہودی مصنف برتھیوڈر ہرٹزل نے ۱۸۹۵ء میں تصنیف کی اور پھر یہ دعوت لے کر کھڑا ہوا کہ دنیا میں ایک ایسی جگہ ہونی چاہئے جو یہودیوں کا قومی وطن بن سکے، اور وہ وہاں امن سے رہ سکیں اور جہاں بھی یہودی ستائے جائیں اس وطن میں منتقل ہو جایا کریں، اس مقصد کے لیے اس شخص نے انتھک جدوجہد کی اور کانفرنسوں پر کانفرنسیں کر کے یہودی شعور بیدار کیا اس نے دنیا کی مختلف حکومتوں سے امداد واعانت کا مطالبہ کیا اور ۱۸۹۷ء سے ۱۹۱۱ء تک دس کانفرنسیں کروائیں۔

پہلی کانفرنس بازل (سوئزرلینڈ) میں ہوئی اس میں جو تجاویز طے کی گئیں تھیں ان میں سے چند یہ تھیں (فلسطین میں نوآبادیاتی نظام کا زراعتی وصنعتی اور تجارتی کاموں میں اجراء کیا جائے، یہودی عنصر کی تعظیم کی جائے اور ان کے آپس کے روابط مضبوط کیے جائیں تاکہ وہ مقامی اور عالمی ادارے قائم کر سکیں، قومی شعور پیدا کیا جائے، عبرانی زبان کی تعلیم دی جائے۔ مدرسے قائم کیے جائیں اور اقتصادی ترقی کے لیے فنڈ کھولا جائے، مال وسرمایہ مہیا کر کے بڑی بڑی اسکیمیں چلائی جائیں اور صہیونی تحریک کی غرض اس وقت یہ متعین کی گئی تھی کہ یہ فلسطین میں یہودیوں کے قومی وطن کو معرض وجود میں لانے کی کوشش ہے یہ وطن ساری حکومتوں کی طرف سے محفوظ ومامون ہوگا۔ اور عالمی طور پر تسلیم شدہ ہوگا۔) (المسلمون ص ۲۷۲)

ہرٹزل جدوجہد کرتا رہا، یہودیوں کی ایک معقول تعداد نے اس کی معاونت بھی کی اس نے سلطان عبدالحمید والی ترکی سے بھی اقامت وطن کے لیے گفتگو کی اور ان کو اچھا خاصہ مادی معاوضہ دینے کا وعدہ کیا، لیکن سلطان موصوف سے معاملہ طے نہ ہو سکا اور اسی اثناء میں انگریزوں نے لارڈ کرومر کے ذریعہ جزیرہ نمائے سینا کی

www.abulhasanalinadwi.org

پیشکش کی اور ۱۹۰۳ء میں ایک تحقیقاتی وفد جزیرہ نمائے سینا گیا جس نے واپس آکر زمین کی عمرانی صلاحیتوں کے بارے میں مایوس کن رپورٹ پیش کی جس پر یہ تجویز ختم ہوگئی۔

چیمبرلین نے اسی سال مشرقی افریقہ میں ایک وسیع رقبے کی پیش کش کی جس کو ۱۹۰۵ء کی یہودی کانفرنس نے یہ کہہ کر ٹھکرادیا کہ بیت المقدس سے اس علاقہ کو کوئی واسطہ نہیں اور ہم بیت المقدس چاہتے ہیں۔ ۱۹۰۴ء میں برتھیوڈر ہرٹزل مرگیا، اس کے مرنے کے بعد وطن قائم کرنے کی جدوجہد سرد پڑگئی اور اس میں وہ سابقہ زور اور قوت باقی نہ رہ سکی، پہلی جنگ عظیم سے قبل تک ان کوششوں کو صرف ایک آرزو اور تمنا کہا جاسکتا تھا اور فلسطین میں یہودی قوت کو مسلمانوں کے مقابلہ میں ایک نہایت کمزور تناسب کے علاوہ دوسرا درجہ نہیں دیا جاسکتا تھا۔ پہلی جنگ عظیم شروع ہوئی اور ترکی حکومت نے جو سارے عالم عربی پر حکومت کررہی تھی جرمنی کا ساتھ دے دیا، دونوں ملکوں نے اتحادیوں کے مقابلے میں شکست کھائی اور برطانیہ، فرانس واٹلی نے سارے عرب کو آپس میں تقسیم کرلیا، عرب ممالک میں یہودیوں کے سرپرست برطانیہ کو جب تصرف کرنے کا موقع ملا تو یہودی قوم نے ایک نیا لیڈر اگلا، یہ شخص ڈاکٹر حاتم ویرنان مانچسٹر یونیورسٹی کا پروفیسر تھا، اس نے جنگ کے بعد مہلک ہتھیار ایجاد کرکے برطانیہ کی نظروں میں اپنا مقام بنالیا تھا۔ اس کا شکریہ برطانیہ کو بہرحال ادا کرنا تھا اور بالآخر ۱۹۱۷ء میں برطانی وزیر خارجہ نے اعلان کیا کہ حکومت برطانیہ یہودیوں کے لیے ایک وطن قائم کرنا ضروری سمجھتی ہے اور وہ اس ارادہ کو عملی جامہ پہنانے میں کوتاہی نہ کرے گی۔

ادھر فلسطین برطانی اقتدار میں آگیا تھا ادھر یہودیوں کا مطالبہ تھا کہ فلسطین کے اندر ان کا مطلوبہ وطن بنایا جائے، اور پھر برطانیہ سے ایسا کہا جانا مشکل تھا کہ فلسطین کی آبادی کو علی الاعلان مجبور کرکے ان کے شہر اور آبادیاں یہودیوں کا مسکن

www.abulhasanalinadwi.org

بنادی جائیں، یہ علی الاعلان ایک قوم کی اچھی خاصی آبادی کو قتل کر دینے کے مرادف تھا اس لیے برطانیہ نے خاموش طریقہ سے مسلمانوں کو قانون کے ذریعہ تنگ کرنا اور یہودیوں کو مراعات دینا اور فلسطین کی طرف سارے عالم سے یہودیوں کی ہجرت کو مرغوب بنا کر پیش کرنا، مسلمان زمینداروں، کاشتکاروں، صناعوں کو ٹیکسوں اور سخت اور تکلیف دہ قوانین سے زیر بار کرنا اور یہودیوں کو انہی گنجائشوں سے اپنے کاروبار، جائداد بڑھانے پھیلانے اور قدم جمانے کا موقع مہیا کرنا اختیار کیا، اس طرح یہودی آبادی بڑھتی گئی اور عربوں کے لیے فلسطین کی زمین بھاری ہوتی چلی گئی جب یہ جبر وتشدد کی جد وجہد کھلے طور پر محسوس کی جانے لگی تو عربوں نے احتجاج کیا، عرب حکومتوں کی دہائی دی لیکن عرب حکومتیں کچھ نہ کر سکیں وہ سب انگریزوں کے زیر اقتدار تھیں، وعدہ کرتی تھیں لیکن اگلا قدم کوئی نہ اٹھاتا، بالآخر جب فلسطینی عربوں کو عرب حکومتوں سے مایوسی ہوئی تو انھوں نے جو کچھ اسلحہ اکٹھا ہو سکے ان سے یہودیوں کا مقابلہ اور اپنی قومی بقا کے لیے جد وجہد شروع کر دی اس کے نتیجہ میں مسلح جھڑپیں ہوئیں جس پر انگریزوں نے اصلاح اور قیام امن کے نام پر عرب قائدین کو حراست میں لے لیا اور کوشش کرنے والوں کو سخت سزائیں دیں اور یہودیوں کے ساتھ رعایت کرتے رہے۔

اس کے نتیجہ میں سارے عالم عربی بلکہ عالم اسلامی میں احتجاج شروع ہو گیا اور دیگر عرب ممالک کے عوام کی طرف سے اعانت شروع ہو گئی، دوسری طرف عرب مجاہدوں کو مقابلہ سے باز رکھنے کے لیے سامراجی طاقتوں کے زیر اثر لیڈروں نے ایک جماعت قائم کی جس نے مدافعت اور اعانت کا وعدہ کیا لیکن آخر تک قابل ذکر کام نہیں کیا، صرف اقدام کا وعدہ اور بعض ابتدائی کوششوں تک محدود رہا اور اسی دوران دوسری جنگ عظیم شروع ہو گئی اور اس میدان میں عارضی طور پر خاموشی طاری ہو گئی لیکن

www.abulhasanalinadwi.org

جنگ عظیم کے ختم ہوتے ہی مطالبات اور جدوجہد نے پھر سر اٹھایا اور مسلمانوں کی رائے عامہ نے پورا پورا تعاون شروع کیا لیکن عرب حکومتیں جو برطانیہ کے زیر اقتدار تھیں خاموش طریقہ سے اپنی اپنی پبلک کے لیے مانع بنی رہیں لیکن اس کے باوجود شیخ حسن البنا (مصر) کی کوششوں سے اخوان المسلمین نے فلسطین کے قضیہ میں حصہ لینا شروع کر دیا اور ان کی امداد سے عرب مجاہدوں کو کافی تقویت پہنچی اور سارے ملک میں مقابلہ اور جدوجہد کا سلسلہ قائم رہا، ادھر انگریزوں نے یہ حالت دیکھ کر تقسیم فلسطین کی تجویز پیش کر دی، لیکن تقسیم فلسطین کی یہ تجویز کس انصاف اور قانون کے ماتحت معقول تجویز تصور کی جاسکتی تھی، عربوں نے اس کا سخت انکار کیا لیکن جب انگریزوں نے اس تجویز کو ترک کرنا نہ چاہا تو فلسطین کے عربوں نے شام و مصر کے رضا کاروں کی مدد سے ایک قومی فوج بنا کر منظم مقابلہ شروع کر دیا، اور جن مقامات کو برطانی مراعات نے یہودیوں کے حوالے کر دیا تھا عرب عوامی فوج نے ان کو بتدریج واپس لینا شروع کر دیا، عرب حکومتوں کے لیے اس طرح الگ رہ کر تماشہ دیکھنے میں بدنامی تھی لہٰذا انھوں نے جنگ میں حصہ لینا شروع کیا لیکن برطانی احکامات کی تابعداری کے ساتھ ساتھ ان کی پالیسی یہ تھی کہ عرب مجاہد عوام کو جنگ سے روک دیا جائے، ان کو ناتجربہ کار کہہ کر یا خیانت کے الزام عائد کر کے اور اخوان المسلمین کے رضا کاروں کو فلسطین میں داخل ہونے سے باقاعدہ طریقے سے روک دیا جائے لیکن اس کے باوجود ان مجاہدین کی ایک تعداد فلسطین میں خفیہ طریقے سے تھوڑی تھوڑی کر کے پہنچ گئی، یہ جانباز اور مخلص رضا کار مجاہدین یہودی فوجوں کو یکے بعد دیگرے شکست دیتے چلے گئے اور عرب حکومتوں کی فوجوں نے لڑنے کے بجائے جنگ کا مظاہرہ کرنے کی پالیسی اختیار کی اور باقاعدہ طریقے سے قلعوں کو فتح کر کے یہودی اقتدار میں بکمال خوشی منتقل کرنے کی پالیسی پر عمل کیا، عوامی فوجوں کو حکومتی فوجوں میں سے صرف گنے چنے چند افراد کا اور

www.abulhasanalinadwi.org

فلسطینی عوام میں نڈر اور باہمت عنصر کا تعاون حاصل رہا جس کی مدد سے وہ یہودیوں کی محدود تعداد کو پسپائی پر آہستہ آہستہ مجبور کرتے رہے اور قریب تھا کہ یہودی مرکز تل ابیب پر عرب فوج کا قبضہ ہو جائے اور یہودی فتنہ طاقت کے ذریعہ اسی سرزمین پر سلا دیا جائے لیکن انگریزوں نے بڑھ کر وار کیا وہ ایک زبردست سیاسی وار تھا وہ عارضی صلح کی تجویز تھی جس کی انگریزوں کے زیر اثر عرب لیگ نے تائید کی اور دیکھتے دیکھتے عرب ممالک نے جنگ رکوادی اور فتح کی قوی امید پر پردہ ڈال دیا گیا، عرب مجاہدین ورضا کار واپس آنے پر مجبور کر دیئے گئے اس کے بعد کیا ہوا؟

مذاکرات اور وقت گزاری اور کچھ نہیں، اور پھر یہودی اقتدار ایک ناقابل تنسیخ حقیقت سمجھ کر بحال رکھا گیا، ملک فلسطین کا وہ سرسبز خطہ کہ جس پر فلسطین کی اقتصادیات اور عمرانیات کا انحصار ہے، یہودی حکومت کو منتقل ہوتا چلا گیا اور عرب منہ دیکھتے رہے اور مفاہمت کی کوشش کرتے رہے اور یہودیوں نے اپنی سلطنت بیت المقدس کے شہر کے محلوں سے جا ملائی اور آہستہ آہستہ عرب آبادیوں کو دھکے دے دے کر پیچھے کھسکاتے رہے انگریز عرب عوام کو اقتصادی بدحالیوں اور پریشانیوں میں گھیرتے رہے، عرب جائدادیں یہودیوں کے لیے بڑے بڑے دام دے کر خریدتے رہے اور عرب اقتصادی بدحالی سے پریشان ہو ہو کر فلسطین چھوڑتے رہے۔

اس یہودی وطن کا جب اس طرح پر عرب ملک کے سینہ کو چاک کر کے پیوند جوڑا گیا تو فلسطین کے عرب عوام کی لاکھوں کی تعداد ملک چھوڑنے پر مجبور ہو گئی آج وہ عرب ملکوں میں بے سہارا پڑی ہے، تھوڑی بہت جو مدد عرب پہنچاتے ہیں اس پر صبر کرتی ہے یا متحدہ اقوام کے ادارہ اعانۃ المہاجرین ان کے دلوں کے ایمان کی دولت چھیننے کے ساتھ ساتھ جو ان کی ذرا ذرا سی ذلیل انداز سے کفالت کرتی ہے وہ ان مہاجرین کے لیے اب زندگی کا سہارا ہے، ادھر یہودی و عربی سرحدوں پر جو عرب

www.abulhasanalinadwi.org

آبادیوں کی پٹی ہے، اس کے عرب عوام کئی کئی روز فاقہ کرتے ہیں لیکن جہاد کی روح ان میں اب بھی اس قدر ہے کہ یہودی حملوں کا جی کھول کر مقابلہ کرتے ہیں اور عرب علاقے کے لیے صرف وہی ایک روک ہیں۔

جب باہر کے لوگوں سے ان کی ملاقات ہوتی ہے تو کہتے ہیں کہ تم ہمارے کھانے کا خواہ انتظام کرو یا نہ کرو، لیکن خدارا ہم کو اسلحہ مہیا کردو کہ ہم اس یہودی دشمن کو سرحد سے آگے نہ بڑھنے دیں، ان لوگوں کی تھوڑی بہت اقتصادی مدد عرب کرتے ہیں لیکن اب تک کوئی مستقل یا قابل اعتماد انتظام نہیں کیا گیا جو ان کے لیے دائمی سہارا بن سکے، اگر اقتصادی بدحالیوں نے ان کا دامن نہ چھوڑا، اور یہ مجاہدین ہمت ہار گئے تو یہودی مملکت کی توسیع کو روکنا مشکل ہے، یہودی قومی وطن قائم ہونے کے بعد یہودیوں کی یاس امید سے بدل چکی ہے اور اس قوم کا مطالبہ جو کسی زمانے میں دنیا کے کسی حصے میں صرف وطن قائم کرانا تھا۔ اب اس ہمت و جرأت پر اتر آئی ہے کہ خیبر و مدینہ کی واپسی کا دعوی کرتی ہے اور اس کو اپنا قدیم وطن بتاتی ہے اور ان کی واپسی مستقبل میں اپنی جدوجہد کا مرکز شمار کرتی ہے، یہودیوں کی اس جرأت کے سمجھنے کے لیے کافی ہوگا کہ ایک امریکن یہودی اخبار کی وہ تحریر یہاں نقل کی جائے جو اس نے لفظ اسرائیل کی تشریح میں درج کی ہے۔ اس نے لکھا کہ یہود جو حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں وہ سارے عرب ممالک پر مشتمل ہے اگر فوراً نہیں تو بدیر ہی، اور اس نے لفظ اسرائیل کی تشریح حسب ذیل کی۔

A	A SAUDIA	سعودی عرب
I	IRAQ	عراق
E	EGYPT	مصر
S	SYRIA	شام

www.abulhasanalinadwi.org

L LIBNAN لبنان

R REINOHACHMI ہاشمی مملکت (اردن)

حکومت اسرائیل کے سابق صدر نے طلبہ کے ایک بڑے جلسہ میں دوران تقریر کہا کہ اسرائیل کے موجودہ حدود کو اصلی حدود سمجھنا غلطی ہے، ہم پر فرض ہے کہ اپنی مملکت کے اختیارات اور اپنے ملک کی تجارت کو جاپان سے لے کر اسپین تک وسیع کریں، یہودی نوجوانوں کو اس مقصد کے حصول کے لیے پوری تیاری کرنی چاہئے۔

www.abulhasanalinadwi.org

عرب اسرائیل جنگ کے قابل توجہ پہلو

سابقہ اسرائیل عرب جنگ میں عربوں کی اوران کے تعلق سے تمام مسلمانوں کی جو بے توقیری ہوئی ہے، اس کی تکلیف عرصہ دراز تک محسوس کی جائے گی، کیونکہ اس جنگ میں دو متحارب فریقوں میں سے کسی ایک فریق کی جیت اور دوسرے فریق کی صرف ہار ہی نہیں ہوئی ہے بلکہ ایک فریق کی بظاہر ہوشمندی اور دلیری اور دوسرے فریق کی بے تدبیری اور معنوی پہلو میں مکمل بے قیمتی کا مظاہرہ ہوا اور یہ وہ صدمہ ہے جس کا احساس ورنج مسلمان جیسی شاندار ماضی کی حامل اور باضمیر قوم طویل مدت تک کرتی رہے گی۔

غور کرنا چاہئے کہ یہ افسوس ناک واقعہ کیوں پیش آیا اور اس کے اصلی اسباب کیا تھے، اسباب کی تلاش میں ایک طریقہ تو یہ ہے کہ ہم وسائل اور تعداد پر نظر ڈالیں اور دیکھیں کہ دونوں فریقوں کے پاس طاقت اور مادی وسائل کا تناسب کیا تھا اور دونوں کے علیٰحدہ علیٰحدہ کیا امکانات اور کیا صلاحیتیں تھیں اور کس طرح کی سیاست وحکمت اختیار کی گئی، دنیا میں عام طور پر یہی دیکھا جاتا ہے اور اس موقع پر بھی بہت سے اہل نظر کے یہاں اس کو مدنظر رکھا گیا ہے۔ اس لیے یہ معلوم ہونے پر کہ عربوں نے اسرائیل سے شکست کھائی سب کو سخت حیرت وتعجب ہوا اور اس کو

www.abulhasanalinadwi.org

انہوں نے ایک خلاف اندازہ و قیاس واقعہ سمجھا، کیونکہ اسرائیل عربوں کی مجموعی آبادی اور زمینی رقبے کے مقابلہ میں دسیوں گنا چھوٹا ہے۔ نیز اپنے دشمنوں یعنی عرب ممالک سے گھرا ہوا اپنی اکثر سمتوں سے محاصرہ اور بائیکاٹ کی حالت میں ہے اس پر مستزاد یہ کہ پندرہ بیس سال سے عرب لیڈر اور مفکر اسرائیل کی دشمنی کا حوالہ دے دے کر جوش دلاتے اور قوم کو مستعد بناتے رہتے تھے اور اپنے ملکوں کو کسی ایسے مقابلہ اور جنگ کے لیے مستعد اور مسلح کرتے رہتے تھے جس میں حکومت اسرائیل جنگ چھیڑنے کی غلطی کر کے عربوں کے ہاتھوں مٹادی جائے اور اس امکان پر کہ مغربی طاقتیں خاص طور پر حکومت امریکہ اسرائیل کی در پردہ یا کھلے طریقے پر مدد کریں گی مصر و شام نے مزید یہ تیاری بھی کر لی تھی کہ کمیونسٹ بلاک سے گہری دوستی قائم کی تھی اور فوجی معاہدے کر لیے تھے اور اس مقصد کے خاطر انہوں نے اپنے دیرینہ مذہبی افکار میں تبدیلیوں سے بھی گریز نہیں کیا بلکہ کمیونسٹ بلاک کو خوش کرنے کے لیے اور ان کی رضا مندی حاصل کرنے کیلیے انہوں نے اپنے ملکوں کے اسلامی رجحان و خیال کو خاصا بدل بھی دیا، جس کے تشکر و قدر دانی کے طور پر روس نے عربوں کی مدد کے بڑے پکے وعدے بھی کر لیے تھے اس کے ساتھ ہی ساتھ عرب اشتراکی قیادت نے اپنے عرب بھائیوں کو متحد کر کے ایک جنگی پلیٹ فارم پر اکٹھا بھی کر لیا تھا اور وہ کسی بھی جنگی ٹکراؤ کے لیے تیار ہو گئے تھے، لیکن ان سب باتوں کے باوجود وہ جنگ شروع ہونے پر اسرائیل کے حملہ سے نبرد آزمائی میں تین چار روز سے زیادہ نہ گزار سکے اور ایسے وقت میں جنگ بندی پر رضا مند ہو گئے جب کئی عرب ملکوں کے خاصے وسیع اور اہم علاقے اسرائیل کے قبضہ میں جا چکے تھے اور جنگ بندی قبول کرنا بدنامی کا باعث تھا۔

اسباب شکست کی تلاش میں دوسرا پہلو یہ ہے کہ ہم دونوں فریقوں کے

www.abulhasanalinadwi.org

معنوی پہلو پر نظر ڈالیں اور دونوں فریقوں کا موازنہ صرف اسی پہلو سے کریں۔

اس پہلو کا مطالعہ کرنے سے صاف طور پر نظر آتا ہے کہ جو کچھ ہوا اس وقت صرف وہی ہونا تھا اور اگر خدانخواستہ اس سے زیادہ ہوتا تو بھی تعجب وحیرت کی بات نہ ہوتی کیونکہ اسرائیل نے ایک طرف تو عربوں سے جنگ کی تیاری مادی و معنوی دونوں طرح کے وسائل کو کام میں لاتے ہوئے کی، اور دوسری طرف مذہبی طاقت کے وسیلوں کو بھی خوب استعمال کیا، وہ خاموشی اور یکسوئی کے ساتھ اٹھارہ اُنیس سال سے اپنی طاقت کو بڑھانے اور اپنے ملک وقوم کو مضبوط سے مضبوط تر بنانے میں لگا رہا۔ اس کے اہل سیاست نے اس دوران میں نہ تو اقتدار کی ہوس میں اندرونی اور آپسی ریشہ دوانیاں کیں اور نہ اپنے انفرادی منافع کو قومی مصالح پر ترجیح دی اور جب جنگ شروع کرنا طے کرلیا تو اسکے افراد خدا کی طرف بھی تواضع اور دعا کے ساتھ متوجہ ہوئے، ایک روز پیشتر روزہ رکھا، صحیفۂ تورات کو ہاتھوں میں لے کر ان کے حاخاموں نے دعائیں کرائیں اور خدا کی نصرت کی طلب میں اپنے رائج طریقوں کو اپنایا اور پھر اپنی مکمل تیاریوں کے ساتھ اپنے سے دسیوں گنی طاقت کے مقابلہ میں آگئے، دوسری طرف ہم کو سخت صدمہ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہماری عرب طاقتیں اور ان کے قومی اشتراک کی رہنما اس طرح کے کسی دینی پہلو کو تو خیر کیا اپناتے کیوں کہ یہ ان کے نزدیک رجعیت تھی انہوں نے اس کے برعکس صرف تنظیمی وسیاسی توڑ جوڑ کو اختیار کیا، اندر اعلانات احتجاجوں اور دھمکیوں کے دریا بہاتے رہے۔ انہوں نے اپنی طاقتوں اور عظمتوں کے ایسے ایسے دعوے کیے کہ دنیا کو جنگ چھڑنے پر اسرائیل کے ایک روزہ بقا کی بھی امید باقی نہ رہی تھی۔ اور اس پر مستزاد یہ کہ عرب قائدین کے ان اعلانات اور دھمکیوں کے پیچھے جاہ طلبی، مادہ پرستی، اقتدار کی کشاکش، استبداد، جوڑ توڑ، تکبر، خدا ناشناسی پوری طرح کارفرما تھی،

www.abulhasanalinadwi.org

وہ اپنی زبانوں سے فاتحانہ عزائم اور بہادری کے جذبات کا اظہار کرتے تھے اور اندر سے اس کے لیے کوشاں تھے کہ یہ صرف قربانی کی حد تک ہی رہے اور مقابلہ کی نوبت نہ آئے اور قومیت کی تحریکات ملک کے اندر سے روحانی اقدار کی بیخ کنی خاصے عرصہ سے کر رہی تھی، جس کے نتیجہ میں قوم کا معنوی و دینی پہلو بہت مضمحل ہو چکا تھا، سیاست صحافت اور ادب کے میدانوں میں مذہبی خیالات اور شعائر کا برملا استہزا ہوتا تھا اور دین کی بے توقیری کی جاتی تھی، ملک کے کسی فرد کی طرف سے سیاسی اختلاف و بے باکی پر اس کے منہ سے زبان کھینچ لی جا سکتی تھی لیکن اللہ اور اس کے رسول کے احکام و نام کے ساتھ ہر طرح کی گستاخی جمہوری آزادی کا حق سمجھ کر چھوڑ دی جاتی تھی۔ شہادت اور خدا کی وفاداری کے اعلانات کے ساتھ جنگ لڑنے کے بجائے عرب فوجی شوق کی تصویریں اپنے سروں پر اٹھائے ہوئے اور عرب قومیت کی شان اور عزت کے نام لے کر جنگ میں نبرد آزمائی کر رہے تھے۔ اور اسی کے ساتھ ان کے لیڈر مذہب دشمن کمیونسٹوں سے برابر تال میل قائم کیے ہوئے ان کے سہاروں اور مددوں پر انحصار کیے ہوئے اپنی جاہ و عزت کی طالع آزمائی کر رہے تھے، ان لوگوں نے گویا خدا کو اپنے بیچ سے ہٹا دیا تھا، اور شاید ہم نے سمجھ رکھا تھا کہ اس موقع پر خدا کے بجائے ملحد و کمیونسٹ روس ان کی مدد کا کام انجام دے گا۔ لیکن شیطان اور شیطان کے تابعداروں کا ہمیشہ یہ شیوہ رہا ہے کہ معرکہ سے قبل مدد کا وعدہ کر کے ہمت بندھاتے ہیں لیکن معرکہ میں پڑنے کے بعد پہلو تہی کر جاتے ہیں اور اپنے وفاداروں اور امیدواروں کو خوبصورت وعدوں کے حوالہ کر جاتے ہیں چنانچہ روس نے بھی پہلے تو خوب زور دکھایا لیکن جب معرکہ شروع ہوا اور عرب عملی مدد کے محتاج ہوئے تو روس نے خاموشی اختیار کر لی اور مصر و شام کی ان تمام وفاشعاریوں کو نظر انداز کر دیا جو انہوں نے اپنے مخلص مسلمانوں

www.abulhasanalinadwi.org

کے افکار و خیالات کا گلا گھونٹ کر کیا تھا۔ دراصل چوٹی کے حکام و سیاستداں اندر سے غالباً یہ سمجھے ہوئے تھے (جیسا کہ بعد میں ان کے بعض بیانات سے ظاہر ہوا) کہ یہ سارا قصہ محض لفظی و اعصابی جنگ تک ہی محدود رہے گا، کیونکہ دونوں فریقوں کو بڑی بڑی طاقتوں کی مدد و تعاون حاصل ہے اور کوئی بھی عالمی جنگ کے خطرہ کو حقیقت نہ بننے دے گا، اور روس پر اعتماد نے یہ خیال پیدا کر دیا تھا کہ نہر سوئز کے قومیانے اور برطانیہ و اسرائیل کی سابقہ جنگ کے روکنے میں جو محنت صرف ہوئی تھی وہی اس وقت بھی ہوگی اس لیے وہ باقاعدہ جنگ کے متوقع نہ تھے اور نہ اس کے لیے انہوں نے جنگی حکمت عملی ہی اختیار کی، جس کے نتیجہ میں آج تمام مسلمانوں کو بے عزتی کا جو منھ دیکھنا پڑا کہ اس کی کسک شاید صدیوں باقی رہے اور مزید افسوس کی بات یہ ہے کہ اب بھی عربوں کی قیادت شکست کی اس بنیادی وجہ کو پوری طرح تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں معلوم ہو رہی ہے۔ حالانکہ اب یہ بات بالکل کھل کر سامنے آچکی ہے کہ عرب قیادت کا ملحدانہ طرز ہی شکست کا اصل سبب ہے جب تک اس طرز کو یا اس طرز کے حاملین کو قیادتی میدان سے ہٹایا نہیں جاتا اس وقت تک صورت حال میں کسی غیر معمولی تبدیلی کی امید نہیں ہے، کاش کہ ہمارے عرب بھائی اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لیتے۔

www.abulhasanalinadwi.org

اسلامی بیداری اور مغربی قساوت

ہر زمانہ اور ہر دور میں اسلام کو ابتلا و آزمائش کے مرحلہ سے گزرنا پڑا ہے طاغوتی اور باطل عناصر نے ہمیشہ ہی اسلام کو اپنی سازشوں، شیطانی چالوں اور مکر و فریب کا نشانہ بنایا ہے، چراغ مصطفویؐ سے شرار بولہبی کی ستیزہ کاری ہر دور میں رہی ہے۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفوی سے شرار بولہبی

موجودہ زمانہ میں بھی اسلام کو اپنے تمام شعبہ ہائے زندگی میں ابتلا و آزمائش اور مصائب و آلام کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے یہ آزمائشیں نئے نئے روپ اور نئی نئی شکلوں میں نمودار ہو رہی ہیں، کبھی ظلم و زیادتی جبر و استبداد اور کبھی مقابلہ آرائی اور کبھی جنگ و جدال اور جھڑپوں کے بھیس میں سامنے آرہی ہے لیکن یہ آزمائشیں اس اعتبار سے منفرد حیثیت کی حامل ہیں کہ یہ اپنی تمام تر ظلمتوں اور تاریکیوں کے باوجود ایک صبح نو کی پیامبر ہیں جو یہ پیغام لے کر آئیں ہیں کہ امت مسلمہ ایک طویل خواب غفلت کے بعد بیداری کے لیے کروٹیں لے رہی ہیں اور ایک تابناک و روشن مستقبل اس کا منتظر ہے جس میں اسے قوت و شوکت بھی حاصل ہوگی اور عزت و مرتبہ بھی۔

جہانِ نو ہو رہا ہے پیدا وہ عالم پیر مر رہا ہے
جسے فرنگی مقامروں نے بنا دیا ہے قمار خانہ

www.abulhasanalinadwi.org

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اگر مسلمان خواب غفلت کے شکار نہ ہوئے ہوتے تو مغربی قومیں ان سے آگے نہ بڑھ پاتیں حالانکہ وہ قومیں پسماندہ جہالت و ضلالت کے عمیق غاروں میں بھٹک رہی تھیں، جبکہ اس کے برعکس دنیا کی قیادت وسیادت کی باگ ڈور مسلمانوں کے ہاتھ میں تھی، وہ تمام شعبہائے زندگی میں فائق تھے، ریسرچ ہو یا تحقیق، ایجادات ہوں یا انکشافات، سائنس ہو یا ٹکنالوجی ہر میدان میں ان کی پوزیشن میر کارواں کی تھی۔ طاقت وقوت اور جنگی ساز وسامان ان کے گھر کی باندی تھی، عظمت و بڑائی رعب ودبدبہ اور عزت ومنزلت ان کے قدم چومتی تھیں۔ یہاں تک کہ ان کے دانش کدوں میں تشنگان علم یورپ سے کھینچ کھینچ کر آتے اور علم و فن کے چشمۂ حیواں سے سیرابی حاصل کرتے، مسلمانوں کے علم وحکمت کی جلوہ آرائی اور تہذیب وتمدن کی نیرنگی سے ان کی آنکھیں چکاچوند ہوگئیں، مگر افسوس کہ مسلمان بجائے اس کے کہ وہ ان علوم وفنون کو مزید ترقی دیتے ان پر سستی، کاہلی، غفلت وبے حسی کی کیفیت طاری ہوگئی، اور تقریباً چار سے زیادہ صدیوں تک قائم رہیں۔ یہ ایک ایسی مدت تھی جو کسی دیگر قوم کی بیداری کے لیے کافی تھی، لہٰذا اسلامی درس گاہوں کے تعلیم یافتہ مغربی نوجوان اٹھ کھڑے ہوئے، پہلے انہوں نے طاقت و قوت حاصل کی پھر دنیا کی قیادت اپنے ہاتھ میں لینا شروع کی۔

یورپ کے اس جدید گروہ میں یوں تو مختلف مکاتب فکر اور مختلف نظریات وخیالات رکھنے والے قوموں، ملکوں اور علاقوں کے افراد شامل تھے، لیکن اسلام دشمنی اور مسلمانوں سے بغض وعداوت کے جذبہ نے انہیں ایک پلیٹ فارم پر جمع کر دیا تھا۔ انہوں نے غفلت وکاہلی کے شکار اور اپنے تابناک ماضی سے فریب خوردہ ملت کی رگوں سے خون کا آخری قطرہ بھی نچوڑنا شروع کر دیا، اور ان کے تمام اخلاقی اقدار وروایات کو پامال کرنے پر توجہ دی اور ایسی ایسی حرکتیں کیں جو محتاج بیان نہیں صرف اتنا

www.abulhasanalinadwi.org

بتا دینا کافی ہوگا کہ مغرب کے دانشوروں نے اسی پر بس نہیں کیا کہ مسلمانوں کی طاقت کو مفلوج کر دیں، بلکہ ان کی تمام کدوکاوش اور کارناموں کی تصویر بگاڑ دینے پر اپنی ذہانت اور قلم کو پوری طرح استعمال کیا، اور اسی طرح اب مختلف حیلوں بہانوں سے مسلمانوں کے اندر پیدا ہونے والی بیداری خود اعتمادی، قیادت و سیادت کی اہلیت ایمان و یقین اور عزت نفس و خودداری کے بڑھتے ہوئے رجحانات کو دبانے کی پوری کوشش کر رہے ہیں، اور اس بات پر اپنی محنت صرف کر رہے ہیں کہ مسلمانوں کے اندر احساس عزت و حوصلہ اور ہمت کے جذبات کے ابھرنے کے امکانات کو کسی طرح دبا کر ان میں کمزوری و ضعف، پسماندگی اور ذلت و رسوائی کے احساسات پیدا کر دیئے جائیں اور انہیں احساس کمتری کا شکار بنا دیا جائے اور بیداری، ماضی کے کارناموں پر فخر اور حصول شوکت و حکومت کے جذبات کی طرف سے ان کا دھیان بالکل ہٹا دیا جائے اور اگر مستقبل میں ترقی کے راہوں پر گامزن ہونے کا جذبہ اُبھرے تو ان خیالات و افکار کے سہارے اور ان طریقوں کو اختیار کرنے کے ساتھ جو اسلام اور مسلمانوں کے سلسلے میں مغرب کے حریفانہ اور رومن تہذیب و تمدن کے ساتھ قدردانی کے رہے ہیں جن کے تحت ایک سفید فام شخص اصل انسان اور معزز و مکرم ہوتا ہے، اور غیر سفید فام خاص طور سے سیاہ فام انسان کی حیثیت ایک پست درجہ کی مخلوق بلکہ کام کرنے والے جانور سے زیادہ نہیں، یورپ کے پرکھوں یعنی رومن تمدن کے زمانے کے یورپین قوموں کے اسلاف نے اپنے غلاموں کے ساتھ اسی طرح کا برتاؤ کیا اور موجودہ متمدن یورپ و امریکہ میں اب بھی سیاہ فام انسانوں کے ساتھ کیے جانے والے سلوک میں اس کی جھلک ملتی ہے، بہر حال یورپ نے اپنی موجودہ ترقی کے دور میں مسلمانوں کو فکری طور پر بے دست و پا کرنے کی کوششوں میں خاطر خواہ کامیابی حاصل کی اور اس نے عملی طور سے مشرق کی قوموں کو جانوروں اور غلاموں کے ایک ریوڑ کی

www.abulhasanalinadwi.org

طرح چلایا اور کبھی حیلوں بہانوں سے اور کبھی ظلم و جبر کے ساتھ اپنے مقاصد کی تکمیل میں ان سے کام لیا اور ان پر ہر طرح سے ظلم وستم اور آزمائش کے پہاڑ توڑے، اور مشرقی ممالک خاص طور سے اسلامی ممالک کے طور پر اپنے ساتھ لگایا، اور ان کی پیداواری صلاحیتوں اور دولت کے مختلف ذرائع سے پورا فائدہ اٹھایا اور اس طرح اپنے خزانوں کو بھرا، اور اس سے اپنی قوم کو ترقی دینے میں پوری مدد لی، دوسری طرف یورپ نے علمی و تحقیقی میدانوں میں جدوجہد کر کے زیر زمیں چھپی ہوئی قوتوں اور فطری علوم وفنون کو آشکارا کرنے میں بھی تگ ودو کی، اور ان تمام چیزوں کو ترقی وعروج حاصل کرنے اور تہذیب وتمدن کو ترقی دینے کے لیے مسخر کیا، بلاشبہ پٹرول اور بجلی کی قوت کا انکشاف، ٹکنالوجی اور صنعت وحرفت کی ترقیات اور الکٹرونک اور فضائی انکشافات وترقیات کے میدانوں میں انہوں نے خاصی کوششیں کی اور ان کے اچھے نتائج حاصل کیے اور انہیں ایجادات وانکشافات کے سہارے انہوں نے ستاروں پر کمندیں ڈالنا شروع کیا، زیر زمیں سیکڑوں راز ہائے سربستہ کو باہر نکالا، اور ان سب اسباب کی بنا پر ایسا محسوس ہونے لگا کہ یورپ ہی ساری دنیا کا حاکم وفرمانروا بن جائے گا۔ اور باقی قوم کی حیثیت جانوروں اور غلاموں سے زیادہ نہ ہوگی۔ لیکن فطرت کے ازلی قانون کے مطابق ہر قوم اپنی غفلت سے بیدار ہوتی ہے لہٰذا مسلم ممالک نے بھی ہوش سنبھالنا شروع کر دیا ہے اور علمی و تجرباتی میدان میں جو انکشافات ہو گئے ہیں، وہ سب کی مشترکہ ملکیت بنتے جا رہے ہیں، اور مسلمانوں نے ماضی کے خطوط پر مستقبل کی راہیں تلاش کرنا شروع کر دیا ہے، ظلم واستبداد اور اہانت کے خلاف ان کے اندر ردعمل پیدا ہو چکا ہے جس کی وجہ سے ان کی رگوں میں بیداری کی لہر دوڑنے لگی ہے۔

سامراجی عناصر کی جانب سے اس اسلامی بیداری کی لہر کو دبانے روکنے اور پسپا کرنے کی ہر ممکن کوشش کی جا رہی ہے جس کے نتیجے میں اسلامی بیداری اور مغربی

www.abulhasanalinadwi.org

قساوت کے درمیان کشمکش اور معرکہ آرائی میں اضافہ ہورہا ہے اور اس کے ردعمل کے طور پر پورا عالم اسلام آزمائشوں میں گھر گیا ہے لیکن یہ آزمائشیں رائگاں نہیں جائیں گی یہ مسلمانوں کے اندر مزید طاقت اور قوت پیدا کررہی ہیں جس کے اثر سے مغربی اقوام کی صفوں میں شکست خوردگی اور پسپائی کے آثار بھی ظاہر ہونا شروع ہورہے ہیں، یقیناً امت مسلمہ ابتلاء وآزمائش کی اس بھٹی میں تپ کر کندن بن جائے گی۔

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے
اتنا ہی وہ ابھرے گا جتنا کہ دباؤ گے

مسلمانوں کی ترقی وعروج اور غلبہ کا وقت آپہنچا ہے اور انشاء اللہ جلد ہی وہ اپنے کھوئے ہوئے وقار کو دوبارہ حاصل کرلیں گے اور عزت ووقار قوت وشوکت کی اسی بلندی پر فائز ہوں گے جو ان کا طرۂ امتیاز رہ چکا ہے ان کی تک ودو پھر سے علم وحکمت کے خزانوں کو آشکارہ کرنے میں صرف ہوگی۔ وہ ایک بار پھر خیر امت ہونے کا ثبوت دیتے ہوئے رشد وہدایت اور انسانیت کے اعلیٰ اقدار کو فروغ دیں گے، اور اس تڑپتی اور سسکتی ہوئی انسانیت کو حیات جاوداں سے ہمکنار کریں گے اور ضلالت وگمراہی کی تاریکیوں میں پھنسے ہوئے لوگوں کو توحید کی روشنی دکھائیں گے اور بالآخر دشمنانِ اسلام کو پسپائی اور شکست اور اسلام کی شمع تمام آندھیوں اور طوفانوں کے باوجود تاباں و فروزاں رہے گی:

ہوا ہے گو تند و تیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا ہے
وہ مرد درویش جس کو حق نے دیئے ہیں انداز خسروانہ

www.abulhasanalinadwi.org

ترکی اور اسلامی بیداری

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لے کر تابخاکِ کاشغر

یہ شعر اسلامی حمیت سے بھرپور دل رکھنے والے شاعر مشرق ڈاکٹر محمد اقبال نے اس وقت کہا تھا جب مسیحی یورپ کے ملکوں کی ریشہ دوانیوں اور اسلام دشمنیوں کے اثر سے حرمین شریفین کا علاقہ اپنے ترک محافظوں کے ہاتھوں سے نکلنے جا رہا تھا جب کئی صدیوں سے وہ ترکوں کی پرشکوہ سلطنت کے زیر حفاظت تھا۔

ایک طرف یورپ کے ممالک صلیبی جنگوں کا انتقام ترکوں سے خاص طور پر اور عرب مسلمانوں سے عام طور پر لینا چاہتے تھے اور اس کے لیے براہ راست تدبیر اختیار کرنے کے بجائے آپس کے ملکوں میں تفرقہ پیدا کر کے اور نسلی ولسانی عصبیتیں ابھار کر مسلمانوں کی اس متحدہ طاقت کو پارہ پارہ کر دینا چاہتے تھے۔

یورپ کے پاس اس کا سب سے بڑا ذریعہ مسلمان ملکوں کی علمی میدان میں پسماندگی اور اقتصادی میدان میں بدحالی تھی جس سے فائدہ اٹھا کر یورپ اور خاص طور پر برطانیہ نے اپنے استعماری منصوبہ کے تحت مسلمان ملکوں میں اپنے اثرات بڑھانے اور وہیں کی آبادی سے اپنے مطلب کے آدمی چننے اور ان کے ذریعہ تباہ کن تبدیلی لانے کی کوشش کی۔

www.abulhasanalinadwi.org

یورپ کی ریشہ دوانیوں سے بالآخر ترکی میں پھر عالم اسلام میں اسلام سے بے اعتنائی بلکہ مخاصمت کی فضا بنی اور ایسا محسوس ہونے لگا کہ اسلام کا اب چل چلاؤ ہے اور مسلمانوں کی یہ ملت جس نے دنیا میں واحد سب سے بڑی طاقت اور شاندار تمدنی وعلمی قیادت کی حامل امت کی شکل میں چھ سات صدیاں گزاری ہیں، اب صرف ایک پس ماندہ اور زوال گرفتہ قوم بن کر رہ جائے گی اور یوروپین اقوام کے سامنے اس کو صرف خادمانہ اور تابعدارانہ کردار ادا کرنا ہوگا، اور دنیاوی طور پر مفلوک الحال اور کاسۂ گدائی کرنے والی قوم کی حیثیت سے رہنا ہوگا، یہ ایک دردناک احساس تھا جس نے غیرت مند مسلمان مفکرین کو بے تاب بنایا، جس کی غمازی حسب ذیل شعر کرتا ہے۔

مراکش جاچکا، فارس گیا اب دیکھنا یہ ہے
کہ جیتا ہے یہ ٹرکی کا مریض سخت جاں کب تک

ترکی کا مریض سخت جان جاں بلب ہو چکا تھا اور آثار اچھے نہ تھے لیکن خدا کی قدرت وحکمت کے سامنے سب ہیچ ہے، وہ مردہ کو زندہ کرسکتا ہے چنانچہ حالات نے کروٹ لینا شروع کی اور ترکی کا قریب المرگ مریض صحت کی طرف مائل ہوتا نظر آنے لگا۔

ترکی جہاں مصطفیٰ کمال کی کوششوں سے اسلامی تشخص کو بالکل ختم کردیا گیا تھا، عربی زبان اور اسلامی ثقافت پر سخت پابندلگادی گئی تھی اور کئی دہائیوں کی کوشش سے ترکی قوم کی اسلامی وضع واطوار ختم کردیئے گئے تھے، اور جہاں اذان عربی ختم اور نماز ودینداری ناپسندیدہ بنادی گئی تھی اب پھر اسلام سے تعلق اور اسلامی شعائر سے دلچسپی کا آغاز ہوگیا ہے اور اپنے کو مسلمان کہنے اور سمجھنے میں جھجک ختم ہوتی نظر آرہی ہے، حکومت کے عہدہ دار تک اسلام سے ربط ظاہر کرنے میں عیب

www.abulhasanalinadwi.org

محسوس نہیں کرتے، اسلام پسندوں کی تعداد اس حد تک پہنچ گئی کہ ان کے ووٹوں نے اسلام پسند قائد کے لیے حکومت کا سربراہ بنے کی راہ ہموار کردی اور اس طرح ترکی کا یہ مریض سخت جان پھر صحت وزندگی کی طرف لوٹتا معلوم ہوتا ہے۔

اگست کے دوسرے ہفتہ میں استنبول میں رابطۂ ادب اسلامی کی کانفرنس تھی اس کانفرنس کو نہ صرف یہ کہ ترکی کے اس بین الاقوامی شہر میں منعقد کرنے کی گنجائش نکلی بلکہ شہر کی انتظامیہ نے تعاون کیا اور صدر کانفرنس مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کا علاحدہ سے اپنی سرکردگی میں کارپوریشن ہال میں باقاعدہ خطاب بھی رکھا، جس میں ترکی کے دانشوروں کو مدعو کیا اور شایان شان طریقہ سے جلسہ کا انعقاد کیا۔

ترکی کے نئے حالات میں فضا بدلی ہوئی ملی، اور اس کا سابقہ ملحدانہ کردار ٹوٹتا نظر آیا جو آج سے قبل کے حالات میں چھایا ہوا نظر آتا رہا ہے۔ ترکی عالم اسلام کا دھڑکتا ہوا دل رہا ہے اس دھڑکتے ہوئے دل کو یورپ کی اسلام دشمنی و دسیسہ کاریوں نے مردہ بنانے کی کامیاب کوشش کی تھی لیکن اب حالات پلٹ رہے ہیں۔ عالم اسلام کے زوال وتباہی کا المیہ گزشتہ دو صدیوں سے شروع ہوگیا تھا لیکن موجودہ صدی کی دوسری دہائی سے بہت نمایاں اور سخت ہوگیا تھا۔

خاص طور پر جب دوسری دہائی کے اختتام پر اس کو دو شدید دھکے پہنچے تھے، ایک تو پورے ایشیا پر روسی کمیونسٹ استبداد کا غلبہ اور دوسرے ترکی میں خلافت عثمانیہ کا الغاء اور اسلام دشمن نظام کا اصرار عالم اسلامی کے یہ دونوں علاقے مسلمانوں کی طاقت اور وجاہت کے مرکز رہے تھے اور گزشتہ صدیوں میں ان کے ذریعہ دنیا میں مسلمانوں کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی۔ وسط ایشیا میں خاص طور پر سمرقند وبخارا مسلمانوں کی دمکتی ہوئی عظمت کا نشان رہے تھے، وہیں سے آکر مغل نسل کے مسلم قائدین

www.abulhasanalinadwi.org

برصغیر کے وسیع علاقوں کے حکمراں اور برصغیر میں مسلمانوں کی قوت وسطوت کے نگہبان تھے، اسی علاقے کے مشہور تمدنی مرکزوں بخارا، سمرقند، تاشقند، فرغانہ وغیرہ سے جو اسلامی تہذیب وسطوت ابھری تھی وہ دہلی، حیدرآباد، لاہور اور برصغیر کے دیگر خطوں میں بھی نمایاں ہوئی، اور برصغیر کی مسلم تہذیب بنی، اور اس سے برصغیر کی مسلم تاریخ کو ایک مقام ملا جو ۱۸۵۷ء تک کسی طرح قائم رہی، بالآخر اس کی سیاسی عظمت کو برطانوی استعمار نے براہ راست فوجی کارروائی کے ذریعہ ختم کیا، اور اس کے ساٹھ سال بعد ۱۹۱۷ء اور ۱۹۲۳ء کے درمیان سمرقند و بخارا و ترکستانی علاقوں کی اسلامی سطوت وعظمت کو اسی استبداد نے کچل ڈالا۔ پھر اسی مدت کے دوران برطانیہ کی استعماری ڈپلومیسی کے زیر سرکردگی کے آزادروش قائد مصطفیٰ کمال اتاترک نے ترکی سے خلافت عثمانیہ کو ختم کرتے ہوئے ترکی کی عربی اور اسلامی خصوصیت کو ختم کردیا، بالآخر موجودہ چینی ترکستان کے قیام کاشغر سے لے کر یورپ کے جنوب ومشرق میں واقع اسلامی عظمت کے نشان قسطنطنیہ تک جواں مرد تاتار و ترک مسلمانوں کا سارا علاقہ کفر والحاد اور اسلام دشمنی کے دیو استبداد کے زیر اثر چلا گیا اور ترکی کے اسلامی وقار کے خاتمہ کے ساتھ ساتھ عرب ممالک کا پورا علاقہ ترکوں کی سرپرستی و حفاظت سے محروم ہوگیا۔ اور مسیحی یورپ کی ثقافتی ریشہ دوانیوں اور سیاسی سازشوں کا شکار بنایا اور اس میں نسل پرستانہ جاہلیت کے بیج بودیئے، چنانچہ عرب علاقوں کے اتحاد عرب قومیت کے جھنڈے کے تحت مصری، شامی، جزائری، سوڈانی، عراقی، حجازی ٹکڑوں میں تقسیم ہوگئے، دوسری طرف ترکستانی علاقوں میں کمیونسٹ پراس نے تاتاری نسلوں کے الگ الگ گھروندے کم ازکم چھ کی تعداد میں پہلے سے ہی بنادیئے تھے اور ترکی میں تحریک نواز قائد نے تورانی قومیت کی صدائے بے لگام کا بول بالا قائم کردیا تھا۔ اس طرح دیکھتے دیکھتے مسیحی یورپ کا وہ صدیوں کا خواب

www.abulhasanalinadwi.org

پورا ہو گیا۔ جو دنیائے اسلام میں پھیلی ہوئی امت اسلامیہ کی وحدت کو پارہ پارہ دیکھنے پر مشتمل تھا، اور جس کے رو سے مسلمانوں کے ایک بڑے طبقے کے ذہنوں سے اسلام سے مخلصانہ وفاداری کا چلن ختم ہوتا تھا، اس طرح ملت اسلامیہ کی وہ لڑی جو مسلمانوں کی مختلف ومتنوع نسلی ولسانی وحدتوں کو پروئے ہوئے تھی ٹوٹ گئی، ایران کی طاقت کا بڑا مرکز خلافت عثمانیہ ختم ہو گیا۔ عرب تو پھر بھی عرب تھے لیکن تورانی وتاتاری مسلمانوں کے پاس ان کی اسلام سے وفاداری کا کوئی بڑا محرک باقی نہ رہا، وہاں کے حکمرانوں نے اپنے مغربی آقاؤں کے اشاروں سے پھر جو چاہا کیا، ترکستانی علاقوں میں نسلی بنیاد پر تقسیم کردہ مسلم علاقوں کے مابین نسلی لڑائیاں ہوئیں، لسانی بنیاد پر انتشار وتفرقہ بڑھا، اسلامی شعائر مٹائے گئے، مسجدیں میوزیموں میں تھیٹروں میں یا زراعتی گوداموں میں تبدیل کی گئیں، عربی اور دینی تعلیم کی معمولی کوششوں کو بھی سختی سے روکا گیا، عبادت ونماز میں وقت صرف کرنے کو اپنے محکموں کے کاموں میں رکاوٹ قرار دے دیا گیا، پھر مذہبی پابندی کے خلاف مہم چلانے کے لیے کمیٹیاں بنائی گئیں۔ جنھوں نے اتحاد اختیار کرنے کی پوری تلقین وترغیب دی، ان حالات میں سات دہائیاں گزریں اور ان تاریک فضاؤں میں تین نسلیں گزریں، جن کے ذہنوں سے بتدریج ان کی اسلامی روایات اور ماضی کو مٹایا گیا۔

لیکن اس کے ساتھ جو بات اسلام کے حق میں گئی وہ تھی روسی اقتدار کی طرف سے مسلمانوں کو زبردستی اپنے میں تبدیلی لانے کے لیے جبر وقہر اس سے جو ردعمل ہوا اس نے مسلمانوں کے دلوں میں اپنے اسلامی ماضی سے ہمدردی اور دلچسپی کو ابھارا، چنانچہ روسی تسلط جب اقتصادی بدحالی کی وجہ سے ٹوٹا اور روسی صوبوں کو آزادی کی سانس لینے کا موقع ملا تو مسلمانوں میں اپنے ماضی کو یاد کرنے

www.abulhasanalinadwi.org

اور اسلام میں دلچسپی لینے کا جذبہ ابھر آیا، اور نئی مسجدیں بننے لگیں اور مسلم ممالک سے روابط قائم ہونے لگے، اور مسلم ممالک سے داعی اور علماء بھی آنے جانے لگے، اور اسلامی بیداری تیزی سے شروع ہونے لگی۔

ترکی کے ساتھ بھی یہی ہوا کہ مصطفیٰ کمال نے بحیثیت فوجی قائد کے جنگ میں کامیابی حاصل کر کے جو واحد لیڈر کی حیثیت حاصل کر لی تھی، اس کے رسوخ واثر کے ذریعہ اسلامی خصوصیات مٹانے میں پوری مدد لی، ترکی ٹوپی کو جرم قرار دیا، اذان عربی میں دینے کی ممانعت کر دی، اسلامی و عربی تعلیم کی اجازت منسوخ کر دی، عورتوں کے لیے پردہ کو جرم قرار دیا، لباس کی مشرقیت ختم کر کے مغربی لباس لازمی قرار دیدیا، اور ان احکامات کی خلاف ورزی پر سخت سزائیں دیں، ملحدوں کی ہمت افزائی کی تہذیب وتمدن وزبان سب کو مغربی مزاج ورنگ میں رنگنے اور ماقبل اسلام کے ترکی کی جاہلانہ رسم ورواج اپنانے کے لیے ہر سطح کے حکومتی وسائل اختیار کیے، چنانچہ دیکھتے دیکھتے ترکی یورپ کے کسی دیگر ملک کی طرح ہو کر رہ گیا، اور عالم اسلام سے اس کا رشتہ بالکل منقطع ہو گیا ثقافت ورسم ورواج کو مغربی بنانے کی محنت میں وہ ملک ووطن کو مناسب پیمانے پر ترقی دینے سے بھی قاصر رہا۔ اس طرح وہ یورپ کا ایک تابع اور محتاج ملک بن کر رہ گیا، اور وہاں یورپ کا معاند اسلام خواب پورا ہوا۔

لیکن وہاں بھی جو بات اسلام کے حق میں گئی وہ تھی بلغاریہ میں ترک مسلمانوں کے ساتھ عیسائی حکومت اور جرمن میں ترک مسلم اقلیت کے ساتھ عیسائی حکومت نے جو زیادتیاں کیں اور بوسنیا میں ترکوں کے حمایت یافتہ مسلمانوں کے ساتھ صرب عیسائیوں نے قتل ودرندگی کا جو بازار گرم کیا، پھر چیچنیا کے مسلمانوں کے ساتھ جو کہ ترکوں کے نسلی بھائی ہیں عیسائی نواز روس نے جو سخت تشدد وغارت گری مچائی۔ ان

www.abulhasanalinadwi.org

باتوں نے ترک مسلمانوں کے خون کو گرم اور اسلام سے ان کی ہمدردی کو بیدار کر دیا اور اسلامی اخوت کے تعلق کو ابھار دیا۔

دوسری طرف ترک حکومت کے بعض سربراہوں نے ترکوں کو حفظ قرآن اور نماز کے امام و موذن کی ضرورت پوری کرنے کے لیے تعلیم گاہ قائم کرنے کی جو اجازت دی اس کے ذریعہ ترکوں میں اسلام اور شریعت اسلام سے واقفیت حاصل کر کے سیکڑوں افراد تیار ہو کر اسلام سے جدید ترکی نسل کے تعلق کو بڑھانے کا باعث بنے، پھر اسی دور میں اسلامی صحافت و لٹریچر نے بھی اپنا کام کیا اور اسلام دشمن مغرب کی مکاری اور ظلم کو آشکارا کیا۔

بہر حال صدی کی آخری دو دہائیوں میں پورے عالم اسلام میں یورپ سے نفرت اور یورپ کی عیسائی عصبیت اور استعماری زیادتی سے ناراضی پھیلی اور خاص طور پر نوجوانوں میں اپنے شاندار ماضی کی یاد اور یورپ کے استبداد سے ناگواری عام ہوگئی اور یہ بات اس طرح پورے علاقہ میں اسلامی بیداری کا سبب بن گئی، اس کے نتیجہ میں حالات میں غیر معمولی تبدیلی آئی اور مسلمان ملکوں کا آپس میں تعاون کی ضرورت کا احساس پیدا ہونے لگا اور سب کو یہ نظر آنے لگا کہ ہم سب کا ماضی ایک ہے اور اب ہم سب کا دشمن بھی ایک ہے جس کی وجہ سے ہم سب کے مسائل بھی ایک جیسے ہیں اور ہم سب کو جو طاقت متحد اور باعزت بنا سکتی ہے وہ اسلام ہے۔

لیکن عالم اسلام کے ملکوں کے حکمراں اب بھی یورپ کی سرپرستی سے آزاد نہیں ہیں اور یورپ نے اپنے استعماری و الحادی منصوبوں کے لیے اپنے جن وفاداروں کو قائدانہ و حاکمانہ مناصب پر بٹھایا ہے ان ملکوں کے مسلمان داعیوں اور اسلام کے وفاداروں کو تا حال مشکلات کا سخت سامنا کرنا پڑ رہا ہے لیکن وہ مشکل

www.abulhasanalinadwi.org

حالات کا مقابلہ کرتے ہوئے اسلام سے وابستگی کو ابھار رہے ہیں اور اسلام کی سربلندی کے لیے اپنی حوصلہ مندیوں کا مظاہرہ کرتے رہتے ہیں، اسی کا اثر ہے کہ ترکی میں بالآخر اسلام پسند پارٹی نے الکشن میں اتنی سیٹیں حاصل کرلیں کہ حکومت کی سربراہی اس کے اسلام پسند لیڈر نجم الدین اربکان کو مل گئی اور ان کے حکومت میں آجانے سے اب ترکی میں اسلامی وفاداری کھل کر ظاہر کی جانے لگی، وہاں کے حالیہ دورے میں یہ بات پہلی مرتبہ نظر آئی کہ جہاں اسلام سے وابستگی ظاہر کرنا خطرناک سمجھا جاتا تھا اب کئی دوسرے اسلامی ملک کی طرح اسلام سے وابستگی علی الاعلان ظاہر کی جانے لگی ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

ترکی پہلے اور اب

ترکی میں ایک بڑی تبدیلی یہ واقع ہوئی کہ وہاں کی اسلام نواز پارٹی رفاہ (بہبود) کو انتخابات میں کامیابی حاصل ہوئی اور اس پارٹی کے رہنما نجم الدین اربکان منتخب وزیر اعظم ہوئے، کیونکہ ان کی پارٹی پارلیمنٹ کے انتخابات میں دوسری پارٹیوں کے مقابلہ میں زیادہ سیٹیں لائی۔ اس سے ترکی کے مذہب مخالف رویہ میں جو کئی دہائیوں سے سختی کے ساتھ قائم تھا تبدیلی شروع ہوگئی۔ نجم الدین اربکان ایک سمجھ دار سیاسی لیڈر ہیں، ان کا پس منظر مذہبی رہا ہے۔ اس لیے ان میں مذہب کی پسندیدگی پائی جاتی ہے، لیکن مذہب کے فروغ کے لیے وہ دستوری اور جمہوری طریقہ کار کو ہی صحیح سمجھتے رہے ہیں۔ انہوں نے اپنی پارٹی کی کامیابی کے لیے یہی طریقہ اپنایا ہے۔ وہ اپنی سلامتی طبع اور جمہوری طریقۂ کار سے ترکی کے بااثر طبقہ کو راضی رکھے ہوئے ہیں۔ وہ پہلے ایک موقع پر نائب وزیر اعظم رہے ہیں۔ پھر مذہب مخالف عناصر نے ان کو ہٹوا دیا تھا۔ مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ نے جب استنبول (ترکی) کا سفر کیا تھا اس وقت نجم الدین اربکان حکومت میں نہ تھے۔ صرف پارلیمنٹ کے رکن تھے۔ وہ مولانا کو سن کر ملنے آئے اور ترکی میں اسلام دشمنی کی فضا کو دور کرنے کے لیے اپنی کوششوں سے باخبر کیا تھا۔ اور اچھی توقعات کا اظہار کیا تھا۔ دوسری بار مولانا کے سفر استنبول کے موقع پر وہ بیرون ملک کے دورہ

www.abulhasanalinadwi.org

پر تھے لیکن ان کے لوگ مولانا سے ملے اور مولانا کی پذیرائی کی حکومت کے ذمہ داروں نے بھی مولانا کا بڑا خیال کیا اور حکومتی مہمان جیسا برتاؤ کیا۔ مولانا کے معاملہ میں ان کا یہ رویہ عام طور پر مولانا کی مختلف تصانیف کے مطالعہ کی بنا پر تھا۔ جن کی ایک تعداد ترکی میں ترجمہ ہو کر پھیل چکی ہے۔ (۱) نجم الدین اربکان صاحب بھی مولانا کو انہیں کتابوں کی وساطت سے قدر کی نظر سے دیکھتے ہیں۔

ترکی مغربی ممالک کا عرصہ سے حلیف ہے لیکن گزشتہ دہائیوں میں خاص طور پر پہلی جنگ عظیم کے وقت وہ جرمنی کے ساتھ تھا اور اس طرح جنگ کے موقع پر وہ جرمنی کے ساتھ یوروپین ممالک سے برسر پیکار ہوا تھا۔ جس کی سزا اس کو جرمنی کی شکست کے بعد جھیلنی پڑی تھی حتیٰ کہ اس کے آزاد اور خود مختار رہنے کے حالات بھی بہت دشوار ہو گئے تھے۔ لیکن وہ باقی رہ گیا، وہاں کی سیاسی قیادت میں زبردست انقلاب آیا اور ترکی کی وہ حکومت جو عثمانی ترکوں کی خلافت اسلامیہ کی شکل میں صدیوں سے چلی آرہی تھی۔ اور جس کی بنا پر ترکی پورے عالم اسلام کا متولی تھا اور عرب ممالک اس کی مملکت کے صوبے تھے، اس سب کی بنا پر ترکی ایک عظیم طاقت تھا جس کی دھاک یورپ پر بھی بیٹھی ہوئی تھی۔ نئی سیاسی تبدیلی سے اپنی اس خصوصیت سے محروم ہو گیا اور ایک محدود رقبہ کا ملک رہ گیا۔ اس کے دیگر اجزاء جو عموماً ایشیا، افریقہ کے عرب ممالک پر مشتمل تھے وہ ترکوں کی سرکردگی سے آزاد نیم خود مختار یا با اختیار ہو گئے۔

عرب ممالک کی یہ خود مختاری عربوں کی ضرورت اور طلب کی بناء پر کم مغربی طاقتوں کی ڈپلومیسی کے سبب سے زیادہ تھی اور اس میں سب سے بڑا اور اصل

---

(۱) اس میں بڑا حصہ ایک ندوی ترکی استاد یوسف قارابچہ کا ہے جنھوں نے مولانا کی کتابوں کے ترجمہ اور اشاعت میں بڑھ چڑھ کر حکمت عملی کے ساتھ حصہ لیا، بارك الله فی حیاته واعماله

www.abulhasanalinadwi.org

کردار برطانیہ کا تھا، جو صرف برصغیر ہی میں نہیں بلکہ مشرق وسطیٰ اور مشرق بعید میں اپنی نوآبادیوں کو قائم کرنے اور مضبوط بنانے کے لیے کوشاں تھا اور مشرق وسطیٰ میں ایسی کسی طاقت کو پسند نہیں کرتا تھا جو وہاں کے علاقوں میں اس کے اثر ورسوخ کے لیے رکاوٹ بنے۔ لہٰذا اس نے عربوں کے قومی وعلاقائی احساس کو ابھارنے اور ترکی کو اقتدار سے گلوخلاصی حاصل کرنے کی طرف متوجہ کیا۔ چنانچہ عربوں نے قومیت کا نعرہ قبول کر کے ترکوں سے اپنے کو علاحدہ کر لیا اور ترک تنہا ایک محدود علاقہ کی حکومت تک محدود ہو گئے۔ اس سے ایک طرف سے ترکوں اور عربوں کے مابین سخت دشمنی پیدا ہوئی اور دوسری طرف خود عرب علاقوں میں علاقائی تعصب اُبھرا اور وہ سب چھوٹے چھوٹے گھروندوں میں تقسیم ہو گئے اور انہوں نے اپنی تقویت کے لیے اپنے نئے ناصحوں برطانیہ اور فرانس، کی سرپرستی قبول کر لی۔ ان دو مغربی سامراجی ملکوں کی سرپرستی کا مطلب غلامی اور سیاسی واقتصادی تابعداری تھی، جو اس وقت سے تاحال کسی نہ کسی شکل اور مقدار میں قائم ہے۔ ادھر ترکوں میں عربوں کی علاحدگی سے جو ناراضی کے جذبات ابھرے برطانیہ نے اس سے پورا فائدہ اٹھایا، اور ان کے ایک فاتح جنرل مصطفےٰ کمال کو دوست بنا کر اس کے ذہن کو عربوں کی ثقافت اور مذہب دونوں سے بیزار بنایا چنانچہ مصطفےٰ کمال نے نہ صرف عثمانی خلافت اسلامی کو ختم کیا بلکہ عربی اور مذہب اسلام کو بھی ملک بدر کر دینے کی پوری کوشش کی اور اپنے مغربی ناصحوں کی بتائی ہوئی یہ دلیل اختیار کی کہ مشرقی تہذیب کے تحت پس ماندگی کی وجہ سے ترکی طاقت وتمدن میں پیچھے ہے۔ لہٰذا اس کے لیے اب یورپ کی ثقافت وطرز زندگی کی نقل کرنے ہی میں کامیابی وبہتری ہے۔ لہٰذا اب اس کو یورپ کے پیچھے چلنا ہوگا۔ اور سیاست وثقافت کے پرانے طریقوں کو خیرباد کہنا ہوگا۔ ترکی کے سربراہ مصطفےٰ کمال کے ذہن میں یہ خیال اس طرح

www.abulhasanalinadwi.org

جاگزیں کردیا گیا کہ انہوں نے اس فلسفہ کو پوری طرح اپنا لیا، پھر جس نے بھی شریعت اسلامی یا اسلامیت کی بات کی اس کو سزا دی گئی۔ دستور میں اس کی ہدایات واضح طور پر شامل کی گئیں۔ ترکی ٹوپی اسلامی و مشرقی لباس ممنوع قرار دیا گیا۔ عربی حروف لاطینی حروف میں بدل دیئے گئے۔ عربی زبان کو ممنوع کردیا گیا حتی کہ عربی میں اذان دینا بھی ممنوع کردیا گیا، اور اسلامی ملکوں کی برادری سے اپنے کو باہر کرلیا گیا۔ اور اپنے کو یورپ ہی کا ایک جزء قرار دیا گیا۔ یورپ سے اور خاص طور پر برطانیہ سے مصطفےٰ کمال کا تعلق اتنا زیادہ بڑھ گیا کہ برطانی سفیر سے ہر معاملہ میں مشورہ ہوتا حتیٰ کہ جب صدر مملکت مصطفےٰ کمال کی بیماری خطرہ کی حد تک پہنچی اور ان کو اپنے انتقال کا وقت قریب معلوم ہوا تو برطانی سفیروں کو بلا کر اپنے جانشین کے لیے مشورہ کیا اور یہاں تک کہا کہ میں تو ترکی کی فلاح کے لیے یہ مناسب سمجھتا ہوں کہ میرے بعد آپ میرے قائم مقام ہوتے۔ لیکن برطانی سفیر اور برطانی حکومت ظاہر ہے کہ اس کو حالات کے لحاظ سے ناقابل عمل سمجھتی تھی۔ لیکن ایسے شخص کی قائم مقامی طے ہوئی جو مشرقیت دشمنی کے خیالات میں مصطفےٰ کمال سے کم نہ تھے۔ وہ عصمت انونو تھے جنہوں نے ترکی کی مغرب نوازی اور مغربی نقالی کے سلسلہ کو پوری فکر و توجہ سے قائم رکھا اور ان کے جیتے جی ترکی کے اس سیاسی اور ثقافتی رویہ میں کوئی فرق نہیں آیا۔

برطانیہ کی ڈپلومیسی تھی کہ اس نے ایک طرف عرب حاکموں کے ذہنوں میں نسلی و قومی عصبیت بیدار کی، عرب لیگ کا قیام کے مشورہ بھی اسی نے دیا اس طرح قومیت کے تصور کے اثر سے عربوں کو ترکوں سے علاحدگی پر آمادہ کیا اور اپنی خیرخواہی و دوستی کا یقین دلایا۔ شریف حسین والی حرمین شریفین سے اور ان کے بیٹوں پوتوں سے برطانیہ کے روابط تاریخ میں جلی حروف سے ملتے ہیں۔ دوسری طرف

www.abulhasanalinadwi.org

ترکوں کی نئی حکومت کو برطانوی خیر خواہی اور مخلصانہ رویہ کا یقین دلا کر عربی ثقافت اور اسلامی رشتہ سے اس کو برگشتہ بنایا اور اس طرح اس کو اپنے اردگرد کے اسلامی ممالک کے درمیان یکتا و تنہا کر دیا اور اس سے آزاد ہونے والے عرب علاقوں میں اپنا اثر اور بالادستی قائم کی، ان کے متعدد علاقوں کو اپنے قبضہ میں لے لیا جن میں مصر، سوڈان، عدن، کامران، مسقط، ابوظہبی، بحرین اور قطر، اور کویت خاص طور پر شامل تھے۔ ترکوں اور عربوں دونوں کے ساتھ خیر خواہی کا مظاہرہ کر کے دونوں کو نقصان پہنچایا خلافت عثمانی کو ختم کر کے مسلمانوں کے اتحاد کو توڑ دینے کے حادثہ کو برطانیہ کی بنیادی سازش قرار دیا۔ اور اس کو صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ ہندوستان کے ہندوؤں نے بھی خطرناک سمجھا اور اس پر احتجاجی تحریک چلائی۔ چنانچہ تحریک خلافت کا برصغیر میں برسوں زور رہا۔ کیونکہ برصغیر کے باشندے برطانی سیاست کی چال بازی اور خطرناکی محسوس کرتے تھے۔ برطانیہ نے اس کے ساتھ عربوں کو کمزور اور محدود کرنے کے لیے یہودیوں کے فلسطین پر ان کے دعویٰ کے ساتھ ہمدردی دکھائی اور اس کے وزیر خارجہ نے یہودیوں سے فلسطین میں اسرائیل کا وطن اور حکومت قائم کرنے کا وعدہ کر لیا۔ اور بتدریج اولاً حکمت عملی کے ساتھ پھر جنگ برپا کر کے فلسطین میں یہود کو قبضہ دلایا۔ اس طرح مشرق وسطیٰ میں ایسی کشمکش کی داغ بیل ڈال دی کہ وہاں کا سارا امن و اطمینان غارت ہو گیا۔ جس کا سلسلہ تا حال باقی ہے۔ اسرائیل کے معاملہ میں امریکا کو برطانیہ نے اپنے ساتھ کر لیا تھا اس نے مزید توجہ و دلچسپی دکھائی اور عملی طور پر مدد کی جو تا حال جاری ہے۔ اور ترکی کا جو تعلق پہلی جنگ عظیم سے قبل کے جرمنی سے قائم ہوا تھا اور اس کو ترکی حکومت نے ختم نہیں کیا تھا اس کے اثر سے ترک مزدوروں کی جرمنی کے کارخانوں میں بڑی تعداد میں کھپت ہوئی اور اس نے اس کے دوستانہ تعلق کو بحال رکھا جو

www.abulhasanalinadwi.org

تا حال جاری ہے اس کے نتیجہ میں جرمنی میں ترکوں کی جو تعداد ہوگئی ہے وہ کسی دوسرے ملک میں نہیں ہے، لیکن اب وہاں کی وجہ سے وہاں ترکوں کو مسائل پیش آنے لگے ہیں۔ البتہ جنگ میں شکست کی وجہ سے ترکی سیاسی وفوجی تعلق امریکا اور یورپی اتحاد سے قائم کرنے پر مجبور ہوا، امریکا نے شروع میں روس کے خلاف اس کو اپنی چوکی بنایا، روس کے خلاف اس نے کام کیا۔ اب روسی طاقت ٹوٹنے کے بعد ترکی کو امریکہ اور یورپ اپنے مفادات کے دائرہ سے باہر نہیں جانے دینا چاہتے اور اس کے ساتھ ساتھ وہ اسلامی ثقافت و مذہب سے وابستگی کو مشرق وسطیٰ میں مسلم طاقت کے عروج کا پیش خیمہ محسوس کرتے ہیں۔ اس کو اسلامیت کے جذبہ سے علاحدہ ہی رکھنا چاہتے ہیں۔ ترکی میں امریکہ و یورپ کے وفادار سیاست دانوں نے اس صورت حال کو برابر باقی رکھا، لیکن اس سلسلہ میں یورپ و امریکا کی تشدد آمیز زیادتیوں نے ترکی کے عوام میں ناراضی پیدا کی، خاص طور پر قبرص میں عیسائی اکثریت کا ترک مسلم اقلیت کے ساتھ ناروا برتاؤ پھر بوسنیا کے مسلمانوں کے ساتھ حرب عیسائیوں کی ناانصافیاں اور مظالم اور یورپ کا عیسائیت کے تعلق سے مسئلہ کو بہت ہلکے طریقے سے لینا اور نظر انداز کرنا جبکہ بوسنیا کے مسلمان عرصہ تک ترکوں کی حمایت وحفاظت میں رہنے کی وجہ سے ترکوں کے دلوں میں اپنے لیے بہت نرم گوشہ رکھتے ہیں۔ اور حرب عیسائیوں سے ترکوں کی کشمکش قدیم ہے۔ پھر چیچنیا میں جہاں کے لوگ ترک نسل سے علاقائی اور خونی تعلق رکھتے ہیں روس کی چیرہ دستیاں اور مظالم جن سے مذہبی کشمکش کی جھلک ملتی ہے۔ پھر جرمنی میں ترکوں کے ساتھ جو رویہ اپنایا جانے لگا ہے اس میں بھی مذہبی اختلاف کے اثرات ابھرتے ہیں، یہ وہ باتیں ہیں جن سے ایک طرف ترکوں کو یورپ کی قوموں سے دوری ہوئی ہے دوسری طرف اسلام سے جو یورپ کی عیسائی قوموں کی عداوت کا شکار بن رہا ہے،

www.abulhasanalinadwi.org

ترکوں کو انس و تعلق بڑھا ہے اور اس سے ان کی قدیم وابستگی ان کے ذہنوں میں ابھرنے لگی ہے جس کو ان کی حکومت نہ دبا رہی ہے اور نہ مذکورہ بالا حکومت میں اس کو دبانا آسان ہے۔

ترکی میں مصطفےٰ کمال پھر عصمت انونو نے اسلامیت سے جو دوری پیدا کی اور اس دوری کو دستور کے دباؤ اور فوجی تسلط سے قائم رکھا تھا اس میں تھوڑی ڈھیل ۱۹۵۹ء کے بعد عدنان مندریس کے برسر اقتدار آنے پر ملی۔ جب کہ انہوں نے عربی میں اذان کی اجازت دی۔ قرآن کے مکاتب اور امامت و اذان کی ضرورت کے تحت آدمی تیار کرنے کے لیے ابتدائی مدارس کھولنے کی اجازت دی۔ ان مدارس میں دیگر اسلامی تعلیم کے ساتھ عصری مضامین بھی لازمی رکھے۔ اس کے اثر سے بتدریج حفظ قرآن، اور مذہبی واقفیت کے افراد بھی تھوڑے تھوڑے سماج کا جزو بننے لگے۔ دوسری طرف ان کے جدید عصری علوم بھی پڑھنے کی وجہ سے وہ حکومتی اداروں میں بھی پہنچتے تھے۔

چنانچہ پہلے امن پارٹی پھر بہبود پارٹی کے نام سے متعدد لیڈروں نے ترکوں کے اس رجحان سے فائدہ اٹھایا اور اس کے ذریعہ اپنے اثرات بڑھائے اور الکشن میں اس کے اثر سے کامیابیاں حاصل کیں، بہبود پارٹی کے صدر نجم الدین اربکان نے کچھ مدت قبل مرکزی حکومت میں نائب وزیر اعظم کا منصب حاصل کیا تھا۔ جو دیگر سیاسی و قومی اسلام مخالف عناصر کے دباؤ پر ختم کر دیا گیا تھا۔ لیکن گزشتہ سال کے بلدیاتی اداروں کے الکشن میں ملک کی اکثر بلدیات میں بہبود پارٹی کے لوگوں کو بھاری اکثریت ملی۔ اور استنبول سے جیسے بڑے شہر کی کارپوریشن بھی بہبود پارٹی کے قبضہ میں آ گئی۔ پھر سال رواں پارلی منٹری الکشن میں ہر دیگر پارٹی کے مقابلہ میں بہبود پارٹی کے قبضہ میں آ گئی۔ پارٹی کے مقابلہ میں بہبود پارٹی کو زیادہ

www.abulhasanalinadwi.org

سیٹیں ملیں۔ اور باوجود اسلام مخالف عناصر کی کئی ہفتوں کی کوششوں کے کہ بہبود پارٹی حکومت نہ بنائے، پارلیمنٹ میں سیٹوں کی پوزیشن سے مجبور ہوکر بہبود پارٹی کے سربراہ نجم الدین اربکان کو وزیر اعظم بننے کا موقع دے دیا گیا۔ انہوں نے ایک سیکولر قومی پارٹی کو ملا کر حکومت بنالی جو تقریباً ڈیڑھ ماہ سے قائم ہے۔ مغربی پریس نے اس صورت حال کو خطرناک قرار دیا اور اپنے خوف کا اظہار کیا کہ کہیں اسلامی ترکی پھر بیدار نہ ہوجائے لیکن بعض سیاست داں اور اخبارات نے یہ بھی لکھا کہ مذہبی جذبات کچھ فطری بھی ہوتے ہیں ان کو سختی سے دبانے سے بے چینی بڑھ سکتی ہے۔ جو اچھے نتائج نہیں پیدا کرے گی، لہٰذا ان کے ساتھ زبردستی کرنا مفید نہیں ان کی رعایت کرنا ضروری ہے تاکہ عوامی ناگواری اور بے چینی کو گھٹایا جاسکے۔ ملک میں اس تبدیلی نے مذہب مخالف فضا کو بدلا ہے اور جہاں اسلام کا نام لے کر کوئی کام کرنا تقریباً ناقابل عمل تھا وہاں اب اسلام سے وابستگی کے اظہار میں کوئی تکلف محسوس نہیں کررہے ہیں۔

اور اسی کا اثر تھا کہ رابطۂ ادب اسلامی کی طرف سے ایک بڑا سیمنار استنبول میں ۸ تا ۱۰ اگست منعقد کیا گیا جس میں نہ صرف یہ کہ وہاں کے لوگوں نے کھل کر دلچسپی لی بلکہ سیمنار کے صدر مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کو جو نہ صرف عالم دین بلکہ داعی الی اللہ اور مذہبی شخصیت تھے استنبول کے کارپوریشن ہال میں کارپوریشن اور حکومت کے انتظام سے ادب اسلامی کے ایک موضوع پر لکچر دینے میں ترک سامعین نے سنا۔ اور مولانا کو اور سیمنار کے دیگر مندوبین کو ایک اعلیٰ مقام پر ڈنر دیا گیا۔ یہ صورت حال ترکی کے لیے ایک نئے آغاز کا پتہ دیتی ہے جو اس سے قبل کے سالوں میں ترکی میں دیکھنے میں نہیں آئی تھی۔

www.abulhasanalinadwi.org

عالم اسلام میں امریکی دخل اندازی

اسباب ومحرکات (۱)

مسلمانوں کے لیے دور حاضر ایک طرح سے خطرات کا دور نظر آرہا ہے، ان پر چہار جانب سے دہشت گردی اور ظلم وتشدد کے الزامات لگائے جارہے ہیں، اور اسلام کو یہ کہہ کر بدنام کیا جارہا ہے کہ وہ ظلم وبربریت، سفاکی اور چنگیزی کی تعلیم دیتا ہے، حالانکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے، اسلام کا بیجا تشدد اور سفاکی سے کوئی تعلق نہیں، اس کی تعلیمات اصلاً صلح وآشتی اور امن وسلامتی اور انسانیت نوازی کی فضا پیدا کرتی ہیں، اور روز اول ہی سے یہ بات اسلام کی فطرت میں داخل رہی ہے، اور اس کے علمبرداروں نے نمایاں طور پر ان صفات کا ثبوت دیا ہے، تاریخ اس کی گواہ ہے جہاں تک مسلمانوں کے ان واقعات کا تعلق ہے جن میں ان لوگوں کو ظلم وتشدد کا جال نظر آتا ہے، دراصل وہ ان کے ساتھ ہونے والے واقعات کا رد عمل اور انتہائی کیفیت کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ جو ظلم کی وجہ سے ان میں اشتعال پیدا کردیتے ہیں، پھر ان کے دل بے قابو ہوجاتے ہیں، اس لیے ان واقعات میں ان کا حقیقی سبب دیکھنا چاہئے، پچھلی دو صدیوں میں جب مسلمانوں کو سامراجی ظلم

---

(۱) یہ مضمون ورلڈ ٹریڈ سنٹر کے واقعہ کے بعد افغانستان میں امریکی دہشت گردی کے تناظر میں لکھا گیا۔

www.abulhasanalinadwi.org

وزیادتی نے بہت پریشان کیا، ان کے ممالک پر یورپ کی سامراجی حکومتوں نے ظالمانہ قبضہ کرکے مال وجائداد کو چھین لیا، اور وہاں کے باشندوں کو ظلم وستم کا نشانہ بنایا تو مسلمانوں نے اس ظلم وبربریت کا ہر طرح سے مقابلہ کیا، اور ان کو باہری طاقتوں کے چنگل سے نکالنے کی انتھک کوشش کی اس میں ملک کے تمام مذاہب اور نسلوں کے فرزند شریک رہے، اور آزادی حاصل کرنے میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھا سب نے مل کر جدوجہد کی، مسلمان حکمرانوں نے بھی عسکری بنیاد پر کوشش کی اور رہنمایانِ قوم نے احتجاجی مطالبوں سے کوشش کی، ان سب کوششوں کو طاقت اور ظلم کے ذریعہ برطانی سامراج نے کچل دیا ۱۸۵۷ء کی کوشش کو آخری طور پر پوری سفاکی سے ختم کیا گیا، ہزاروں علمائے دین کو پھانسی دیدی گئی، اور ہزاروں اور لاکھوں شہریوں کو بے عزتی، ہلاکت اور موت سے گزرنا پڑا اور شدید بربریت کا مظاہرہ ہوا لیکن اس کے باوجود آزادیٔ ہند کی کوشش ہوتی رہی حتی کہ برطانیہ اور جرمنی کی عالمی جنگ ہوئی جس نے دونوں متحارب طاقتوں کو بالکل نڈھال کردیا، لاکھوں افراد مارے گئے اور مالی تباہی علاحدہ، بالآخر ایک وقت آیا کہ یہ کھلا ہوا سامراجی راج ختم ہوا، وعدۂ خداوندی کے مطابق تنگی کے بعد آزادی اور راحت ملی، ظاہری طور پر تو غیر ملکی استبدادی قبضہ ختم ہوا، لیکن اندر سے سامراج نے اپنی جڑیں مضبوط رکھیں اس کی صورت یہ ہوئی کہ انہوں نے عسکری ذریعہ چھوڑ کر سیاسی اور تمدنی حکمت عملی کو اپنایا، اور بظاہر مشرق کے یہ ممالک آزاد ہوئے لیکن مغربی طاقتوں نے ان آزاد ہونے والے ممالک پر اپنا تسلط باقی رکھا، جس کی وجہ سے اسلامی ممالک آزاد ہونے کے باوجود سامراجی طاقت کے پابند اور دست نگر بنے رہے، مغربی ممالک ان پر اپنی اجارہ داری قائم رکھتے رہے، اور ان کمزور اقوام کو اپنے ساتھ ساتھ چلنے پر مجبور کرتے رہے، یورپ کے یہ طاقتور سامراجی ممالک اسی

www.abulhasanalinadwi.org

جنگ عظیم کے بعد دو گروہوں میں تقسیم ہوئے دونوں گروہوں کی حکومتیں اپنی سابقہ محکوم اقوام کو اپنے سیاسی وتمدنی ذرائع سے اپنی مقصد براری کے لیے جیسا چاہتیں استعمال کرتی رہیں یہ صورت برابر جاری رہی، حتی کہ افغانستان کی قوم کو کچلنے کی کوشش میں روسی بلاک شکستہ ہوا اور اس طرح دو متوازی طاقتوں میں سے ایک طاقت کی جو کچھ بھی بالادستی تھی اس کا خاتمہ ہو گیا، البتہ دوسری طاقت کو تنہا عظیم طاقت رہ جانے کی وجہ سے دنیا پر تنہا بالادستی حاصل ہو گئی اور وہ بزعم خود پوری دنیا کا آقا و سردار بن گئی آج دنیا اسے ''سپر پاور'' امریکہ کے نام سے جانتی ہے، آج پوری دنیا اس کے ماتحت ہے، اس کی چشم وابرو پر گردش کر رہی ہے، امریکہ جیسا چاہتا ہے اپنا حکم سب پر چلاتا ہے اور اپنے ذاتی مفادات اور اپنی پسند کی پالیسیوں کو چلاتا ہے دنیا کے جس خطہ میں چاہتا ہے، اپنی مصلحتوں کے مطابق عمل کرنے پر مجبور کرتا ہے، اس کے اس آمرانہ سلوک سے اس کے اندر کبر وغرور، نخوت وسطوت اور جاہلی حمیت بھی ابھر آئی ہے، اور وہ دوسروں کے مفادات کو نظر انداز کرنے میں لگا ہے۔

ملت اسلامیہ روزِ اول سے ہی اپنے اصول ومبادی اور اپنی زندگی کے طور وطریق، اپنے دین سماوی سے اخذ کرتی رہی ہے، جس کی تعلیمات انسانیت نوازی، سلامتی اور راہِ استقامت، رشد وہدایت اور صلاح وفلاح کے راستہ کی رہنمائی کرتی ہیں، ان تعلیمات نے ان کے ماننے والوں کو انسانوں کا بہی خواہ رہبر اور خیر طلب بنایا اور وہ اس کی ہدایت پر عمل کرتے ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ مذہب اسلام اپنے ماننے والوں کے لیے یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ وہ ظلم واستبداد کا شکار ہوں، اور ذلیل وخوار ہو کر زندگی گزاریں اور دوسروں کے دسترخوان کے ریزہ چیں اور زلّہ ربا بنے رہیں۔

لہٰذا یہ بھی تاریخی حقیقت ہے، کہ جب بھی استبدادی طاقتوں نے مسلمانوں

www.abulhasanalinadwi.org

کے ساتھ ظلم وستم کا رویہ اختیار کیا، ان کو مقہور ومغلوب بنایا، ان کی آزادی اور انسانی حقوق کو سلب کیا، اور قتل وغارت گری سے کام لیا، تو مسلمانوں نے اعلانیہ احتجاج اور کھل کر اپنے حق کا مطالبہ کیا، اور چونکہ آمرانہ طاقتوں کو احتجاج ومظاہرے بھلے نہیں معلوم ہوئے، اس لیے جب جب ایسا ہوا تو آمرانہ طاقتوں نے اسے ناپسند کیا، بلکہ پروپیگنڈے کا سہارا لیتے ہوئے یہ الزام تراشا کہ دین اسلام جو تشدد، اشتعال واحتجاج کا داعی اور محرک ہے اللہ اور آخرت پر ایمان ان کے اندر یہ جذبہ پیدا کرتا ہے، یہ انتہا پسند، دہشت گرد، بنیاد پرست ہوتے ہیں لہٰذا مذہب اسلام ان کی نظر میں سب سے بڑی رکاوٹ ثابت ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ بالکلیہ مذہب اسلام کا صفایا کرنا چاہتے ہیں تاکہ غیرت وحمیت کی وہ بنیاد ہی نہ رہے، جو اپنے جاننے والوں میں جذبۂ مقاومت واحتجاج پیدا کرتی ہے، چنانچہ ورلڈ ٹریڈ سینٹر اور پنٹاگن پر ہوئے حملے کو انہوں نے اپنی مسلم دشمنی کی کارروائی کی بنیاد بنایا اور اس کا الزام مسلمانوں اور عربوں پر لگایا کیونکہ وہ ظلم واستبداد کے خلاف آواز اٹھا رہے تھے ان پر الزام کے لیے دلائل مہیا نہیں کر پا رہے ہیں اور محض اپنے الزام پر پوری قوم کو سزا دے رہے ہیں اور بے گناہ انسانوں کو ہلاک کر رہے ہیں، امریکہ کا یہ رویہ اتنا سخت ہے کہ جو دیگر ممالک اس کی رائے سے اتفاق نہیں کر رہے ہیں ان کو بھی وہ مجرم گردان رہا ہے۔

آج پوری دنیا کے مسلمان امریکہ کی نظر میں مجرم یا مجرموں کی پشت پناہی کرنے والے ہیں، امریکہ انہیں دھمکا رہا ہے اور ڈرا رہا ہے اور عالمی طور پر افغانستان میں بمباری کر رہا ہے جس کی وجہ سے ان کے علمی ادارے تباہ وبرباد ہو رہے ہیں، بے گناہوں کا قتل عام ہو رہا ہے، اس حملہ کے پس پشت پر امریکہ کا صرف یہی مقصد ہے کہ وہاں کی حکومت پر ایسا خوف ودہشت طاری ہو جائے کہ وہ اس کو ''سپر پاور''

www.abulhasanalinadwi.org

اور اپنا حاکم مان لیں، یہ صورت حال بہت پریشان کن ہے، ایسے وقت میں مسلم ممالک کے لیے صرف دو راستے ہیں یا تو امریکہ کی غلامی قبول کریں، یا اپنے ہزاروں افراد کو موت کے گھاٹ اتارنے کے لیے تیار رہیں۔

امریکہ کا یہ غیر منصفانہ رویہ اور اس کی یہ انسانیت سوز پالیسی صرف ملک افغانستان اور حکومت طالبان تک محدود نہیں ہے بلکہ وہ دوسرے ممالک کو بھی ڈرا رہا ہے اور اعلانیہ باخبر کر رہا ہے کہ دہشت گردی کے خلاف جنگ بہت طویل ہوگی اور اس کے اثرات بھی دور رس ہوں گے دوسرے ممالک بھی اس کے نشانہ پر ہیں اور مختلف تنظیموں اداروں پر پابندی لگانے یا بالکلیہ ان کا خاتمہ کرنے کو درست امر قرار دے رہا ہے، ابھی حال ہی میں اس نے مختلف اشخاص اور اداروں کے بینک کھاتے منجمد کر دیئے ہیں، اور جن ممالک میں یہ تنظیمیں اور ادارے متحرک وفعال ہیں ان کو امریکہ مجبور کر رہا ہے کہ وہ سخت سے سخت اقدامات کریں، یہ اقدامات صرف عسکری نہ ہوں بلکہ فکری، اعتقادی اور ثقافتی ہر اعتبار سے ہوں، بایں طور کہ زندگی کا خاص تصور قائم ہو جائے، اور حکومت وسیاست کا امریکی جدید نظام عوام الناس میں رائج ہو، اور اسی مصلحت سے یہ دیگر قسم کی کاروائیاں کی جائیں، اس حقیقت کا کوئی منکر نہیں کہ امریکہ پوری دنیا میں پھیلی ہوئی سرگرم دہشت پسند تنظیموں اور ان اداروں سے چشم پوشی کر رہا ہے، جو نسل کشی کے لیے کوشاں ہیں اور انسانیت کا خون بہا رہی ہیں، بوسنیا میں لاکھوں انسان اور چیچنیا میں لاکھوں مسلمان برباد اور تباہ کر دیئے گئے اور نہایت بے دردی کے ساتھ مارے گئے فلسطین میں اس کے اصل باشندے عرب مسلمان کس طرح مارے جا رہے ہیں لیکن ان بڑی طاقتوں کی نظر میں اس کی اہمیت نہیں اور ان کو احتجاج کی اجازت نہیں وہ اگر احتجاج کریں تو اس کا نام دہشت گردی ہے، لیکن ان معصوم عوام کو تباہ

www.abulhasanalinadwi.org

کرنا دہشت گردی نہیں ہے، لیکن اس صورت حال میں بھی داعیان اسلام اور علمائے امت کے لیے مناسب یہی ہے کہ وہ حکمت ودانائی اور افہام وتفہیم کا موقف اختیار کریں، اور اپنوں اور غیروں دونوں کے سامنے اسلام کے اخلاقی پہلو کو واضح انداز میں پیش کریں اور اسلامی تعلیمات کا درس دیں، اور اس موقف کو بالکل اسی طرح عملی جامہ پہنائیں جیسے انہوں نے سامراجیت، عیسائی مشنری اور ان مستشرقین کے حملہ کے بعد بہترین موقف اختیار کیا تھا، جنہوں نے حقائق کو بدل کر اور تاریخ میں ملمع سازی کر کے اسلام کی غلط تصویر پیش کرنی چاہی تھی، موجودہ مہم صرف عسکری مہم نہیں ہے بلکہ میڈیا اور ذرائع ابلاغ کی فکری مہم بھی اس کے ساتھ منسلک ہے جو صرف افغانستان میں فوجی کاروائی پر ہی اکتفا نہیں کر رہے ہیں بلکہ اسلامی زندگی کے تمام شعبوں کے اچھے پہلوؤں کو اپنا کر پیش کر رہے ہیں اور پورے عالم کو نشانہ بنا کر یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ عالم اسلام کا یہ پورا خطہ اور علاقہ شر وفساد ظلم وتشدد اور دہشت وبربریت کی آماجگاہ ہے جب کہ حقیقی معنوں میں یہاں اسلام کی کرنیں پھوٹ رہی ہیں اور اس سے پورے عالم کو وجود وبقا حاصل ہے اور تعلیمات اسلام کو بہت فروغ مل رہا ہے۔

یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ موجودہ تخریب کار میڈیا اور باطل مادی طاقتوں کے پاس وسائل کا انبار لگا ہوا ہے اور صلح وآشتی کے علمبرداروں کے پاس اتنی تعداد میں وسائل مہیا نہیں ہیں لیکن کبھی کبھی ایک چراغ گھٹاٹوپ تاریکی کے پردے کو چاک کر دیتی ہے اور ایک شمع ہی پوری فضا میں اجالا پیدا کر دیتی ہے۔

آج امریکہ نواز اسرائیلی حکومت فلسطینی مسلمانوں پر بم باری کر رہی ہے فلسطینیوں کا جرم صرف یہ ہے کہ وہ اپنے علاقے کو ناپاک اسرائیلی تسلط سے پاک کرنا چاہتے ہیں اور اس کے تئیں ہر ممکن کوشش کر رہے ہیں، جب فلسطینی مسلمان

www.abulhasanalinadwi.org

دفاع کے طور پر کسی ظالم اسرائیلی شخص پر حملہ کرتے ہیں یا اس کو قتل کرتے ہیں تو اسرائیل فلسطینیوں کو ظالم وجابر اور دہشت گرد بنا کر پیش کرتا ہے۔ ایک عربی شاعر نے کیا ہی اچھی بات کہی ہے۔

قتل امرئٍ فی غابة جریمة لا تغتفر

وقتل شعب کامل قضیة فیها نظر

ترجمہ:- عجیب منطق ہے کہ صرف ایک شخص کا قتل کسی سنسان جنگل میں ہوجائے تو اتنا بڑا جرم ہے کہ معاف نہیں کیا جاسکتا، اور پوری پوری قوم کو قتل کرڈالا جائے تو یہ معاملہ کوئی بڑی اہمیت کا معاملہ نہیں ہے۔"

اور اردو شاعر کہتا ہے کہ

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہوجاتے ہیں بدنام

وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

ایسے وقت مسلمانوں کو مناسب اور مقتضائے حال حکمت عملی اختیار کرنی چاہیے اور اللہ تعالیٰ کی نصرت ومدد کے لیے دل کی گہرائیوں سے دعا کرنی چاہیے اور اللہ کے وعدہ پر پوری طرح یقین کرنا چاہیے کہ اگر مسلمان ایمان کے مطابق زندگی اختیار کریں تو سربلندی انہی کو ملے گی۔ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ ۔

ذرائع ابلاغ نے اب اس قدر ترقی اور وسعت حاصل کرلی ہے کہ دنیا کے کسی بھی حصہ میں کوئی واقعہ پیش آجائے تو اس سے واقفیت دنیا کے دیگر کسی بھی حصہ میں بلا تاخیر حاصل ہوسکتی ہے، لیکن دوسری طرف ان ذرائع کو استعمال کرنے والے بہت سے ذمہ داران کو اپنے رجحانات اور خواہشات کو نمایاں کرنے اور اصل

www.abulhasanalinadwi.org

حقائق کو دبا کر اور اپنی پسند کے مطابق ڈھال کر پیش کرنے لگے ہیں، اس طرح یہ ذرائع خاصی حد تک طاقتور پروپیگنڈے کا ذریعہ بن گئے ہیں، جس میں خبروں کو اس خوبصورتی کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے کہ اس سے پیش کرنے والے کی خواہش کی تو تکمیل ہوتی ہے لیکن اصل حقیقت کیا ہوتی ہے؟ اس کو یقینی طور پر بتانا کبھی کبھی مشکل ہو جاتا ہے، اور بعض مرتبہ خبر کے پیش کرنے کا انداز ایسا ہوتا ہے کہ پڑھنے والا غیر حقیقت کو حقیقت سمجھ لیتا ہے۔

اس طریقہ سے رائے قائم کرنے میں کسی بھی مبصر کو بڑی دشواری ہونے لگتی ہے، وہ اپنی بصیرت کے بل بوتے پر خبروں میں سے پروپیگنڈہ کا حصہ حذف کر کے حقیقت حال معلوم کرتا ہے، خبروں کو اس طرح پیش کرنا اور ان پر تبصرہ کرنا اعلیٰ فن بن چکا ہے، اور اس کے اصل موجد یورپ و امریکہ کے یہودی ہیں جن کا بین الاقوامی صحافت و لاسلکی پر قبضہ ہے، یہ یہاں تک آگے بڑھ گئے ہیں کہ ایسی خبریں جن میں ان کے بارے میں بری رائے قائم ہوتی ہو ان کو پریس اور ریڈیو میں آنے نہیں دیتے، یا ایسا گھٹا بڑھا کر پیش کرتے ہیں کہ قارئین کی رائے وہی بنے جو وہ چاہتے ہیں۔

امریکہ جیسے ترقی یافتہ ملک میں ورلڈ ٹریڈ سینٹر اور پنٹاگن پر اتنا زبردست حملہ ہوا کہ امریکہ جیسے ملک میں جیسی سیکوریٹی ہے، اور تحقیق کے جیسے زبردست ذرائع ہیں اس کے باوجود وہ یہ نہ معلوم کر سکے کہ حملہ کرنے والے کون لوگ ہیں؟ صرف شبہ کا اظہار کر کے زبردست بمباری کر کے اور پوری ایک قوم کو تباہ کیا جا رہا ہے، اس واقعہ کے اصل مجرم کون ہیں؟ ظاہر ہے کہ امریکی تحقیقاتی اداروں کو خوب معلوم ہو چکا ہوگا جس کو وہ چھپاتے ہیں، اور بجائے اصل مجرموں کے اپنے ناپسندیدہ اشخاص پر شبہ کر رہے ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

حقیقت حال کو سمجھنے کے لیے یہ پس منظر سامنے رکھنا مفید ہے کہ امریکہ میں یہودی نسل کی نصف کروڑ کی آبادی ہے، جو بڑے پڑھے لکھے دانشور ہیں، اور اسی کے ساتھ ساتھ ان میں نسلی غرور بھی ہے، عیسائیوں اور مسلمانوں سے کدورت رکھتے ہیں، سو سال پہلے ان کے اس وقت کے دانشوروں نے اپنے مستقبل کے فائدوں اور دنیا پر اپنے اثر ورسوخ کو جمانے کے لیے اہم پلاننگ کی تھی جس کا کسی طرح بعد میں انکشاف ہوگیا، اور وہ ایک کتاب میں شائع بھی ہوگئی، اس پلاننگ کے مطابق انہوں نے امریکہ اور یورپ کے طاقتور ممالک میں اپنے دانشوروں کو کلیدی مقامات تک پہنچانے کی کامیاب تدبیریں کیں، چنانچہ وہ اس حد تک کامیاب ہوئے کہ اہمیت کے تین شعبوں پر ان کو پورا قبضہ حاصل ہوگیا، ان میں سے ایک مالیات کا شعبہ ہے، دوسرا ذرائع ابلاغ کا شعبہ ہے، تیسرا بڑی حد تک تعلیم کا شعبہ ہے۔ یہ تین شعبے ایسے شعبے ہیں کہ ان پر جس کو بھی قابو حاصل ہو جائے وہ اپنے مطلب اور مقصد کے مطابق ساری دنیا کو اپنی مرضی پر چلا سکتا ہے، انہی کوششوں کے نتیجہ میں امریکہ کا ملک اس وقت دنیا کا مالیاتی مرکز اور بڑا ساہوکار بن چکا ہے، اور وہاں کی مالیات کے اعلیٰ اختیارات یہودی ہاتھوں میں ہیں، انہی اختیارات کے بل بوتے پر امریکہ کے اقتدار اعلیٰ اور اس کی عالمی پالیسی پر یہودی ارادے اور پسند اثر انداز ہوتی ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

اسلام اور موجودہ بینک کاری

واقتصادی تنظیمات(۱)

بینک کاری، بیمہ پالیسی اور دیگر مالی تنظیمات کے رائج الوقت طریقوں کو اس وقت دنیا کی اقتصادی زندگی میں جو اہمیت اور وسعت حاصل ہو چکی ہے اس کی وجہ سے اکثر اصحاب حاجت کو اپنے مالی معاملات میں اس طرح کے نظام سے علاحدہ رہنا تقریباً ممکن نہیں رہا ہے، جہاں تک بینکوں کا تعلق ہے تو دولت تھوڑی ہو یا زیادہ اس کی حفاظت کا قابل اعتبار ذریعہ اب یہی نظام سمجھا جاتا ہے، پھر بینکوں نے قرضے دینے کا جو نظام اختیار کیا ہے اس نے کاروباری اداروں اور حاجت مند اشخاص کو اس نظام سے سہولتیں فراہم ہونے کی وجہ سے اس کا ایک طرح سے ضرورت مند بنا رکھا ہے، اور بہت سے لوگوں کو یہ محسوس ہونے لگا ہے کہ وہ اگر اس طرح کے نظام سے علاحدگی رکھیں گے تو شاید ترقی نہ کر سکیں گے، لیکن اسی کے ساتھ ساتھ ان کا سودی نظام کسی بھی ایسے شخص کے لیے جو اللہ اور اس کے رسول کے احکام کا پابند ہے ان سے فائدہ اٹھانے میں بڑی رکاوٹ ہے، چنانچہ اقتصادی معاملات سے وابستہ اور اس کی ضرورت رکھنے والے افراد کے دلوں میں ان سے پورا فائدہ اٹھانے کی ضرورت کے احساس اور ان کے محرکات کی وجہ سے رکاوٹ

---

(۱) یہ مقالہ "اسلامی فقہ اکیڈمی (انڈیا) کے ایک سیمینار کے لیے تحریر کیا گیا تھا۔

www.abulhasanalinadwi.org

بننے نے اولاً یہ تقاضا پیدا کیا کہ علماء دین اس سلسلے میں کوئی جواز کی گنجائش نکال لائیں تاکہ کام آسان ہو جائے اور علمائے دین نے ان کے تقاضے کے پیش نظر اپنی متعدد فقہی مجالس مذاکرہ میں مسئلہ کے پہلو پر غور وخوض بھی کیا لیکن سود کی صریح حرمت جو قرآن مجید اور حدیث شریف میں آتی ہے ان کے لیے کسی طرح کی گنجائش نکالنے میں رکاوٹ بنی، وہ زیادہ سے زیادہ صرف یہ کر سکے کہ دارالحرب کی صورت حال ہو تو اس کی محدود گنجائش بتا دیں، یا جو سود خود بخود حاصل ہو اس کے چھوڑنے پر اگر اس کے دین کے خلاف استعمال ہونے کا خطرہ ہو تو وہ اس کو لے کر بغیر نیت ثواب کے محتاجوں کو دے دیں، ان دو حیلوں سے مسلمانوں کا کچھ کام نکلتا ہو یا نہ نکلتا ہو، مسلمانوں کے لیے یہ بات سمجھنے کی ہے کہ بینک کاری، بیمہ اسکیمیں اور دیگر مالی تنظیمیں یورپ نے ایک خاص جذبہ اور مقصد سے اپنائی ہیں، ان کو زندگی کی مالی ضروریات کا قطعی حل سمجھ لینا ایک بڑی محل غور بات ہے، بینکوں اور مغرب کے لائے ہوئے اقتصادی اداروں کا نظام سودی تانے بانے میں الجھا ہوا ہے، وہ حاجت مند کی حاجت مندی سے خود غرضانہ فائدہ اٹھانے کا ایک طریقۂ کار ہے، جو خالصۃ اللہ اور اس کے رسول کی مرضی سے ٹکرانے والے اصولوں پر قائم ہے اور سچے انسانی ہمدردی کے جذبے سے خالی ہے، وہ خالص منفعت کی دفعات کی روح وجذبہ پر قائم ہے، سودی طریقۂ کار کے ذریعہ مالی تعاون کے بدلے کے طور پر حصول منفعت مقصود ہوتا ہے، اور وہ خالص مادی اور بے خدا اور بے آخرت اصول وفلسفہ پہ قائم ہوتا ہے۔

عصر جدید کا بے خدا سیکولر نظام اور اسلام

عصر جدید کے سیکولرزم، جمہوریت اور قومی آزادی، نیز مغرب کے دئے

www.abulhasanalinadwi.org

ہوئے دیگر مختلف النوع افکار اور رجحانات کے سائے میں ان کے اثر سے جو سیاسی اور اقتصادی نظریات اور نظام بنے ہیں وہ سب کے سب بے خدا اور بے آخرت فلسفہ میں ڈوبے ہوئے ہیں، جو مذہبی تصورات اور اسلامی فکر وفلسفہ سے بالکل متعارض ہیں، لہذا وہ مذہبی نقطہ نظر سے ایک مخفی کشمکش کی حالت میں ہیں، اسلام جس کو مغربی تہذیب نے ایک فرسودہ تصورات کا مذہب سمجھ لیا ہے اور وہ اس کو بھی توڑنے پر آمادہ بلکہ کوشاں ہیں، ایک جامع اور مکمل طریقۂ حیات ہونے کی وجہ سے مغربی تصورات اور فکر سے ہم آہنگ نہیں ہوسکتا، اگر چہ اسلام کے بعض ترجمان حضرات مغربی تمدن وتہذیب کے پیدا کردہ مسائل کا حل جدید ذہنوں کو مطمئن کرنے کے لیے اسی فلسفہ کے زیر اثر رہتے ہوئے بتانے کی کوشش کرتے ہیں، لیکن یہ سود مند نہیں ہوسکتا، کیونکہ مغرب کا موجودہ فلسفۂ حیات انقلاب فرانس سے اور وہاں کے مخصوص حالات زندگی سے پیدا ہوا اور اس وقت اسی فلسفے نے تقریباً ساری دنیا کو لپیٹ میں لے رکھا ہے، جمہوری ضابطے ہوں یا سیاسی طریقۂ کار، اقتصادی نظریے ہوں یا مالی ادارے آج سب اسی فلسفے سے متاثر ہیں۔

مغرب کی مذہب بیزاری اور دنیاوی منفعت

مغربی فلسفۂ زندگی مذہب بیزاری کے ساتھ ساتھ آزادئ فرد پر بالکل آزادانہ یقین رکھنے والا اور دنیاوی منفعت کی طلب کو اپنا اصل مقصد بنانے والا فلسفۂ زندگی ہے، اس کی مذہب بیزاری سے اسکا سیکولرزم وجود میں آیا اور اس کے تور آزادی سے اس کی بے راہ روی اور اخلاقی بے باکی پیدا ہوئی اور اس کی منفعت رسی سے اس کی خود غرضی، استحصال، ملک گیری، اور اس کی بنک کاری اور اس کے مالی اداروں کا نظام وجود میں آیا ہے، چنانچہ مغرب کے مالی معاملات میں مذہب

www.abulhasanalinadwi.org

بیزاری اور دنیاوی منفعت طلبی نے سود و جوا کو پوری زندگی کا جزء بنا دیا ہے، اسی کی اقتصادیات کو کسی بھی لین دین سے گزرنا پڑے وہ سود کے تانے بانے سے بچ نہیں سکتی، اس کے ساتھ ساتھ بے محنت حصول زر کے لیے اس کے یہاں کسی کھلی یا ڈھکی شکل سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے، اس تہذیب میں جو انسانی زندگی کا صرف شوق ہی نہیں بلکہ ضرورت سمجھ لی گئی ہے، خواہ اس سود و جوئے سے سوسائٹی کے بہت سے افراد کا کتنا ہی استحصال ہوتا ہو اور قوم کی اقتصادی بنیاد کو کتنا ہی نقصان پہنچتا ہو، اس شوق نے بنک کاری کو مقصد براری کا ایک مؤثر ذریعہ بنا دیا ہے اور اس کو سہولت مل جانے سے سود کا چلن ناگزیر بن کر سامنے آگیا ہے اور بینک کاری مالی حصول کی سہولت و حفاظت کے لئے کم مال کو بڑھانے اور محض مادی سود و زیاں کے حصول کے مقصد سے قائم ہونے لگے اور ان کا چلن بڑھنے سے مسلمان بھی اس سے وابستگی پر مجبور ہو گئے اور جب بینک کے متعدد طریقوں کے مخالف اسلام بلکہ باعث گناہ ہونے کا اندازہ ہوا تو اس میں کچھ لوگوں نے اس کے محرمات کو اس سے نکال کر جائز طریقوں کو بطور بدل داخل کرنے کی کوشش کی، وہ اس طریقہ سے یہ تو کر سکے کہ اس کے کھلے ہوئے محرمات سے اپنے کو بچالیں، مگر اس کے گوناگوں مخفی محرمات سے اپنے کو اور اپنے معاشرے کو بچا نہیں سکے، انھوں نے اس مقصد سے ایسے بینک قائم کرنے کے طریقے بھی سوچے جو سود سے بچ کر چلیں، لیکن وہ اس فلسفہ سود سے پوری طرح بچ کر نہیں نکل پاتے۔

مغربی بینک کاری حصول سود کا ذریعہ

مغرب کا دیا ہوا بینک کاری کا نظام دراصل سود کے حصول و فروغ کا ایسا ذریعہ ہے، جیسے شراب کے وہ برتن جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب کی

www.abulhasanalinadwi.org

حرمت نافذ کر کے ممنوع قرار دے دیا تھا، اور گویا اس حکمت کا اظہار فرمایا تھا کہ وہ برتن شراب کی یاد اور طلب کے لیے معاون ہو سکتے ہیں، اسی طرح بینک کاری کا نظام اصلاً سود کی راہ کو سہل دکھاتا ہے اور غیر سودی راہ کو مشکلات کا حامل ثابت کرتا ہے اور اس کی دلیل اس سے ملتی ہے کہ آج عالم اسلام میں جو بھی غیر سودی بنک قائم کیے گئے ہیں وہ کسی نہ کسی مرحلہ یا پہلو میں سودی معاملات میں مبتلا ہونے سے محفوظ نہیں، ان کو دنیا کے کسی بڑے بینک سے ناطہ جوڑنا پڑتا ہے اور اس میں ان کے نظام کی طابعداری کرنی پڑتی ہے، مغرب نے جو سود کو اپنی زندگی میں اس طرح دخیل کر لیا ہے کہ صرف اس کی بینک کاری نظام ہی نہیں، اس کے تمام کے تمام مالیاتی ادارے بھی اس کے لین دین سے اپنے کو مبرّا نہیں کر پاتے۔ اس طرح آج ہم میں سے کسی بھی آدمی کی جو آمدنی ہوتی ہے وہ کسی نہ کسی سودی مرحلے سے گزر کر نکلی ہوتی ہے اور اس پر سود کے دھبے موجود ہوتے ہیں، یہ بات کم از کم مسلمانوں کے لیے بڑی فکر کی ہے اور مرض کو اس کی بنیاد تلاش کر کے ہی دور کرنے کی ہے۔

ہر سود خوار تمدن کا تصور یہ ہے کہ تجارت سے حاصل ہونے والا نفع اور سود سے حاصل ہونے والا فائدہ ایک ہی طرح کی بات ہے، یہی وہ تصور ہے جس کے بموجب موجودہ تمدن نے تجارت اور سودی لین دین کو ایک دو سے وابستہ بلکہ مخلوط کر رکھا ہے، اس نظام کے فلسفہ کے بموجب تجارت اور سودی لین دین میں کوئی فرق نہیں، " وَقَالُوْا اِنَّمَا الْبَیْعُ مِثْلَ الرِّبَا " لیکن اسلام نے اس کے جواب میں اس کی دلیل کو توڑنے کے ساتھ اس کے فلسفے سے بالکل مختلف دوسرا فلسفہ بتایا وہ یہ کہ تجارت کو اللہ رب العالمین نے جائز قرار دیا ہے اور سود کو ناجائز فرمایا " وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا " شراب اور جوئے کے بارے میں بھی قرآن مجید نے یہی طرز اپنایا ہے، اس نے اس کی حرمت کے سلسلہ میں کہا ہے کہ " اِثْمُهُمَا اَكْبَرُ مِنْ

www.abulhasanalinadwi.org

نَفۡعِهِمَا " اس طریقہ سے اس بات کی طرف متوجہ کیا ہے کہ ان دونوں کی مضرتیں سمجھنے کے ساتھ اپنے پروردگار کی مرضی وعدم مرضی کو بنیاد بنانا اولین فریضہ ہے۔

سود کی حرمت و مضرت قرآن میں

اگرچہ وہ تمام امور جن کی حرمت خدا تعالی کی طرف سے بتائی گئی ہے وہ اپنے اندر انسانی برادری کے لیے انفرادی و اجتماعی مضرتیں بھی رکھتے ہیں اور ان کی طرف قرآن مجید نے جگہ جگہ اشارے بھی کیے ہیں، لیکن اس طرح کے اشارے عموماً با قاعدہ اعلان سے قبل یا بطور عقوبت کیے گئے ہیں اور وہ کچے ذہن کو مطمئن کرنے کے لیے اور حرمت کی اہمیت کو ثابت کرنے کے لیے مفید ثابت ہوتے ہیں، چنانچہ شراب کی بھی حرمت سے قبل اس طرح کے اشاروں کے ذریعہ توجہ دلائی گئی ہے سود کی مذمت اور اس کی ناپسندیدگی کا قرآن میں چار جگہ تذکرہ ہے، شروع میں سورہ روم کی یہ آیت نازل ہوئی:

”وما آتیتم من رباً لیربوا فی اموال الناس فلا یربوا عنداللہ وما آتیتم من زکوة تریدون وجه الله فاولئك هم المضعفون ٥ (آیت سورہ روم ۳۹)

اس آیت کے ذریعہ مادی نفع اندوزی کی اللہ تعالی کے یہاں ناپسندیدگی اور اس سے ترقی نہ ہونے کی بات کہی گئی ہے اور اس کے برعکس اللہ تعالی کی مرضی کے حصول کے لیے زکوۃ ادا کرنے کا فائدہ بتایا گیا ہے اور اس طرح ایک طرف مادی نفع اندوزی کی قباحت ظاہر کی گئی ہے اور خیر خیرات کے لیے اللہ تعالی کی رضا کے حصول کی طرف رغبت دلائی گئی ہے، پھر سورہ نساء کی آیت ہے جس میں یہود کے لیے سود کی ممانعت ہونے کے باوجود ان کی سود لینے کی عادت سیۂ کا ذکر ہے:

"فبظلم من الذين هادوا حرمنا عليهم طيبات احلت لهم وبصدهم عن سبيل الله كثيراو اخذهم الربا وقد نهو اعنه واكلهم اموال الناس بالباطل واعتدنا للكافرين منهم عذابا اليماo(سورہ نساء)

اس آیت سے سود کی اچھی خاصی شناعت اور برائی دماغوں میں بٹھائی گئی، پھر سورہ آل عمران کی آیت آئی:

"يايها الذين آمنوا لا تاكلوا الربا أضعافا مضاعفة واتقوا الله لعلكم تفلحون" (آل عمران)

اس میں سود کی باقاعدہ حرمت کا حکم آیا پھر اس کی شناعت کو مزید اسی آیت سے پختہ کیا گیا جو سورہ بقرہ کا جزء ہے:

"الذين ياكلون الربا لا يقومون الا كما يقوم الذى يتخبطه الشيطان من المس ، ذلك بانهم قالوا انما البيع مثل الربا واحل الله البيع وحرم الربا"

اور فرمایا:

"يا ايها الذين آمنو اتقوا الله وذروا مابقى من الربا ان كنتم مومنين ، فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من الله ورسوله وان تبتم فلكم رؤس اموالكم لا تظلمون ولاتظلمون ، وان كان ذو عسرة فنظرة الى ميسرة وان تصدقوا خير لكم ان كنتم تعلمون ، واتقوا يوما ترجعون فيه الى الله ثم توفى كل نفس ما كسبت و هم لا يظلمون۔ (سورہ بقرہ)

www.abulhasanalinadwi.org

سود کی حرمت دیگر مذاہب میں

انسانی برادری کی تاریخ کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ سود کی لعنت دراصل جاہلیت میں مبتلا بیزار اور نفس پرست تہذیبوں اور سوسائٹیوں کا چلن رہی ہے اس کے برعکس تمام آسمانی مذاہب نے سود کو ممنوع قرار دیا ہے، مسیحیت سے قبل کے یورپ میں بھی جب کہ یونانی اور رومی تمدنوں کا دور تھا سود عام طریقہ سے لیا اور دیا جاتا تھا اس کے صرف دو ایک موقعوں پر اس کی وسعت اور سخت ظالمانہ انداز کو کنٹرول کرنے کے لیے کچھ قاعدے بتائے گئے۔ لیکن یہ اس کو ممنوع قرار دینے کے لیے نہ تھے، بلکہ اس کی تکلیف دہ شکلوں کو کسی قدر کم کرنے کے لیے تھے، اور مسیحیت کے یورپ میں آنے پر اس کی تعلیمات کے اثر سے سود کے رواج پر روک لگ گئی تھی اور اس طرح ایک مدت تک وہاں سود کی حرمت قانوناً نافذ کی گئی اور اس کا نفاذ عرصہ تک جاری رہا، اس طرح یہودی مذہب میں بھی سود کی حرمت کے احکامات تھے جن کو ان کے علماء بتاتے اور تاکید کرتے تھے کیونکہ توریت میں اس کی ممانعت آئی ہے، فرمایا کہ ''اگر تم میری امت کے کسی فرد کو کچھ مال قرض دو تو اس پر قرض دینے والے کی طرح مسلط نہ ہو جاؤ اس سے اپنے مال میں منفعت مت طلب کرو'' اسی طرح بائبل میں بھی آیا ہے، کہ ''اگر تم نے ایسے لوگوں کو قرض دیا جس سے تم بدل چاہتے ہو تو تمہارا کیا تفوق ہوا، قرضہ دینے میں اس کے فائدے کے متوقع نہ بنو، جب ہی تم کو اچھا ثواب ملے گا''

سود کی اس حرمت کو عرصہ تک عیسائی مذہب کے علماء اور پھر پادریوں نے قائم رکھا اور زور دیتے رہے۔ ان سے یہ قول منقول ہے کہ جو یہ کہے کہ سود کا عمل معصیت نہیں ہے وہ ملحد اور مذہب سے خارج قرار پائے گا، اور ایک پادری نے کہا

www.abulhasanalinadwi.org

کہ سودی معاملہ کرنے والے اس دنیا میں اپنی عزت سے محروم ہوں گے اور وہ موت کے وقت کفن پانے کے بھی مستحق نہیں، سود کی مذمت کا احساس ان کے ادیبوں اور شاعروں تک میں تھا، چنانچہ شکسپیر کے ڈراموں میں یہودی سودخور کے قرض وصول کرنے کا ایک دردناک واقعہ بیان کیا گیا ہے۔

سودی رواج وارتقاء یورپی تمدن میں

مسیحی یورپ کا یہی مسلک ان کے قوانین کا جزء رہا اور اس میں ڈھیل اس وقت شروع ہوئی جب تمدن جدید کے آغاز کے اثرات پڑنے لگے اور اس کے خلاف آوازیں اٹھنے لگیں یہ سولہویں سے اٹھارویں صدی کے دور کی بات ہے، اس وقت سود کے معاملات میں عملاً خلاف ورزی بعض بادشاہوں کے اپنے قرض چکانے کے لیے سودی قرض لینے سے ہوئی، پھر ایک قانون نے سود کی گنجائش پیدا کی جس میں تنگ حال لوگوں کے لیے کچھ گنجائش نکالی گئی اور حج کی اجازت کے شرط کے ساتھ سود کی اجازت پیدا کی گئی، لیکن فرانسیسی انقلاب نے تو سود کی ممانعت کا بالکل خاتمہ کردیا، اور اس کی جنرل کونسل نے تو قانون بھی بنادیا کہ ان دائروں کا لحاظ کرتے ہوئے جن کو قانون مقرر کرتا ہے سود کا لین دین سب کے لیے جائز ہے، پھر یورپ نے اپنی مذہب بیزاری اور مال کی ہوس میں اس لعنت کو اپنی اقتصادی زندگی کے رگ و پے میں سمولیا اور جہاں جہاں اس نے اپنی تہذیب پہنچائی وہاں وہاں اس لعنت کو عام کردیا، ورنہ سود کو ممنوع مانے جانے کے دور میں سود کو برا سمجھتے ہوئے صرف بعض دولت مند افراد بعض حاجت مند افراد سے تنگ حالی میں لیتے اور مال کی ہوس رکھنے والے اس کو برا فعل محسوس کرتے ہوئے اس سے انتفاع کرتے تھے اس کا رواج اجتماعی نہ تھا، اجتماعی اداروں کے ذریعہ اور حکومتی سطح پر رواج جیسا اب

www.abulhasanalinadwi.org

ہورہا ہے، نہ تھا اب تو اس کی زندگی کے ہر شعبے میں پرودیا گیا ہے اور سارا مالی لین دین اس سے متاثر ہے۔

سود اور یہود زمانۂ جاہلیت سے

زمانہ جاہلیت کے عربوں میں یہ مرض پایا جاتا تھا، ایک تو ان کے کاروباری ضرورت میں ان کو راہ دکھائی، یہودیوں کو دیکھ کر جو آسمانی مذہب رکھتے ہوئے اور مذہب میں سود کی ممانعت ہوتے ہوئے کھل کر سود سے فائدہ اٹھا رہا ہے، پھر مال سے انتفاع کے جذبے کی وجہ سے عربوں کی دلچسپی سود لینے سے بڑھی یہودی کم درجہ کے انسان ہیں، ان کا انسان جیسا لحاظ کرنے کی ضرورت نہیں، وہ عربوں کے بارے میں کہتے تھے کہ: "لیس علینافی الامیین سبیل"

یہ ان کی ایک ترکیب تھی جس کے ذریعہ مذہبی ممانعت کو اجازت میں تبدیل کرتے ورنہ دراصل ان کی سخت مالی ہوس ان کو سود کو گناہ سمجھنے پر بھی سودی کاروبار میں مبتلا کرتی تھی اور یورپ میں اس کا رواج بڑھانے میں ان کا سب سے بڑا حصہ ہے اور اب سود یورپ کے اقتصادی ڈھانچہ کے رگ وپے میں داخل ہوگیا ہے۔

سود معاشرہ کی تباہی کا باعث

غیر جانبدارانہ جائزہ لینے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سودی لین دین نہ صرف دینی بلکہ دنیاوی اعتبار سے بھی کوئی صحت مندانہ عمل نہیں ہے، وقتی اور فوری طور پر سودی قرض لینے والے کو اپنی پریشانیوں کا حل محسوس ہوتا ہے اور دینے والے کو اپنی آمدنی کا ایک آسان ذریعہ معلوم ہوتا ہے۔

لیکن سودی کاروبار کا معاشرہ اپنے اقتصادی حالات کے اعتبار سے اندر

www.abulhasanalinadwi.org

اندر کھوکھلا ہوتا چلا جاتا ہے، مال کا ایک طرف سے دوسری طرف کسی عوض کے بغیر منتقل ہونا اصلاً انسان کی حاصل کردہ دولت کے گھٹنے کا ذریعہ ہے جو فرد کا بھی نقصان ہے اور جماعت کا بھی، چنانچہ اس وقت دنیا کے بے شمار ملک اقتصادی لحاظ سے کھوکھلے اس وجہ سے ہوتے جارہے ہیں کہ انھوں نے سودی قرضے کے انبار لگا لئے ہیں اور ان میں سے بعض سود کی ادائیگی سے بھی قاصر ہونے لگے ہیں، چنانچہ وقتی ترقیات کے باوجود اقتصادی خوش حالی ان کے لیے سراب سے زیادہ نہیں رہ گئی ہے سودی قرضہ دینے والی قومیں قرضے دینے کی وجہ سے کامیاب محسوس کی جارہی ہیں، لیکن کسی عوض کے بغیر دولت آنے سے وہ اپنی کارکردگی کی دولت سے ملک و قوم کی اقتصادیات کو کوئی نفع نہیں پہنچارہی ہیں، امریکہ جیسے عظیم دولت مند ملک کے ماہرین اقتصادیات وہاں کی روز افزوں اقتصادی گراوٹ سے پریشانی ظاہر کرنے لگے ہیں، یہ سپر طاقت ملک سودی بوجھ کے تلے دبا ہوا ہے اور سود لینے والے ملک سودی بار سے بدحواس ہیں، خود ہندوستان اپنے بجٹ کا ۱/۵ حصہ سود ادا کرتا ہے جس سے پریشان ہے۔

سودی مضرات کا دائرہ

سودی خرابیوں کو محسوس کرنا اب صرف اہل مذہب کی بات نہیں رہی، اب تو مذاہب اور آخرت کے منکروں کے بھی سمجھنے کی بات ہوگئی ہے، کیونکہ اس کی مضرتیں اب کچھ مخفی نہیں ہیں، جس طرح چوری کرنے والا چوری کی عادت نہیں چھوڑ پاتا اسی طرح سودی آمدنی سے نفع اٹھانے کے لیے بھی اس عادت کو چھوڑنا آسان نہیں اور یہ دراصل سب خدا کی رضا و ناراضی کی پروانہ کرنے والی ذہنیت کی کارفرمائی ہے، اس ذہنیت سے زندگی کا فلسفہ الگ بنتا ہے اور خدا سے ڈرنے اور

www.abulhasanalinadwi.org

اس کی جزاء وسزا پر یقین رکھنے والی ذہنیت کا فلسفہ الگ بنتا ہے اور ہر ایک کا نظام اس کے فلسفہ پر ہی قائم ہوتا ہے۔

یورپی بینک کاری اور اسلامی مالی اداروں میں فرق

بہر حال یورپ کا وضع کردہ بنک کاری نظام، اس کے انشورنش کا نظام اس کی مالی منصوبہ سازیوں کا نظام حرام وحلال کی پرواہ نہ کرنے کے فلسفہ پر قائم ہے میں سمجھتا ہوں کہ ان کا نظام لے کر اس میں چند ترمیمات کرنے سے اس کے سب مفاسد سے نہیں بچ سکتے، ہم کو دراصل اپنے لیے علاحدہ نظام وضع کرنا ہوگا، جس میں خدا اور رسول کی ہدایات سے حاصل کردہ فلسفہ کارفرما ہو، اسی میں ہماری تمام مشکلات کا صحیح حل ہے دراصل یہ فلسفہ اس آیت سے ماخوذ ہوگا کہ:

"وما آتیتم من ربا لیربوا فی اموال الناس فلا یربوا عند اللہ وما آتیتم من زکوۃ تریدون وجہ اللہ فأولئك هم المضعفون"(سورہ روم ۳۹)

اس کی روشنی میں ہمارے مالی اداروں کے قیام وانصرام میں جذبہ مخلصانہ وہمدردی وتعاون کی نیت ہونی چاہئے کہ اللہ تعالی کے رضا کو غرض بنا کر ہم کو خیر کے جذبہ سے لوگوں کی مدد کرنا ہے، نہ کہ اس جذبہ ونیت سے کہ تعاون وہمدردی میں ہمارا کیا مادی نفع ہے اور ہم کو کیا ملے گا۔

خلاصۂ کلام

اس لیے رفاہی فنڈ یا مالی تعاون کے ادارے یا تجارتی طریقۂ کار کے رکھنے والے توفیر مال کے ادارے قائم کرنے سے ایک خاصی حد تک وہ مقاصد پورے ہو سکتے ہیں جن سے بینک کاری سے مطلوب فوائد کے مساوی فوائد بھی

www.abulhasanalinadwi.org

حاصل ہو سکتے ہیں اور ان اداروں کے قیام سے اسلامی تصور کے مطابق ہمدردی وامداد کا مقصد بھی پورا ہوسکتا ہے، بیمہ اسکیموں کے بجائے مسلمان حکومت کے تعاون سے ایسی مالی تنظیمیں تشکیل دی جاسکتی ہیں جو بیمہ اسکیموں سے مطلوب فوائد کا اسلامی اور تعمیری بدل حسن بھی بن سکتی ہیں، مسلمان حکومت نہ ہوتو یہ کام مسلمانوں کی تعاونی تنظیم قائم کرکے لیا جاسکتا ہے۔

اس رخ پر اگر ہمارے علماء کرام اقتصادیات کے مسلمان ماہرین کے مشورہ سے یا اقتصادیات کے ماہر مسلمان علماء کرام کے تعاون ومشورہ سے غور کریں تو نہایت صالح اور ستھرے نتائج برآمد ہونے کی بڑی توقع ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

مغرب کا شاطرانہ طریقۂ ابلاغ اور مشرقی قومیں

یورپ کی استعماری طاقتوں نے گزشتہ دو صدیوں میں امتِ مسلمہ کے مختلف ملکوں میں طاقت و مکر کے ذریعہ قبضہ جمایا اور ہر طرح کا فائدہ اٹھانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، لیکن جب یہ ملک مغربی استعمار کے استبداد و استحصال سے واقف ہونے لگے، اور اس کے مقابلہ میں ان میں آزادی کی تحریکیں شروع ہوئیں تو مغربی استعمار نے اپنا طریقۂ کار طاقت کے استعمال سے بدل کر صرف مکر و فریب کے اندر محدود کر دیا، اور مشرقی باشندوں اور امت مسلمہ کے افراد میں ایسے اشخاص تلاش کرنا شروع کر دیئے جو نام و شہرت تو مشرقی و اسلامی رکھیں لیکن وفاداری مغرب سے رکھیں، اور معاملات پر غور کریں یا نافذ کریں تو ایسے دماغ سے جو مغربی استعمار کی تربیت گاہوں میں ڈھلا ہو، یعنی سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے، طاقت کا استعمال نہ ہو اور مطلب بھی بآسانی حل ہو جائے، یہ طریقۂ کار مغرب نے عموماً جنگ عظیم کے بعد اختیار کیا، اور یہ سرسری غور و فیصلہ سے نہیں کیا گیا بلکہ مغرب کے عقلاء نے غور و خوض کے بعد اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لیا کہ علم و تمدن کے بتدریج عام ہونے سے اس دور میں کوئی ایک قوم طاقت کے زور سے کسی دوسری قوم کو غلام بنائے نہیں رکھ سکتی، البتہ دماغوں کو غلام بنا کر عرصہ تک کسی بھی قوم کو غلام رکھا جا سکتا ہے نیز بلا واسطہ کے بجائے بالواسطہ طور پر قبضہ و غلبہ میں رکھا

www.abulhasanalinadwi.org

جاسکتا ہے، اس کا بالواسطہ طریقہ ان اشخاص کے توسط سے فائدہ اٹھانے کا ہے جن کے دماغ اپنے سانچہ میں ڈھالے جاسکتے ہوں، یا جن کو ان کی شخصی مصلحت اندیشی کے مرض کی بنا پر استعمال کیا جاسکتا ہو، چنانچہ پہلی جنگ عظیم کے بعد سے مشرقی اور اسلامی ملکوں میں یہی کھیل کھیلا جاتا رہا، اور اس کا سب سے زیادہ شکار مشرق وسطیٰ کا علاقہ بنا جہاں آج تک یہ کھیل جاری ہے اور افسوس کی بات ہے کہ مغربی استعمار کو جگہ جگہ برابر ایسے اشخاص ملتے رہے ہیں جو مغرب کی استعماری حکمت عملی کے مطابق وفاداری اور پوری ہنرمندی کے ساتھ یہ کام انجام دیتے رہے ہیں، مشرق وسطیٰ کے ایک ایک ملک کا جائزہ لیا جائے تو تقریباً ایک جیسا تجربہ سامنے آتا ہے، مغربی استعمار کے مکروفریب کے اس دور میں متعدد قائدین کے ظاہر و باطن کا فرق افسوسناک مثالیں رکھتا ہے ان میں اگر اتنی ہی بات ہوتی کہ وہ ظاہر و باطن کا فرق رکھتے ہیں تو بھی ان کا شخصی مسئلہ سمجھ کر کچھ نظر انداز کیا جاسکتا تھا۔ لیکن مسئلہ زیادہ افسوسناک اس وقت بن جاتا ہے جب دوسری طرف یہ قائدین قوم کی نفسیات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کے جذبات کے مطابق کھلونے ان کو مہیا کر کے انہی میں ان کو مشغول کر دیتے ہوں اور خوبصورت ظاہر کے پسِ پردہ خطرناک حقیقت کی تہہ تک پہنچنے میں رکاوٹ ڈال دیتے ہوں۔

متمدن اور ترقی یافتہ مغربی ستعمار نے اپنے ذرائع ابلاغ اور حقائق کی من مانی ترجمانی کے ذریعہ یہ طریقہ بہت اپنایا کہ جو کہا جائے اس کا مطلب اس کیفیت سے بالکل برعکس ہو، جو الفاظ اور ظاہر عمل سے نمایاں ہوتی ہے۔ اس طریقہ کو مغربی استعمار نے مشرقی افراد کے ذریعہ بارہا استعمال کیا، اور اس سے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ امتِ مسلمہ کے بارے میں مغرب کو یہ خوب اندازہ ہو گیا کہ اس کے مخلص عوام کے قومی و مذہبی جذبات کو ابھار کر اپنے کسی بھی مجرمانہ مقصد سے ان کو غافل رکھا جاسکتا

www.abulhasanalinadwi.org

ہے جس کے ظاہر ہو جانے کے بعد ان کے پاس اس کا کوئی مداوا نہیں رہتا، چنانچہ شاطرانہ طریقہ ابلاغ اور شخصی مصلحت کے دل دادہ مشرقی قائدین کے ذریعہ یہ سب کام نہ صرف کیا جا سکتا تھا بلکہ برابر کیا جاتا رہا جس کے نتیجہ میں آج ہماری مشرقی قومیں بالکل غلط اندازوں اور غلط تصورات میں مبتلا رہتی ہیں وہ اپنے دشمنوں کو مخلص و ہمدرد اور مخلص قائدین کو غلط اور نا اہل سمجھتی ہیں، مغرب کی شاطرانہ حکمت عملی اب صرف مغربی افراد تک محدود نہیں رہ گئی ہے، بلکہ خود شخصی مصلحت کے دل دادہ مشرقی قائدین بھی انہیں شاطرانہ طریقوں سے اپنی طالع آزمائیوں میں مشغول ہوتے رہتے ہیں اور ہماری مسلمان قومیں ان کے پرجوش نعروں اور بلند بانگ دعووں پر اتنی مسحور ہو جاتی ہیں کہ ان کے پس منظر میں کوئی دھوکہ یا سازش کا پتہ چلانا ان کے بس میں نہیں رہتا، ہماری مسلمان قوموں نے اس طریقہ سے کھویا بہت، اور پایا کم ہے۔

ایران کے پرجوش اسلامی انقلاب کے عمل میں اور ایران عراق کی طویل اور اکتا دینے والی جنگ میں، پھر صدام حسین کی نعرہ بازی اور طالع آزمائی میں سوائے مسلمان خون کے ضیاع، مسلمانوں کی عزت و حرمت کی رسوائی اور مسلمانوں کی جو کچھ بھی ٹوٹی پھوٹی وحدت والفت رہ گئی تھی اس کی پوری طرح پامالی، اور مسلمانوں کے جو علاقائی و بین الاقوامی معاملات حل کے قریب پہنچ رہے تھے اور ان کی اقتصادی و سیاسی طاقت بن رہی تھی اس کی دور رس تباہی کے علاوہ مسلمانوں کے حصہ میں کچھ نہیں آیا، کامیابیاں ان دشمنوں کے حصہ میں آئیں جن کو ہمارے یہ مجاہد قائدین وہیرو دھمکیاں دیتے اور مُکّا دکھاتے تھے اور ناکامیاں اور رسوائیاں ان قوموں کے حصہ میں آئیں جو جہاد کے نعروں سے مسحور اور اس کے لیے اپنا سب کچھ قربان کر دینے کے لیے تیار تھیں، دشمن کو بلند لہجہ سے دھمکیاں دینا اور اس کی

www.abulhasanalinadwi.org

طاقت کا مذاق اڑانا ہوسکتا ہے کہ جذباتی ذہنوں کے لیے بڑی بہادری رہی ہو لیکن دشمن کی کلائی کو موڑ دینے کے لیے خاموش حکمت عملی اختیار کرنے کی فکر نہ کرنا عقلمندی نہیں کہی جاسکتی اور محض نعرہ بازی کی سیاست کے رسوا کن نتیجہ سے نہیں بچا جاسکتا۔

عراقی قیادت کے پرجوش و بلند بانگ عزائم کے مظاہرہ سے اور اپنے چھوٹے پڑوسی پر اپنی طاقت استعمال کرنے سے اور اس کو اسلامی رنگ میں پیش کرنے سے لاکھوں مسلمانوں کے جذبات یقیناً متحرک ہوئے، لیکن یہ جذبات امت کو اس شدید نقصان سے نہیں بچا سکے، جو بھائیوں کے مابین تفرقہ، بلند حوصلوں کی شکست اور عزت وحرمت کے ضیاع کی صورت میں نکلا۔

آج امریکہ اس سے کہیں زیادہ بااثر ہے جتنا وہ صدام حسین صاحب کی دھمکیوں اور جنگی عزائم کے اظہار سے پہلے تھا، آج عراق کی طاقت اس سے کہیں زیادہ کمزور و پارہ پارہ ہے جتنی امریکہ پر صدام حسین کے گرجنے اور مکا دکھانے سے قبل تھی، سعودی عرب اور کویت آج امریکہ کے دباؤ میں اس سے کہیں زیادہ ہیں جتنا صدام حسین صاحب کی طرف سے ان کو خوفزدہ کرنے اور حملہ کا خطرہ محسوس کرانے سے پہلے تھے، آج اسرائیل اس سے کہیں زیادہ مغرور و مطمئن ہے جتنا صدام حسین صاحب کی دھمکیوں اور حملہ کے ارادوں کے اظہار واعلان سے قبل تھا۔

مشرق وسطیٰ میں یہ کھیل پہلی جنگ عظیم کے بعد سے چل رہا ہے، اور مغربی استعمار بآسانی اپنے پرفریب وسیاسی ڈراموں کے لیے مشرق وسطی ہی کے بعض ذہین افراد کو جو اپنی ذات کے لیے ہر طرح کی طالع آزمائی کر سکتے ہوں، انتخاب کر لیتا ہے، جن کی حقیقت حال وقت گزر جانے کے بعد ظاہر ہوتی ہے، ترکی کی خلافت عثمانیہ اسی ڈرامہ کے نتیجہ میں ختم ہوئی اور غازی کہے جانے والوں کی طرف سے ترکی

www.abulhasanalinadwi.org

کو مسلمان سے انگریز بنا دینے کے کیا کیا جتن نہیں کیے گئے، لیکن پروپیگنڈے کے اثر سے ان پر سب مسلمان فدا ہوتے رہے اور غازی بھی سمجھتے رہے۔

مصری انقلاب کی قیادت وسیادت نے کیا کیا کرتب دکھائے، امریکی سفیر کو سمندر میں پھینک دینے اور اسرائیل کو پیس ڈالنے کے کیسے کیسے پرشور نعرے دیئے، لیکن پھر اسی قیادت نے اسرائیل سے دوستی کو حل قرار دیا اور سینے سے لگا لیا اور ابھی گزشتہ دہائی کے واقعہ میں امریکہ سے لڑنے کے لیے ایران نے اسلامی قیادت کے نام سے کیا کیا نعرے دیئے پھر عراقی قیادت نے کیا کیا دھمکیاں دیں اور تیاریوں کا حوالہ دیا لیکن آج پوری مسلم قوم کی شکست ورسوائی کے بعد دونوں قیادتیں امریکہ کے سامنے یا تو سرنگوں ہیں اور یا دوستی کی طرف بڑھ رہی ہیں۔

مسلمان قوم بے چاری کئی سو سال سے ہر نعرہ لگانے والے کو مخلص اور دھمکی دینے والے کو بہادر وسورما اور جہاد واسلام کا نام لینے والے کو خالد بن ولید اور صلاح الدین ایوبی بلکہ حیدر کرار سمجھنے کے لیے تیار ہو جاتی ہے پھر وہ جہاد کا نعرہ دینے والے افراد ڈرامہ ختم ہونے پر جہاد برائے اسلام کے بجائے جہاد برائے مغربی تمدن کی طرف اپنا رخ موڑ لیتے ہیں، اور قوم کو اپنے ماضی کی یادوں میں چھوڑ جاتے ہیں اور کچھ عرصہ کے بعد پھر ڈرامہ شروع ہوتا ہے، آج یہ ڈرامے صرف بین الاقوامی سطح تک محدود نہیں رہے بلکہ ان کو ملکی اور قومی سطح پر بھی رچائے جانے لگے ہیں، جن سے قوم وملت کے عوام پہلے تو بہت خوش اور پرامید ہوتے ہیں پھر تلخ نتائج برداشت کرنے کے بعد حقیقت حال سے واقف ہوتے ہیں اور ٹھنڈے طریقہ پر حکمت و دوراندیشی سے مسائل کو سوچنے والے اپنے کو بے بس محسوس کرتے ہوئے بیٹھے رہ جاتے ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

مغرب کا دوہرا پیمانہ

اور اس کے عالمگیر مضر اور مہلک اثرات

آج طاغوتی طاقتیں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ایک جھنڈے تلے جمع ہو چکی ہیں اور اسلامی بیداری اور دینی لہر کا قلع قمع کرنے اور اسے کمزور کرنے کے لیے مختلف کارگر اور مؤثر وسائل و ذرائع اپنا رہی ہیں، اور ان کافر طاقتوں میں سے کچھ تو اپنے مقاصد حاصل کرنے کے لیے غیر معمولی طاقت و قوت اور سامان حرب کی بھی مالک ہیں، کفار و مشرکین کی یہ اسلام دشمنی عصر حاضر میں کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں رہی، بلکہ ان کی اسلام دشمنی اور عیاری و مکاری، اور دجل و فریب کا پردہ چاک ہو چکا ہے، جن مسائل اور مشکلات کا تعلق مسلمانوں سے ہوتا ہے اس کے لیے ان کے پاس مخصوص پیمانہ ہوتا ہے جسے وہ اس وقت استعمال کرنے سے گریز کرتی ہیں جب ان کا تعلق غیر مسلموں سے ہو۔ مثلاً بوسنیا اور ہرزے گووینا کے مسلمانوں کی جگہ سربیائی مسیحی ہوتے، یا سربیائی مسیحیوں کی جگہ بوسنیا کے مظلوم و مقہور مسلمان ہوتے تو امریکہ فوراً کیل کانٹے سے لیس ہو کر سابق یوگو سلاویہ کی سرزمین پر آدھمکتا اور اس کی ٹڈی دل فوج مسئلہ کو چند دنوں میں چٹکیوں کے اندر حل کر دیتی جیسا کہ عراق کویت تنازعہ میں دیکھنے میں آیا۔ اور مثلاً صومالیہ

www.abulhasanalinadwi.org

اگر مسیحی علاقہ ہوتا اور وہاں کے باشندے مسیحی ہوتے تو امریکہ اپنی وہ فوجی طاقت کبھی بھی استعمال نہ کرتا جو آج صومال جنگی گروہوں کی بغاوتوں کو فرو کرنے میں استعمال کر رہا ہے بلکہ ٹال مٹول سے کام لیتا، اور مسئلہ کے حل کے لیے ہر ممکن سفارتی ذرائع کو اختیار کرتا۔

آج کی یہ کافر اور اسلام دشمن طاقتیں مسائل کے حل کرنے کے لیے فوجی طاقت کا سہارا اس وقت لیتی ہیں جب اس کا نشانہ مسلمان ہوں، یا ایسی قوم ہو، جسے ان کی حمایت اور سرپرستی حاصل نہ ہو، اور سفارتی ذرائع اس وقت اختیار کرتی ہیں جب اس کا نشانہ ایسی قوم ہو جسے ان کی دوستی اور سرپرستی حاصل ہو۔

مثال کے طور پر ''فنڈامنٹلزم'' (Fundamentalism) اصول پرستی، بنیاد پرستی، رجعت پسندی دین پروری تمام بڑی طاقتوں کی ڈکشنری میں آج سب سے بڑے خطرہ اور سب سے بڑے فتنہ کی شکل اختیار کر چکا ہے اور اس سے بڑی اور بری گالی یا تہمت نہیں ہوسکتی جو کسی جماعت اور کسی قوم کے سر تھوپی جا سکے مگر یہی اصول پرستی اور دین پروری اس وقت کالعدم ہو جاتی ہے جب اس کا انطباق کسی ایسی جماعت اور کسی ایسے گروہ اور قوم پر ہو رہا ہو جو ان طاقتوں کے دوستوں کی فہرست میں آتی ہے۔ البتہ جب اس جرم کے مجرم مسلمان ہوں اس وقت یہ ہر قسم کے زجر و توبیخ سخت و سست، طعن و تشنیع کا ہدف بن جاتا ہے۔ اس پر تماشا یہ کہ اس وقت یہ طاقتیں اس الزام کی تحقیق و تفتیش، اور عدالتی کارروائی اور قانونی چارہ جوئی، اور بین الاقوامی اصولوں کی رعایت کرنے، اس کے عوامل اور محرکات اور وجہ جواز کے تلاش کرنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں محسوس کرتیں۔

اسرائیل نے عربوں اور مسلمانوں کی مقدس سرزمین پر اپنی مملکت کی داغ بیل محض دینی تصورات کی بنیاد پر ڈالی، اور اس سلسلے میں اس نے عربوں کی

www.abulhasanalinadwi.org

جائیدادوں اور مسلمانوں کی زمینوں کو غصب کیا، اور ہر طرح کے ظلم و ناانصافی، جبر و تشدد، قتل و غارت گری، بربریت و سفاکی کو روا رکھا، ان تمام انسانیت سوز اسرائیلی کارروائیوں کو پوری دنیا نے کھلی آنکھوں سے دیکھا اور ایک آواز ہو کر اس کی مذمت کی اور اس ظلم و زیادتی کے لیے اسرائیل کو مجرم قرار دیا، لیکن یورپ اور مغرب کی بڑی طاقتوں نے جن میں امریکہ سرفہرست ہے، اس کا ذرہ برابر نوٹس نہ لیا، گویا ان کی نظر میں یہ کوئی زیادتی، ناانصافی اور جور و ظلم نہ تھا بلکہ عین انصاف کا تقاضا تھا۔ اب یہ مذہبی جانبداری، فرقہ وارانہ جھکاؤ، فنڈامنٹلزم اور اصول پرستی نہ رہی کیونکہ اس ظلم و سفاکی کا مرتکب خود اس کا چہیتا اور نوزائیدہ فرزند اسرائیل تھا۔ اور ہر اندھی محبت کا نتیجہ ہمیشہ یہی ہوتا ہے، اس میں اقدار و اصول بدل جاتے ہیں، ساقی کا نظام میکدہ تبدیل ہو جاتا ہے، خصوصاً اس وقت معاملہ اور بھی دگرگوں اور سنگین ہو جاتا ہے جب حبیب ہی کے ہاتھوں میں اپنے محب کے اقتصادی گھوڑے کی لگام بھی ہو، اور مزید برآں یہ کہ وہ اپنے میٹھے بول اور شیریں کلامی اور رس گھولتی چکنی چپڑی باتوں سے اس کی زبان پر تالہ بھی لگائے رہتا ہو۔ اسرائیل کے بالمقابل امریکہ اور دیگر یورپی ملکوں کا موقف اور رویہ بالکل ایسا ہی رہا ہے۔

لیکن بوسنیا اور ہرزے گووینا کی وہ سرزمین جہاں انسانی تاریخ کا بھیانک ترین جبر و تشدد، ظلم و ستم، خونخواری و بربریت کا ننگا شیطانی رقص ہو رہا ہے انسانی خون بے دردی سے بہایا جا رہا ہے، عصمتوں کو پامال کیا جا رہا ہے، اخلاقی قدریں قدموں تلے مسلی جا رہی ہیں سیکولرزم کا گلا گھونٹا جا رہا ہے، آزادی و مساوات کا جنازہ نکالا جا رہا ہے، شرافت و آدمیت کی قبا نوچی جا رہی ہے۔ جہاں کے خونی مناظر، اور دل ہلا دینے والی آہ و بکا، چیخ و پکار، نالہ و فریاد نے دنیا کے تمام غیر جانبدار انصاف پسند، دانشوروں، صاحب ضمیر امن پسند ادیبوں، شاعروں اور خود مغربی و یورپی صحافیوں کو

www.abulhasanalinadwi.org

بھی جھنجھوڑ کر رکھ دیا ہے۔ مگر اس کے باوجود ان مظلوموں کو عدل و انصاف کے دعویداروں اور امن عالم کے ٹھیکیداروں کی بارگاہ سے کیا ملا؟ صرف کھوکھلی بے اثر، ساکت و جامد، بے جان، صلح پسندانہ قرار دادیں، تجاویز یا ایسی جانبدارانہ سفارتی سرگرمیاں جس کا پلڑا کسی ایک فریق کے حق میں جھکا ہوا ہو، اور ظاہر بات ہے کہ وہ خوش قسمت فریق ان کے منظور نظر کے سوا اور کون ہو سکتا ہے؟

اس طرح مغرب کی مادہ پرور، ملحد، بے دین، انانیت پسند، مطلب پرست نصرانی طاقتوں کی قلعی کھل چکی ہے، اور ان تمام بلند بانگ دعووں، نعروں، اور پروپیگنڈوں سے بھی نقاب اٹھ چکا ہے، اور یہ ثابت ہو چکا ہے کہ ان کی یہ تمام نعرہ بازی صرف اپنے مفادات کی روٹیاں سینکنے کا ایندھن ہیں، اور اپنے ذاتی مصالح اور اغراض کے حصول کے ذریعہ اور بدقسمتی سے بے چاری مشرقی اور مسلمان قومیں ان نعروں اور دعووں پر آنکھ بند کر کے یقین بھی رکھتی ہیں، اور یہ تصور کرتی ہیں کہ ان پروپیگنڈوں اور نعروں کا اصل محرک اور عامل، عدل و انصاف کا قیام، نیکی و ہمدردی کی سربلندی ہے۔ اور یہ کہ یہ نہایت مقدس اور شریفانہ، مخلصانہ انسانی خدمات اور کارروائیاں ہیں، کیوں کہ یہ مغربی طاقتیں مسیحیت کے اس اصول پر ایمان لاتی ہیں "اگر کوئی شخص تمہارے دائیں رخسار پر ایک تھپڑ رسید کرے تو اپنا بایاں رخسار بھی اس کے سامنے کر دو تا کہ وہ آسانی سے اس پر بھی ایک تھپڑ لگا سکے"۔ لیکن اس کے ساتھ مشرقی اور مسلمان قومیں یہ بھی اچھی طرح جانتی ہیں کہ وہ نصرانی کینہ پرور طاقتیں جن کے ہاتھوں میں عالمی قیادت و سیاست کی باگ ڈور ہے ان کا یہ سنہرا اصول صرف غیر مسیحیوں کے لیے ہے، غیر مسیحی اگر چاہے تو ایسا کر سکتا ہے، رہ گیا مسیحیوں اور عیسائیوں کا مسئلہ تو ان کے لیے صرف اس زریں اصول کی تبلیغ و ترویج اور غیر مسیحیوں پر اس کی تنفیذ و تطبیق کافی ہے۔ ورنہ اس کا مطلب کیا ہے کہ

www.abulhasanalinadwi.org

''سربیا'' کے عیسائی وحشی درندے اور ''کرواتیا'' کے خونخوار عیسائی بھیڑیئے مجبور ولاچار نہتے مسلمانوں پر ظلم وتشدد کے پہاڑ توڑ رہے ہیں، برسرعام ناموس انسانیت کے پرخچے اڑا رہے ہیں، اقوام متحدہ کے دستوروں اور اس کی قراردادوں وتجاویزوں کا مذاق اڑا رہے ہیں۔اس کے باوجود معاملہ ''تبلیغ محض'' اور ''وعظ بے اثر'' سے آگے نہ بڑھ سکا۔

اس کے برخلاف اگر کسی مشرقی ملک یا اسلامی حکومت میں معمولی سی بھی زیادتی یا ناانصافی ہوجاتی ہے تو انہیں مغربی طاقتوں کے بڑے بڑے جنگی بیڑے اور بمبار طیارے، اور گھن گرج توپ ظالم کی سرکوبی کرنے کے لیے فوراً حرکت میں آجاتے ہیں اور دیکھتے ہی دیکھتے مفروضہ ظالم کی سرزمین پر بموں اور راکٹوں اور آتشیں گولوں کی بارش کردیتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اس طرح کی کارروائیاں اور حرکتیں خود بھی عدل و انصاف، آزادی ومساوات، جمہوریت وسیکولرزم کی خلاف ورزی ہے، اور وہی فرقہ وارانہ عصبیت، اور کھلی ہوئی بنیاد پرستی اور اصول پسندی ہے جسے وہ ظالم ودغاباز اور قاہر طاقتیں مسلم جماعتوں پر ہر ملک میں چسپاں کرتی رہتی ہیں۔مسلمان جب جلاوطن فلسطینیوں کی وطن واپسی کا مطالبہ کرتے ہیں تو اسے اصول پرستی کا نام دیا جاتا ہے، لیکن خود ان کی جلاوطنی کو اصول پرستی قرار نہیں دیا جاتا۔اگر مسلمان نماز، روزہ، زکوٰۃ اور دیگر ارکان اسلام، اعمال وعبادات کا اسلامی احکام کی روشنی میں التزام کرتے ہیں اور اپنے دیگر اسلامی بھائیوں کو اس کی تلقین کرتے ہیں، انہیں دعوت دیتے ہیں تو یہ اصول پرستی ہے۔

لیکن ایک مذہبی، دہشت گرد، عیار مکار، فریب کار گروہ دوسرے گروہ کی زمین کو اس بنیاد پر غصب کررہا ہے کہ وہ کبھی زمانہ ماضی میں اس کا وطن رہا ہے، اور

www.abulhasanalinadwi.org

اس پر قبضہ جمانے کے لیے ہر طرح کی عسکری قوت کا استعمال بھی کر رہا ہے تو یہ اصول پرستی نہیں ہے۔

اسی طرح دنیا کی تمام کافر و مشرک طاقتیں مغرب کے اس اسلوب اور طریقۂ کار کو مسلمانوں کے خلاف استعمال کر رہی ہیں، چنانچہ خود ہندوستان میں دہشت گرد، فرقہ پرست، اور تشدد پسند تنظیموں نے ایک ایسی تاریخی، اور تہذیبی بابری مسجد کو منہدم اور مسمار کر دیا جس پر صدیاں گزر چکی ہیں۔ نیز اس کے مسجد ہونے کی شہادت خود ہندوستان کی قدیم تاریخ کے اوراق بھی دیتے ہیں۔ لیکن مسلمانوں نے جب اس کے خلاف مظاہرہ کیا تو انہیں اس کا خمیازہ زبردست تباہ کن بھیانک فسادات کی شکل میں بھگتنا پڑا، جس میں ان کی املاک، جائیداد اور تجارت وصنعت اور روزگار کو سخت دھچکا لگا۔ مگر اس کے برخلاف مسجد کو منہدم اور مسمار کرنے والے سڑکوں پر آزادانہ دندناتے پھر رہے ہیں، نہایت چین وسکون کی زندگی گزار رہے ہیں، ان سے کوئی باز پرس کرنے والا نہیں، نہ ہی انہیں ہلکی سی خراش آئی۔ سوائے اس کے کہ میڈیا اور اخبارات نے کبھی کبھار ایک دو بیانات اور نکتہ چینیاں شائع کر دیں اور سونے پر سہاگا یہ کہ الٹا مسلمانوں سے یہ مطالبہ بھی کیا جا رہا ہے کہ وہ حالات سے سمجھوتہ کر لیں۔ حقائق کو تسلیم کر لیں، کیوں کہ کسی بھی اخلاقی مسئلہ سے نمٹنے کا یہی واحد اور کامیاب راستہ ہے، اور وہ راستہ یہی ہے کہ اقلیت اکثریت کے حقوق اور بالادستی کے سامنے سر تسلیم خم کر دے، اس کی خواہشات اور جذبات کا احترام کرے اس کے مقاصد، اور مفادات کے حصول میں تعاون کرے، اگر مسلم اقلیت نے ایسا نہ کیا تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ وہ اصول پرستی کی راہ پر گامزن اور دہشت گردی اور مذہبی استبداد کے طریقۂ کار پر کاربند ہے۔ اور اس کے صلہ میں مسلمانوں کو اصول پرستی کا شاندار تمغہ ملتا ہے، دین

www.abulhasanalinadwi.org

پروری، بنیاد پرستی کے مہذب القاب سے نوازا جائے گا، حد یہ ہے کہ اس سلسلے میں وہ متزلزل اور مذبذب عقائد کے حامل مسلم قلم کار اور صحافی بھی ملوث نظر آتے ہیں جنہیں ملک کی اقتصادی اور سیاسی طاقتیں کٹھ پتلی کی طرح چشم وابرو کے اشارہ پر نچاتی رہتی ہیں۔

اس طرح ان اسلامی ملکوں کی حالت بھی ان مغربی ملکوں سے کچھ زیادہ مختلف نہیں ہے جن کے بارے میں ہم یہ آس لگائے بیٹھے ہیں کہ وہ حق کی حمایت اور ظلم کا خاتمہ کریں گے کیوں کہ یہ حق کی حمایت اور ظلم کا خاتمہ کرنے کے بجائے وہی راگ الاپیں گے جس کی تلقین مغرب کے استعماری، ملحد، بے دین، مسیحی طاقتیں کرتی ہیں۔ چنانچہ یہ اسلامی ممالک بھی اپنے مغربی آقاؤں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے، اسلام پسندوں اور دین دار مسلمانوں کو اصول پرست، بنیاد پرست، جیسے سنگین الزامات لگاتے رہتے ہیں۔ دوسری طرف اس ظالمانہ، متعصبانہ، ہٹ دھرم اصول پرستی پر پردہ بھی ڈالتے ہیں جو ان مغربی، سامراجی طاقتوں کے حامیوں اور ان کے جھنڈے تلے جمع ہونے والوں کے ہاتھوں وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ فالی اللہ المشتکی۔(۱)

(۱) ترجمہ مولوی مقبول احمد ندوی

www.abulhasanalinadwi.org

روس کی افغانستان میں شکست

وانخلاء کے اسباب اور ہمارے تقاضے

دنیائے اسلام میں اس وقت ایک طرف تو اسلامیت کے اثرات ابھر رہے ہیں، مسلمانوں میں اپنے شاندار ماضی کی طرف لوٹنے کی تڑپ پیدا ہو رہی ہے اس کے اثر سے جگہ جگہ تحریکیں اور انجمنیں کام کرنے لگی ہیں اور جگہ جگہ اسلام کو اس طرح نافذ کرنے اور اس کا نظام قائم کرنے کا مطالبہ شروع ہو گیا ہے جس طرح وہ عہد اول میں نافذ کیا گیا تھا، اور اس سے مسلمانوں کو ایسی سربلندی اور سرفرازی ملی تھی جو رہتی دنیا تک ایک مثالی دور کی حیثیت سے یاد کی جاتی رہے گی اور جس کو اپنے تو اپنے غیر بھی تسلیم کرتے ہیں، گاندھی جی نے بھی ہندوستان کے آزاد ہونے پر حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ کے انداز حکومت کا حوالہ دے کر بات کہی تھی۔

اسلامیت کی یہی لہر تھی جس نے افغانستان کے مسئلہ کو سارے عالم اسلام کا مسئلہ بنا دیا اور بالآخر وہاں کا جہاد کامیابی پر ختم ہوا، اور صرف یہی نہیں بلکہ اس نے روس جیسی چوٹی کی طاقت کی چولیں ہلا دیں اور اس کا شیرازہ خود اس کے ہاتھوں بکھر گیا، یہی لہر ہے جو شمالی افریقہ کے علاقوں میں وسط ایشیا اور مغربی ایشیا

www.abulhasanalinadwi.org

کے خطوں میں جگہ جگہ ایک اضطراب پیدا کیے ہوئے ہے، اور وہ ایک ایسی حقیقت کے طور پر کام کر رہی ہے کہ اس کو روکنے والے اس کے سامنے زیادہ ٹھہر نہیں سکتے۔ حالات واضح اشارہ دیتے ہیں کہ ان کو اس سے صلح کرنا ہوگا ورنہ اس کے ریلے میں وہ بہہ جائیں گے، کیونکہ وہ کوئی مصنوعی جوش نہیں وہ دراصل صدیوں سے دبی ہوئی کچلی طلب وتمنا ہے جو مسلمانوں کے زوال اور ان کی قوتوں کے اضمحلال سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مغربی استعمار نے دبا رکھی تھی اور یہ سمجھ لیا گیا تھا کہ اس کو ختم کر دیا گیا ہے، اب مغربی استعمار کی گرفت ڈھیلی ہونے پر وہ طلب وتمنا ابھر آئی ہے اور وہ کام کر رہی ہے اور کرتی رہے گی، دنیا کی طاقتوں کو اس حقیقت کو ماننا ہوگا اور جو نہ مانے گا اسکو شکست دیکھنا ہوگی جس طرح روس اور کمیونزم نوازوں نے افغانستان میں دیکھی۔

اس اسلامی لہر سے مسلمانوں کو ایک مسرت بھی ہے اور توقعات بھی لیکن دوسری طرف ایک حقیقت اور بھی ہے جو خود مسلمانوں کے لیے نظر انداز کرنے کی نہیں ہے اور ان کی کسی ملی لہر کے کامیاب ہونے کے لیے اس حقیقت کا اعتراف اور اس کے مطابق ضروری عمل اختیار کرنا از حد ضروری ہے وہ حقیقت ہے خود مسلمانوں کو اپنے اندر کی کمزوری اور ان کی ذاتی زندگیوں میں اسلام کی تعلیمات اور احکامات پر عمل نہ کرنے کی عادت اس کمزوری کی صورت میں مسلمان کی تلوار بجائے لوہے کے لکڑی کی ثابت ہوگی اس کی قوت بے تاثیر ثابت ہوگی ہماری پوری ملت اس وقت اسلامی تعلیمات کے لحاظ سے ان تمام کمزوریوں میں مبتلا ہے جو مسلمانوں کے اعلیٰ مقاصد اور آرزوؤں کے ساتھ جوڑ نہیں کھاتیں، ہم خود غرضی اور ذاتی مفاد کی ترجیح میں اس طرح مبتلا ہیں جیسا کہ چھوٹے بچے مبتلا ہوتے ہیں چھوٹے سے چھوٹے ذاتی فائدہ کے لیے اور چھوٹی سے چھوٹی چیز کے لیے ہم

www.abulhasanalinadwi.org

اسلامی قدروں کو بے تکلف قربان کر دیتے ہیں اور قرآن وحدیث میں جن باتوں کو حرام کاموں میں شمار کیا گیا ہے اور جن پر وعیدیں آئی ہیں وہ ہمارے عمل میں عام طور پر پائی جاتی ہیں حصول مال میں حرام وحلال کی تمیز نہ کرنا، چھوٹے سے چھوٹے نجی مفاد کے لیے ملی مفاد کو قربان کر دینا، معمولی سے معمولی جاہ کے لیے سب کچھ کر ڈالنا، معمولی سے معمولی فائدے کے لیے جھوٹ بول دینا، دھوکہ دے دینا، دوسرے کے حق کو دبالینا اس کی اہانت کر دینا بلکہ اس کو شدید نقصان پہنچا دینا، جھوٹی عزت وشہرت کے لیے بے دریغ پیسہ خرچ کرنا اور خوب اسراف کرنا، ملت کے لیے تھوڑا خرچ کرنے میں بھی کوتاہی کرنا اور اتحاد واتفاق کو چند روز سے زیادہ نہ چلنے دینا، عام وطیرہ بنتا جارہا ہے اور پھر تمدن وعلم سے حاصل کردہ اپنی صلاحیتوں کے ذریعہ سب کو سمجھا دینا کہ ہم جو کچھ کر رہے ہیں ملت کے مفاد کے لیے اور اللہ اور اس کے رسول کی تعلیمات کے مطابق ہی کر رہے ہیں۔

ہم مسلمانوں میں ان امراض کے ہونے سے دو بڑے نقصانات ہیں ایک تو یہ کہ یہ انداز کامیابی اور ترقی کے نہیں ہیں ان سے وقتی اور انفرادی فائدہ جس کو جتنا بھی ہو جائے بالآخر انجام برا ہوتا ہے اور سب کیا کرایا اکارت ہو جاتا ہے، پھر ان کمزوریوں کی صورت میں غیر مسلموں کے سامنے ہماری تصویر بڑی خراب آتی ہے اور ہماری تصویر ان کے سامنے خراب آنے کا مطلب ہے کہ اسلام کی صحیح تصویر ان کے سامنے نہیں آئی، مسلمانوں کو امت دعوت بنایا گیا تھا یعنی خاتم الرسل حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عالم سے پردہ کر لینے کے بعد ان کے امتیوں پر اس دعوت کی ذمہ داری آچکی ہے جو وہ دیتے تھے، اب ہم جب خود ان تمام خرابیوں میں مبتلا ہوں جن سے دوسروں کو نکالنے کے لیے ہم کو مامور کیا گیا ہے تو ہم کیسے ان کو ان خرابیوں سے نکالیں گے، جب کہ ہم اپنے عمل سے بہت خراب

www.abulhasanalinadwi.org

نمونہ پیش کرر ہے ہیں۔اس طرح دراصل ہم امت دعوت نہیں رہ جاتے بلکہ امت اضلال وافساد بن جاتے ہیں یہ بات سوچنے اور غور کرنے کی ہے۔

دوسرا نقصان یہ ہے کہ ہماری اس زندگی کی صورت میں اللہ تعالیٰ کی نصرت ہم کو نہ مل سکے گی، اللہ تعالیٰ کی نصرت کوئی سستی چیز نہیں ہے کہ بلاوجہ آجایا کرے، وہ معیار دیکھ کر آتی ہے، وہ بدر میں آئی جب مسلمانوں نے اپنے اعلیٰ معیار کا ثبوت دیا جس میں ان کی پاکیزہ زندگیاں اور اپنے رسول کی جو کہ اس وقت قائد حرب بھی تھے مکمل اطاعت بلکہ والہانہ تابعداری تھی' اسی طرح اس عہد میں مختلف موقعوں پر آئی کیونکہ وہ اعلیٰ معیار کو قائم رکھے ہوئے تھے' اور جب کسی وقت ان کے اس اعلیٰ معیار میں ذرا سا بھی ڈھیلا پن پیدا ہوا ان کی فوراً سرزنش بھی کر دی گئی جیسا کہ احد کے موقع پر پیش آیا۔اب ہم ذرا اپنی زندگی کو دیکھیں پھر غور کریں کہ ہماری مشکلات اور مصیبتوں میں ہماری ملی پیچیدگیوں کے حل میں اور ہماری ملت کے مخالفوں سے مقابلہ کرنے میں کیا ہم کو اللہ کی نصرت مل سکتی ہے اور ہم اپنے مسائل کے حل میں وہ آسمانی مدد حاصل کر سکتے ہیں، جو ہم کو اچھی اور صالح زندگی کی صورت میں ملا کرتی ہے، تمناؤں اور اسلام کا دعویٰ کرنے سے کام نہیں چلتا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"لَيْسَ بِأَمَانِيِّكُم وَلَآ أَمانِيِّ اَهْلِ الْكِتَابِ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْءاً يُجْزَبِه ولا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللهِ وَّلِيّاً وَّ لَا نَصِيْرًا۔ (سورہ نساء)

" کہ (نجات) نہ تو تمہاری آرزوؤں پر ہے۔اور نہ اہل کتاب کی آرزوؤں پر جو شخص برے عمل کرے گا اسے اسی (طرح) کا بدلہ دیا جائے گا اور وہ خدا کے سوا نہ کسی کو حمایتی پائے گا اور نہ مددگار۔"

www.abulhasanalinadwi.org

ہماری ذاتی زندگیوں کے اندر کی خرابیاں اور اسلامی تعلیمات سے روگردانی ہماری کوششوں کی کامیابی کے راستہ کا سب سے بڑا پتھر ہیں وہ جب تک نہ ہٹایا جائے گا کامیابی مشکل ہے ہمارے قائدین اور رہنماؤں کو اس طرف خصوصی دھیان دینے کی بڑی ذمہ داری ہے ان کو اس پہلو کی اصلاح کی فکر زیادہ کرنا چاہیے تاکہ کامیابی کے راستے کا یہ بڑا پتھر ہٹایا جائے اللہ تعالیٰ کی نصرت سے ملت کے آگے بڑھنے اور اتحاد و اتفاق سے کام کرنے کا اور فلاح و کامیابی کا راستہ کھل جائے۔

اس اصلاح کے لیے صرف کہنا سننا کافی نہیں اس کے لیے خاموش عملی جدوجہد کی زیادہ ضرورت ہے لیکن افسوس ہے کہ پورے عالم اسلام میں اس پہلو میں خاصی کوتاہی ہے اسی لیے ہم دیکھ رہے ہیں کہ تمام عالم اسلام میں مسلمانوں کی طرف سے جو جدوجہد ہو رہی ہے اور جو قربانیاں دی جاری ہیں ان کے نتائج اتنے نہیں نکل رہے ہیں جتنی قربانیاں دی جارہی ہیں اور جتنی محنت کی جارہی ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس پہلو کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

www.abulhasanalinadwi.org

جاپانی قوم اور اسلام(۱)

سائنس اور ٹکنالوجی اور مادی وسائل کی دنیا میں مغربی قوموں نے ایسے کارنامے انجام دیئے ہیں جن پر آج عقل حیران ہے زندگی کو ترقی یافتہ اور خوشگوار بنانے کے لیے ایسے وسائل دریافت کر لیے ہیں جن کا تصور بھی آج سے قبل کی نسلوں کے لیے محال تھا، اپنی انہی سائنسی ترقیوں اور مادی کامیابیوں کی بدولت انھوں نے نہ صرف یہ کہ مشرقی قوموں پر اپنی برتری قائم کی ہے بلکہ ان پر اپنا گہرا اثر بھی ڈالا ہے۔

ان مشرقی قوموں میں جنہوں نے مغرب کی مادی ترقیات کا سب سے

---

(۱) ۲۹/۳۰/۳۱ مئی ۲۰۰۰ء کو اقوام متحدہ یونیورسٹی، ٹوکیو، جاپان میں تنظیم اسلامی کانفرنس اور جاپان کے اسلامک سینٹر کی مشترکہ دعوت پر سمپوزیم سطح کی ایک کانفرنس ہوئی، کانفرنس کا موضوع تھا "مشرقی ایشیائی ممالک میں اسلام کا کردار"

اس کانفرنس میں تنظیم اسلامی کانفرنس کے جنرل سکریٹری ڈاکٹر عزالدین عراقی، رابطۂ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کے جنرل سکریٹری ڈاکٹر عبداللہ صالح العبید، سعودی عرب میں مذہبی امور کے وزیر ڈاکٹر عبدالعزیز آل شیخ، جاپانی وزیر خارجہ، اقوام متحدہ یونیورسٹی کے وائس چانسلر، اسلامی یونیورسٹی کوالالمپور کے وائس چانسلر، پاکستان کے سابق وزیر مذہبی امور راجہ ظفر الحق اور ٹوکیو میں اسلامی و عرب ممالک کے سفراء بڑی تعداد میں شریک ہوئے، اس کے علاوہ دیگر اسلامی ملکوں کے تقریباً تین سو دانشوروں نے اس کانفرنس میں شرکت کی۔ سمپوزیم کی پہلی نشست میں یہ مقالہ پیش کیا گیا۔

www.abulhasanalinadwi.org

زیادہ اثر قبول کیا اور مغرب کے دریافت کردہ وسائل زندگی سے بھرپور فائدہ اٹھایا جاپانی قوم سرفہرست ہے، بلکہ اب تو یہ محسوس ہونے لگا ہے کہ مادی ترقیات، محیر العقول مصنوعات اور بہتر سے بہتر وسائل زندگی میں جاپان مغرب سے آنکھیں ملاتا نظر آتا ہے اور اگر زبان کا اختلاف نہ ہوتا اور شکل وصورت میں اتنا کھلا فرق محسوس نہ ہو تا تو ٹوکیو جانے والے کے لیے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو جاتا کہ وہ ایک مشرقی ملک کے شہر ''ٹوکیو'' میں ہے یا امریکہ کے ایک ترقی یافتہ شہر ''نیویارک'' میں بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ ٹوکیو جانے والے کو مادی ترقی کے بعض ایسے مناظر دیکھنے کو ملتے ہیں جو لندن اور نیویارک جانے پر بھی اس کو نظر نہیں آتے تو غلط نہ ہوگا۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ یورپ نے جو مادی ترقی حاصل کی ہے اس ترقی نے انسانی زندگی کی ظاہری شکل بالکل بدل کر رکھ دی ہے، اور انسانی زندگی کو اس مقام تک پہنچا دیا ہے جو عام انسانی خیال سے بالاتر ہے، لیکن افسوس کہ اس تہذیب نے زندگی کے انسانی، اخلاقی، روحانی اور بہترین خاندانی اور معاشرتی پہلوؤں کو یکسر نظر انداز کر دیا ہے۔

آج کی دنیا کا مہذب انسان اگرچہ پرتعیش زندگی گزارنے، مادی وسائل کو اپنے تابع بنا لینے اور مادی طاقتوں پر اپنی گرفت مضبوط کر لینے میں کامیاب ہو گیا ہے لیکن یہی انسان سائنسی وصنعتی میدان میں اتنی ترقی کر لینے کے باوجود اس خلا کو پُر کرنے میں بری طرح ناکام رہا ہے جو خلا خود انسان اپنی ذات میں اور اپنی خاندانی واجتماعی زندگی میں محسوس کر رہا ہے، اور یہ ایسا اہم مسئلہ ہے جو انسان اور انسانیت سے دلچسپی رکھنے والوں کے لیے غور طلب ہے اور اس بات کا متقاضی ہے کہ انسانی زندگی کے ان پہلوؤں کی بھی فکر کی جائے جنہیں آج کی مشینی دنیا نے فراموش کر دیا ہے اور جن کے بغیر انسانی زندگی کی تکمیل ممکن نہیں ہے لیکن یہ اسی

www.abulhasanalinadwi.org

وقت ممکن ہے جب دنیا میں کام کررہے دینی، دعوتی، اصلاحی نظاموں کے پیغام اور ان کے طریقہ کار کا غیر جانب دار ہوکر مطالعہ کیا جائے، اور اس میں یہ دیکھنے کی کوشش کی جائے کہ وہ کون سے اجزاء ہیں جو انسان کی انسانی ضروریات پوری کرتے ہیں اور کس حد تک کرتے ہیں۔

اس مقصد کے پیش نظر "ٹوکیو" جیسے ترقی یافتہ شہر میں ایک ایسے اسلامک سنٹر کی ضرورت واہمیت بڑھ جاتی ہے جو اس ملک کے باشندوں کو اسلام کی لائی ہوئی اخلاقی روحانی اور انسانی قدروں سے واقف کرائے اور دوسری طرف دیگر مشرقی قوموں کو ان کوششوں سے آشنا کرے جو جاپانی قوم نے سائنس اور ٹکنالوجی سے بھر پور فائدہ اٹھانے کے سلسلہ میں کی ہیں اور مادی دنیا میں ایک بلند مقام حاصل کرنے میں کامیابی حاصل کی تاکہ ایک دوسرے کی بہتر دریافتوں سے فائدہ اٹھا سکے، اور ایک دوسرے کی اچھائیوں اور صلاحیتوں سے فائدہ اٹھانے کا موقع ملے سکے۔

جاپانی قوم اپنی پرسکون طبیعت، ٹھنڈے مزاج، علم میں یکسوئی اور عمل میں انہماک کی بدولت دوسری تمام قوموں سے ممتاز ہے، مقصد کی خاطر آرام وراحت کی قربانی دینے کے لیے وہ ہر وقت تیار رہتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس نے صنعت کے مختلف میدانوں میں ایسے کارہائے نمایاں انجام دیئے کہ مشرقی ممالک تو کجا بعض مغربی ممالک بھی جاپانی مصنوعات درآمد کرنے اور ان کے استعمال کرنے پر مجبور ہوگئے۔

جاپان مشرق ومغرب کے بالکل درمیان میں واقع ہے تو اگر اس نے اپنے دائیں طرف واقع مغرب سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مغربی تہذیب کو اختیار کرلیا ہے تو اپنے بائیں طرف واقع مشرق سے اتصال رکھنے کی وجہ سے اس کو وہ خصوصیات بھی اپنانی چاہئیں جو مشرقی قوموں کا امتیاز سمجھی جاتی ہیں اور ان مشرقی

www.abulhasanalinadwi.org

قوموں میں سب سے نمایاں قوم مسلم قوم ہے جو بڑی حد تک تسلسل کے ساتھ ان چیزوں کی حفاظت کرتی چلی آرہی ہے جو انسانی زندگی کی ایسی تشکیل کرتی ہے کہ اس میں اخلاقی، روحانی، اجتماعی اور زندگی کے دوسرے تمام پہلوؤں کی پوری نمائندگی ہے، اور انسانی زندگی میں اخلاقی و روحانی کمی نہیں پائی جاتی جو مغرب کی تمدنی زندگی میں پائی جاتی ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ مغربی تہذیب اپنی سائنسی و صنعتی ترقی کے باوجود انسانی زندگی کے ان بنیادی مسائل کا کوئی حل پیش نہیں کرسکی، چنانچہ یہی وجہ ہے کہ مغربی ممالک میں اخلاقی قدریں نظر انداز ہورہی ہیں، خاندانی بندھن نہایت کمزور ہوتے ہیں، اور معاشرتی نظام غیر مربوط ہوگیا ہے، ایسی صورت حال میں جاپانی باشندوں اور اسلام کی نمائندگی کرنے والوں کے درمیان ربط پیدا کرنے اور ایک دوسرے سے متعارف کرانے کے لیے اسلامی مراکز کا قیام ایک قابل تعریف اور لائق ستائش اقدام ہے، اور اسی طرح کانفرنسوں کا انعقاد اس سلسلہ کی بہت اہم کڑی ہے۔ ان سے یہ امید پیدا ہوتی ہے کہ جاپانی قوم کو ان تعلیمات سے واقف کرایا جائے گا، جو ان کی اخلاقی، معاشرتی اور انسانی زندگی میں تبدیلی کرسکے گی۔

مشرقی ممالک کے اسلامی قدروں کے حامل اشخاص اور جاپانی قوم کے فکرمند حضرات کے درمیان گزشتہ صدی تک زیادہ وسیع تعلقات قائم نہیں ہوسکتے تھے لیکن خدا کا شکر ہے کہ اس موجودہ صدی میں یہ تعلقات نیک جذبات کے ساتھ قائم ہونے لگے ہیں، اور ان کا دائرہ برابر بڑھتا جارہا ہے اور جاپانی قوم کی جانب سے ان تعلقات کو ناپسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھا جارہا ہے۔

اسلام وہ مذہب ہے جس نے انسانی زندگی کے انفرادی اور اجتماعی دونوں پہلوؤں کو سامنے رکھا اور دونوں کے آداب اور اصول بتائے ہیں اور اجتماعی مسائل اور

www.abulhasanalinadwi.org

معاشرتی مشکلات کا حل بھی دنیا کے سامنے پیش کیا ہے، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا مطالعہ کرنے، صحابہ کرامؓ کی زندگیوں پر نظر ڈالنے اور تابعین عظام کے حالات کا جائزہ لینے سے معاشرتی مسائل کا اطمینان بخش اور راحت رساں حل سامنے آجاتا ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انفرادی واجتماعی زندگی کے جو اصول متعین کیے ہیں ان اصولوں کو اپنا کر آپؐ کے پیروکاروں نے زندگی کے ایسے اعلیٰ نمونے پیش کیے ہیں جن کی روشنی میں انفرادی واجتماعی زندگی کو آسودہ اور خوشگوار بنایا جاسکتا ہے۔

مغربی قوموں میں بڑھتی ہوئی مشکلات اور نت نئے ابھرتے مسائل کا اسلام نے جو حل پیش کیا ہے ضرورت اس بات کی ہے کہ اس حل کو مشکلات سے دوچار مغربی تہذیب کے حاملین کے سامنے رکھا جائے اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب مغربی تہذیب کے نمائندوں اور اسلامی فکر کے علمبرداروں کے درمیان روابط پیدا کیے جائیں، ملاقاتوں کا انتظام کیا جائے، موجودہ مسائل پر تبادلہ خیال کا اہتمام ہو اور مخلوط علمی وفکری سیمیناروں کا انعقاد ہوتا کہ ایک دوسرے کے خیالات سننے اور مسائل سے واقف ہونے کا موقع مل سکے۔

قلبی سکون اور روحانی سعادت کے حصول کے لیے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے جو رہنمائی ملتی ہے اس رہنمائی کے مطابق اگر زندگی گزاری جائے تو زندگی میں ایک بہار آسکتی ہے اور یہ دنیا جو باوجود راحت وترقی کے اعلیٰ وسائل مہیا کر لینے کے قلبی راحت اور ذہنی سکون اور معاشرتی ہمدردی کے لحاظ سے جہنم بنتی جارہی ہے، جنت کا ایک ٹکڑا بن سکتی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انفرادی واجتماعی زندگی کے یہ اصول صرف بتا کر نہیں بلکہ عمل کر کے دکھائے ہیں، آپؐ نے اپنے ہم وطنوں اور ساتھیوں کے ساتھ ایک مثالی زندگی گزاری، آپؐ نے زندگی کے نشیب بھی دیکھے اور فراز بھی، تلخ

www.abulhasanalinadwi.org

گھونٹ بھی پیئے اور شیریں بھی، مشکلات کا سامنا بھی کیا اور بحرانوں سے گزرے بھی، لیکن اپنی حکمت و دانائی، بلند ہمتی، نفس کی پاکیزگی اور خوش اخلاقی سے ان مشکلات پر قابو بھی پایا اور دنیا کے سامنے ان کا حل بھی پیش کیا۔

آپؐ نے شوہر کی حیثیت سے بھی زندگی گزاری اور باپ کی حیثیت سے بھی، دوستوں کی دوستی کا لطف بھی اٹھایا اور دشمنوں کی دشمنی کا سامنا بھی کیا، خاندان کی ذمہ داری بھی نبھائی اور جماعت کی امارت کا فریضہ بھی انجام دیا، اس طرح آپؐ نے زندگی کے ہر پہلو اور ہر گوشہ کے لیے ایک نمونہ چھوڑا، اور یہی وہ نمونے ہیں جن کو اپنا کر موجودہ دور کے مسائل اور مشکلات پر قابو پایا جا سکتا ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

www.abulhasanalinadwi.org

مسلمانوں کی ذمہ داریاں اور تقاضے

www.abulhasanalinadwi.org

مغرب کا اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ

اور ہماری ذمہ داریاں

موجودہ صدی کے وسط سے مسلمانوں کو اپنے دین اور اپنے ملّی پیغام کی طرف توجہ دلانے کی جو کوششیں ہوئیں اور ان کو عزت وعظمت کا ماضی یاد دلانے کے لیے جو لکھا اور کہا گیا، اس کے یہ اثرات پڑے کہ مسلمانوں میں بیداری اور ملی احساس وشعور کی ایک لہر اٹھی جو جگہ جگہ محسوس کی گئی، اور اس سے مستقبل میں اچھی توقعات قائم کی جانے لگیں حتیٰ کہ بعض کہنے والے کہنے لگے کہ اگلی صدی اسلام کی صدی ہوگی۔ چنانچہ جب ہجری تاریخ سے نئی صدی شروع ہوئی تو بڑا غلغلہ اٹھا کہ یہ صدی اسلام کی صدی ہے اور دنیا کی قیادت اب دیر سویر مسلمان کریں گے، یہ دیکھو فلاں جگہ بڑی دینی وملی بیداری ہو رہی ہے، فلاں جگہ اتنے لوگ مسلمان ہو گئے ہیں، فلاں جگہ ایسی ایسی دینی تحریکیں چلنا شروع ہو گئیں ہیں۔ عیسوی تقویم کو بنیاد بنانے والوں نے یہ تک کہا کہ اکیسویں صدی آرہی ہے، یہ اسلام کے عروج وغلبہ کی صدی ہوگی، یورپ ٹوٹ رہا ہے، اب دنیا کی قیادت مسلمان قومیں لیں گی، کسی نے ترکی کی طرف دیکھا، کسی نے پاکستان سے امید قائم کی، کسی نے مصر کی طرف، کسی نے لیبیا کی طرف اور کسی نے سعودی عرب کی طرف اور کسی نے ایران کی طرف

www.abulhasanalinadwi.org

دیکھا اور یہ دیکھنا ظاہری آثار و حالات کے لحاظ سے غلط بھی نہ تھا کیونکہ ان سب جگہوں پر بعض بعض قیادتوں نے بہت امید پیدا کردی تھی۔

اس سلسلہ میں مسلمان صحافت نے بھی شور مچایا اور مسلمان تحریکوں نے بھی حصہ لیا، لیکن دیکھنے میں یہ آیا کہ مسلمانوں کا اس وقت مزاج کام کرنے سے زیادہ نام کرنے کا بن گیا ہے، وہ کام سے زیادہ کام کا تذکرہ جدوجہد سے زیادہ جدوجہد کا اعلان اور پروگرام پر عمل کرنے سے قبل اس کا بے تحاشا اعلان اپنا وطیرہ بنائے ہوئے ہیں، وہ اپنے مخالف کو اس کا مقابلہ کرنے سے قبل ہوشیار کردیتے ہیں اس کو شکست دینے کا اپنا طریقہ اور اندازِ کار بتادیتے ہیں۔

مسلمانوں کی یہ کمزوری ایک بڑی کمزوری کہی جاسکتی ہے لیکن یہ ایک نفسیاتی کیفیت بھی ہے کہ آدمی اپنی ترقی، توقع، اور کامیابی کا چرچا کرتا ہے اور اپنی پریشانی کا تذکرہ بھی زور سے کرتا ہے، لیکن رہبران ملت جو فہم و فراست میں بڑھے ہوئے ہیں اس نفسیاتی کیفیت کو کنٹرول کرسکتے ہیں اور تذکرہ و چرچا کی اس خواہش کو دوسری طرف موڑ سکتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے ان حالات کا چرچا کیا جائے جن میں انہوں نے دنیا کو اخلاق و انسانیت کا درس دیا اور قوموں اور نسلوں کو حیوانی زندگی سے نکال کر انسانی زندگی میں داخل کیا انہوں نے مصیبت زدہ کو مصیبت سے نکالا، غلاموں کو ان کی حقیر پوزیشن سے نکال کر دوستانہ و مساویانہ پوزیشن میں پہنچایا، عورت کو ساز و سامان کی حیثیت سے نکال کر کامل انسانی حقوق کی مستحق اور رفیقۂ حیات کا درجہ دیا، بچیوں کو عار و ذلت کا سبب سمجھ کر زندہ دفن کردینے سے بچا کر نعمت اور باعث اجر و ترقی سمجھنے کا ذریعہ بنایا، انسان تو انسان ہے ہر ذی روح کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا سبق دیا، مساوات انسانی کا ایسا سبق دیا کہ دیکھنے والے دیکھ کر ششدر رہ گئے اور اس دین کی خوبی اور اس ملت کی

www.abulhasanalinadwi.org

عظمت کو مان گئے۔ چنانچہ جوق در جوق اسلام میں داخل ہوئے اور پوری پوری قومیں مسلمان ہوگئیں۔

بھلا غور کیجئے کہ کہاں ایسی مثالیں ملیں گی کہ مسلمان فوجوں نے ایک علاقہ کو فتح کیا، علاقے والوں نے مسلمانوں کے خلیفہ سے شکایت کی کہ آپ لوگ کہتے ہیں کہ مسلمان اچانک حملہ نہیں کرتے، پہلے اپنی بات پیش کرتے ہیں اس کے نہ ماننے کے بعد کہہ کر حملہ کرتے ہیں، اس فوج نے ایسا نہیں کیا، اس شکایت پر خلیفہ نے حکم دیا کہ مسلمان فوجیں مقبوضہ ملک چھوڑ دیں، واپس آجائیں اور پہلے اپنی دعوت اور پیغام پیش کریں اور صلح کے ذریعہ معاملہ کو انجام دینے کی کوشش کریں، اس میں ناکامی کے بعد حملہ کریں۔ چنانچہ مسلمان فوجوں نے مقبوضہ ملک چھوڑ دیا اور اسلام کے بتائے ہوئے طریقہ پر عمل کیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پورا ملک اتنا متاثر ہوا کہ خود سے مسلمان ہوگیا۔ بھلا بتایئے کہ کس نے یہ تعلیم دی کہ تمہارے لیے ہر ذی حیات کے ساتھ سلوک کرنے میں اجر ہے، اور ایک پیاسے کتے کو پانی پلا دینے پر جنت چلے جانے کی بشارت دی اور ایک بلی کو کمرے میں بند کر کے مارنے پر آخرت کے عذاب کی خبر دی۔

بھلا بتایئے کہ یہ کس کے یہاں ملتا ہے کہ انتقال کے وقت نزع کی حالت میں یہ کہے کہ اپنے رب کی عبادت کرتے رہو اور اپنے غلاموں کے ساتھ سلوک کرو۔

بھلا بتایئے کہ یہ کہاں ملتا ہے کہ مصر کے مسلمان حاکم کے لڑکے نے ایک مصری سے گھوڑ دوڑ کے مقابلہ میں پیچھے رہ جانے پر ایک کوڑا مار دیا، مصری نے خلیفۃ المسلمین سے شکایت کی۔ خلیفۃ المسلمین نے مصری حاکم کے لڑکے کو مع باپ کے طلب کیا اور مصری کے ہاتھ سے دونوں پر کوڑا چلوایا اور حاکم سے کہا کہ تم لوگوں نے کیا انسانوں کو غلام بنالیا ہے حالانکہ خدا نے ان کو آزاد پیدا کیا ہے، ذرا غور کیجئے وہ اس زمانہ کی بات ہے جب دنیا کے متمدن ملکوں میں اور تہذیب و تمدن کے

www.abulhasanalinadwi.org

گھوڑوں میں غلاموں اور قیدیوں کو دعوتوں میں مہمانوں کی تفریح کے لیے جلایا جاتا تھا، اخلاق وانسانیت پر عمل کا اتنا بڑا فرق ہے۔

بھلا بتایئے یہ کہاں ملتا ہے کہ اللہ کے رسولؐ نے ایک مہم میں مسلمانوں کے لشکر کا سربراہ اپنے سابق غلام کے نوجوان لڑکے کو بنادیا، لشکر جانے سے قبل آپ کی وفات ہوگئی، آپ کے خلیفہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لشکر روانہ کرنا چاہا تو لوگوں نے کہا کہ اس لشکر میں بڑے بڑے عرب کے سردار ہیں اگر اس نوجوان کے بجائے کسی بڑے سردار کو قائد بنادیا جائے تو زیادہ مضبوط بات ہوگی، خلیفۃ المسلمین نے کہا کہ جو رسول اللہ ﷺ نے کیا اسی کو قائم رکھا جائے گا، اور یہی نوجوان اور سابق غلام کے صاحبزادے ہی قیادت کریں گے چنانچہ سب نے اطاعت کی اور انہی کی قیادت میں کام کیا اور کسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔

یہ واقعات اور ان کی اتباع میں مسلمانوں کی تاریخ میں سیکڑوں اور ہزاروں واقعات کیوں نہیں ہمارے اپنے چرچے اور تذکروں کا موضوع بنتے کہ غیر مسلم حضرات کے علم میں آئیں جن کو جان کر وہ کہیں کہ مسلمان ویسا نہیں ہوتا جیسا ہم نے غلطی سے اب تک سمجھ رکھا تھا اور جیسا چند بے راہ مسلمانوں کے عمل سے ظاہر ہوتا ہے، اگر کوئی مسلمان چوری کرلیتا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اسلام نے چوری کی اجازت دی ہے، کوئی مسلمان کسی پر ظلم کرتا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ مسلمانوں کو ظلم کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔

لیکن افسوس ہے کہ مسلمانوں کا پریس ان کے جلسے ان کے مظاہرے یہ تو ظاہر کرتے ہیں کہ مسلمان اپنے حریفوں کو اس طرح زک دیں گے، اس طرح شکست دیں گے، لیکن اپنے مخالفوں اور حریفوں کے ذہنوں کو بدلنے کی نہ کے برابر کوشش کرتے ہیں، ان کے مخالفوں اور حریفوں نے مسلم دشمن پروپیگنڈہ ہی کو سنا

www.abulhasanalinadwi.org

اور جانا ہے کہ مسلمان اپنے مخالف کو ظالمانہ طریقہ سے ختم کر دیتا ہے اس کو صرف داد عیش دینے اور من مانی کرنے اور اخلاق وقانون توڑنے سے ہی دلچسپی ہے، وہ اچھا شہری نہیں ہوتا، اچھا پڑوسی نہیں ہوتا، اچھا ساتھی نہیں ہوتا، وہ نا قابل اعتبار ہے، نا قابل برداشت ہے۔ بھلا بتایئے ان خیالات کے ساتھ مسلمانوں کے دشمن اور حریف مسلمانوں کے معاملہ میں کیا رویہ رکھیں گے اور کیا معاملہ کریں گے۔

آج ساری دنیا میں مسلمانوں پر مصیبت آئی ہوئی ہے ہر جگہ مسلمانوں کو اپنی مذہبی آزادی اور باعزت اسلامی زندگی کے لیے سخت جدوجہد کرنا پڑ رہی ہے اور ان کی اس جدوجہد کو ہر جگہ پوری طاقت سے دبایا جا رہا ہے ہے بلکہ بہت ظالمانہ طریقہ سے کچلا جا رہا ہے، یورپ ہو یا ایشیا و امریکہ ہر جگہ اسلام کے نام لینے والے مصیبت میں مبتلا کیے جا رہے ہیں جیسے کہ کوئی خونخوار طاقت ابھرنے لگی ہو اس کو کچلنے کے لیے سب کے سب لگ جائیں۔ ضرورت ہے کہ اس مصیبت کے جتنے حصے کو ہم دعوت و وضاحت کے جائز و مؤثر طریقوں کے ذریعہ دور کر سکیں اس سے دور کریں اور جو وضاحت اور صحیح واقفیت کے بعد ہو اس کا پوری طاقت اور ہمت سے مقابلہ کریں۔

اس کے لیے اپنے عمل کو اور تعلق مع اللہ کو بھی درست کرنا ہوگا۔ اور مسلمانوں کے ایمان و اخلاق کو اسلام کی صحیح تعلیمات کے مطابق بنانے کے لیے دعوت و تربیت کے کام کو اصول و طریقہ کے مطابق سنجیدہ اور ٹھوس طریقہ سے کرنا ہوگا اور اس پر خاصا وقت صرف کرنا ہوگا، شور و پروپیگنڈے ضرورت کے مطابق رکھنا ہوگا، اس میں ہم کو جتنی کامیابی ہوگی، اتنی ہی اللہ کی طرف سے نصرت حاصل ہوگی اور کامیابی ملے گی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا "وأنتم الاعلون إن كنتم مؤمنين" کہ سربلند تم ہی رہو گے اگر تم ایمان والے ہو، ہمیں ایمان کے تقاضے پورے کرنے ہوں گے تب ہی ہم کو سربلندی ملے گی۔

www.abulhasanalinadwi.org

مسلمانوں کے عروج وزوال کے اسباب

مسلمانوں کی تاریخ عظیم رہی ہے، انھوں نے جو عظمت حاصل کی وہ محض عظمت ہی نہیں تھی، اس کا راز یہ تھا کہ وہ ایک سیدھی سادی اور سچی زندگی گزارنے کے عادی تھے۔

کائنات کا سارا نظام اللہ کا مقرر کیا ہوا ہے، اور اس کے سامنے چل رہا ہے، اللہ تعالی جب کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو اس کے اسباب مہیا کر دیتا ہے۔ اسلام کے فیضان کو وجود میں لانے کے لیے ضرورت تھی کہ اس میں کسی چیز کی آمیزش نہ ہو، لہٰذا جس وقت اسلام آیا ہے اس وقت ایک طرف رومی حکومت تھی جس کی ایک تہذیب، تمدن اور معیار تھا، دوسری طرف ساسانی حکومت تھی۔ دونوں کے پاس علم، تمدن، تہذیب، عسکری طاقت اور انتظامی صلاحیت سبھی کچھ تھی، علم وادب میں طاق تھے، طاقتور بھی تھے، اور ساری دنیا میں ان کا دبدبہ بھی تھا۔ وہ روس اور امریکہ کی طرح سب سے زیادہ ترقی یافتہ اور طاقتور قومیں تھیں۔ ان کے درمیان عرب تھے جو بالکل ان پڑھ تھے، علم سے جو قابلیت اور صلاحیت پیدا ہوتی ہے اس سے ناواقف تھے، ہاں ایک نئے دین اور نئے پیغام کو پہنچانے کے لیے جو فطری صلاحیتیں ہوتی ہیں وہ ان میں تھیں، اسلام انھوں نے قبول کیا، ان کی ساری ترقی اسلام کے سائے میں ہوئی۔

www.abulhasanalinadwi.org

اسلام کا پیغام پہنچانے اور اس کی ذمہ داری کو اٹھانے کے لیے عربوں نے علم سیکھا، اور ڈیڑھ دو سو برس کے اندر دنیا میں سب سے زیادہ علم عربوں کو حاصل ہو گیا۔ ان کو سائنس کے علوم کی جو واقفیت اور صلاحیت حاصل ہوئی اس کی بدولت وہ دنیا میں منفرد ہو گئے، علم سے ایسا آراستہ ہو گئے کہ دنیا کی ساری قومیں ان سے نیچے ہو گئیں، اور ان سے پیچھے ہو گئیں۔

سات سو سال تک مسلمانوں نے بغیر کسی حریف کے علمی زندگی گزاری ہے، چاہے وہ سائنسی میدان میں ہو، یا دوسرے علوم میں جو ان کی زندگی سے تعلق رکھتے تھے، اس میں انھوں نے کمال پیدا کیا۔ آج بھی میڈیکل اور دیگر سائنس کے بہت سے شعبوں کا علم مسلمانوں کا رہین منت ہے، اس طرح پانچ سو سال تک عرب علمی زندگی میں منفرد اور قائد رہے۔

لیکن زوال اس طرح شروع ہوا کہ مسلمانوں نے علم پر توجہ دینا چھوڑ دیا اور سمجھ بیٹھے کہ جو عزت انہیں حاصل ہے وہ ہمیشہ رہے گی، جب کہ دوسری قوموں نے ترقی کرنا شروع کیا۔

پورے عالم میں مسلمانوں کو ہر طرف سے نشانہ بنایا جا رہا ہے، مختلف طریقوں سے ان کی شبیہ کو مسخ کرنے کی کوشش ہو رہی ہے، خاص طور سے ذرائع ابلاغ کو استعمال کر کے اور لٹریچر کے ذریعہ مسلمانوں کی شبیہ کو مسخ، ان کی اچھی باتوں کو بری باتیں، اور نیکی کو بدی قرار دیا جا رہا ہے۔ انہیں تخریب پسند کہا جا رہا ہے اور یہ تاثر دیا جا رہا ہے کہ اگر ان کو چھوٹ ملے گی تو دنیا اور انسانیت کو تباہ کر دیں گے، جب کہ حقیقت یہ ہے کہ اسلام ساری دنیا کی ترقی کا خواہش مند ہے، تباہ کرنا تو دور کی بات ہے، اسلام ترقی دینے سنوارنے کے لیے آیا ہے۔ جب تک دنیا کی قیادت، طاقت، سطوت اور علم مسلمانوں کے ہاتھ میں تھا انھوں نے دنیا کو مالا مال

www.abulhasanalinadwi.org

کردیا۔

مسلمان بہت سے ملکوں میں پہنچے، جہاں لوگ جانوروں کی طرح زندگی گزارتے تھے، جنہیں تہذیب اور انسانیت سے روشناس کرایا، آدمی بننے کا سلیقہ سکھایا، لیکن آج یہ سمجھا جارہا ہے کہ مسلمان بدسلیقہ ہیں، گندے ہیں، جاہل ہیں، بری حرکتوں میں مبتلا ہیں، ایسے دلائل اور ایسی شہادتیں ان کی خلاف دی جارہی ہیں جو قابل تحقیق ہیں۔

الحمدللہ مسلمانوں میں شعور بیدار ہو چکا ہے، وہ زندہ رہنے، باقی رہنے اور اپنی عظمت کو حاصل کرنے کی کوشش کررہے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ مسلمان زندہ ہیں اور زندگی کے سبب رواں دواں ہیں، جو راستے پر چلیں گے وہ منزل پر پہنچ جائیں گے۔ ہر جگہ مسلمانوں کا شعور بیدار ہو چکا ہے، جو اصحاب شعور اور جذبے کے مالک ہیں وہ ماضی کی عزت اور عظمت کے لیے کوشش کررہے ہیں۔

اخبارات اٹھا کر دیکھئے تو انسان کا سینہ چوڑا ہوتا ہے، محنتوں اور صلاحیتوں کے واقعات سامنے آرہے ہیں، نتیجہ کب نکلے گا یہ مستقبل کی بات ہے۔

حوصلہ انقلاب لاتا ہے، ایک عیسائی حکمراں کی بات جس سے حضور ﷺ کی توہین ہوئی تھی، صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ کے دل کو لگ گئی، سمجھداری اور حکمت سے کام لیا، دنیا بدل گئی اور بیت المقدس مسلمانوں کو واپس مل گیا، اس دور میں جو خبریں مل رہی ہیں کچھ مشکل نہیں کہ مستقبل شاندار ہو اور عظمت واپس آئے۔ ضرورت ہوشیاری اور سمجھداری کی ہے۔

بڑی طاقتیں جن کے ہاتھ میں دنیا کی باگ ڈور ہے ایسے انتظام کررہی ہیں کہ مسلمان آگے نہ بڑھ سکیں۔

مسلمان اب تک علم میں پیچھے ہیں، تعلیم کا فیصد مسلمانوں میں بہت گرا ہوا

www.abulhasanalinadwi.org

ہے، مسلمانوں کا علم سے بہت گہرا تعلق ہے، مگر انھوں نے اس تعلق کو ختم کر دیا، مسلمانوں کو گرانے اور غلط فہمی پیدا کرنے اور غلط انسان بنا کر پیش کرنے میں لوگ لگے ہوئے ہیں۔

ملک سیکولر ہے، حکومت مسلمانوں اور اسلام کی سرپرستی نہیں کر رہی ہے، ہم نہ تو مطالبہ کر سکتے ہیں، نہ توقع کرنی چاہئے، نہ ان کو امت کے مسائل کی مدد کرنی ہے، اور نہ وہ کریں گے، خاص طور سے تعلیم کے مسئلہ میں۔

تعلیم آدمی کو آدمی بناتی ہے، اس سے صلاحیتیں پیدا ہوتی ہیں، ملک کی طرف سے جو تعلیم دی جا رہی ہے، وہ ہم کو غلط فہمی میں مبتلا کرنے والی تعلیم ہے، ضرورت ہے کہ نئی نسلوں کو ایسی تعلیم دلوائیں کہ وہ اپنی صلاحیتوں کو استعمال کر سکیں۔

حکومت جو تعلیم دے گی وہ سیکولر ہوگی، یا دوسرے کسی مذہب کی تعلیم ہوگی، تھوڑی بہت کوشش کر کے کم سے کم ایسی بنیادی تعلیم تو دیدی جائے کہ دین تو باقی رہے، اللہ، رسول (ﷺ) کو تو پہچانتے رہیں، نئی نسل جانے گی نہیں تو کیسے سیکھے گی، تعلیم کی فکر کرنی چاہئے۔ جب تک ہم اس کی فکر نہیں کریں ترقی نہیں کر سکتے۔ تعلیم یافتہ تو ہو جائیں گے لیکن مسلمان نہیں رہیں گے، مسلمان مسلمان نہیں رہے گا تو امت ہی ختم ہو جائے گی، اس وقت میڈیا پر یہودیوں کا قبضہ ہے، اقتصادیات پر یہودیوں کا قبضہ ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہودی لڑکے علم کے پیچھے پاگل ہو رہے ہیں۔

ہم اردو زبان کو سنبھال نہیں سکتے، جو نسلیں فکر کرتی ہیں وہ طاقتور ہوتی ہیں، جو کوتاہی ہے وہ ہماری کوتاہی ہے، اردو تعلیم کی خاص طور سے فکر کرنی ہے تاکہ ہمارے متعلق درست رائے قائم ہو، اسلام کی طرف سے عورتوں کی تعلیم کی بہت اہمیت بتائی گئی ہے۔

ذرائع ابلاغ اور لٹریچر کی بڑی اہمیت اور ضرورت ہے، اس میں مسلمانوں

www.abulhasanalinadwi.org

نے بڑی غفلت کی ہے۔

ذرائع ابلاغ نے مسلمانوں کو کمتر اور ذلیل کر کے پیش کیا، مسلمانوں کے عقائد اور افکار پر اٹیک کیا گیا ہے، مثال کے طور پر ایک مصنف نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر ایک کتاب بہت اچھے انداز میں لکھی لیکن ساتھ ہی یہ بھی لکھ دیا کہ آپ ﷺ نے جو کچھ کیا ایک اچھے لیڈر کی طرح عربوں کی معاشرتی حالت درست کرنے کے لیے کیا، اور جو آپ ﷺ کی عظمت کے واقعات ہیں وہ ایک بہترین لیڈر کی حیثیت سے آپ ﷺ کی کوشش کی وجہ سے ہیں، اس طرح وہ نبوت کی خصوصیت ختم کرنا چاہتا ہے، پڑھنے والا گمراہ ہوگا اور سمجھے گا کہ آپ ﷺ کی تعریف ہو رہی ہے، جب کہ آپ ﷺ نبی تھے جو اللہ کا مقرر کردہ ہوتا ہے، جب کہ لیڈر کو افراد بناتے ہیں، اس طرح اسلام کی شبیہ کو بگاڑا جا رہا ہے۔

ہندوستان کے اخبارات میں مسلمانوں کی شرافت، عزت اور عظمت نیز جو مسلمانوں کی اچھی چیزیں ہیں ان کو دبا کر رکھا جاتا ہے، جو نقائص ہیں ان کو اچھالا جاتا ہے۔

کلکتہ میں مسلمانوں کا جلسہ ہوا جس میں سات لاکھ افراد اکٹھا ہوئے، ایک انگریزی اخبار میں خبر آئی کہ چند سو مسلمان جمع ہوئے، یہ طریقہ بہت سمجھداری سے اختیار کیا جا رہا ہے۔

ذرائع ابلاغ سے ہمارے متعلق لوگ صحیح بات نہیں سمجھ سکتے، اقتصادیات اور ذرائع ابلاغ کے ذریعہ ذہنوں کو بدل دیا گیا ہے، وہ سمجھتے ہیں کہ ہر مسلمان جیب میں چاقو رکھتا ہے، اور مسلمان کا کام یہ ہے کہ دوسروں کو ذبح کرتا ہے۔

ہمارے پاس ذرائع ابلاغ نہیں، ہم وہ لٹریچر نہیں پیدا کر پا رہے ہیں جس سے دوسروں کو سمجھا سکیں، اور اسلام کی خوبیوں کو سامنے لا سکیں، پڑوسیوں اور غیر

www.abulhasanalinadwi.org

مسلموں میں جو غلط فہمیاں ہیں، ان کو سن کر حیرت ہوتی ہے، ذرائع ابلاغ کے ذریعے غلط فہمیاں پیدا کی جاتی ہیں۔

مسلمان اپنے کو اللہ کی مرضی کی تابع بنائیں، فرشتوں نے اللہ سے کہا کہ ہم اتنا ہی جانتے ہیں جتنا آپ نے ہمیں بتایا تو اللہ تعالی نے فرمایا کہ ''ہم نہ کہتے تھے کہ ہم اپنا خلیفہ بنائیں گے اور اسے علم وشعور عطاء کریں گے''۔ اس لیے نائب کی حیثیت سے ہم دنیا میں اس طرح زندگی گزاریں جیسی اللہ چاہتا ہے، جو اصل انتظام والی ہستی چاہتی ہے، نائب اسی کی مرضی کے مطابق عمل کرتا ہے۔

اللہ انسانوں کی بھلائی چاہتا ہے ان کی فلاح اور ترقی چاہتا ہے، لیکن اس کے بتائے ہوئے طریقے اختیار کرنے کے بعد مسلمانوں نے جب اس بات کو سمجھا اور اختیار کیا تو علم سے فائدہ اٹھایا، اور بام عروج پر پہنچ گئے، اللہ چاہے گا تو مسلمان پھر ابھرے گا۔

اللہ تعالی کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک اس کو خود اپنی حالت بدلنے کی فکر نہ ہو، لوگوں میں شعور بیدار ہو رہا ہے، وہ کوشاں ہیں ملت کے لیے۔ دین کے لیے، دینداری امت کو اب تک زندہ رکھے ہوئے ہے۔ پروردگار ہم سے ناراض نہ ہو، اس کو راضی کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

www.abulhasanalinadwi.org

عالم اسلام کو قیادت کے لیے

سیاست و دعوت کے امتزاج کی ضرورت

یہ ایک حقیقت ہے کہ سیاست و دعوت جنہیں ہم مسلمان ایک امر دینی ہونے کی حیثیت سے اپنی زندگی کا اہم ترین جز وخیال کرتے ہیں۔ دونوں اپنے اندر حالات کو بدلنے کی پوری صلاحیت رکھتے ہیں باوجود یکہ دونوں کے طریقہ کار جداگانہ اور مختلف ہیں۔

اب ضرورت اس بات کی ہے کہ داعیانِ اسلام مسلمانوں کے حالات کا جائزہ لیتے ہوئے دعوت و سیاست کے اسباب و داعی کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش کریں اور ان کے نشیب و فراز پر گہری نظر رکھیں۔

یہ ہماری سخت غلطی ہوگی اگر ہم معاملہ کی تفتیش، زمانے کے تغیرات اور دعوت و سیاست کے پہلوؤں پر غائرانہ نظر رکھنے کے بجائے صرف خواہشات اور آرزوؤں کے ریگزاروں میں بھٹکتے رہتے رہیں اور حالات کے نشیب و فراز سے قطع نظر ان خواہشات کو بروئے کار لانے کے لیے۔ Sortcut راستے کی تلاش میں کوشاں و سہل ترین راستے کی جستجو میں سرگرداں رہیں۔

راستہ کتنا ہی طویل ہو اور حالات کتنے ہی نازک ہوں لیکن دعوت کے

www.abulhasanalinadwi.org

طریقہ کار کو جہد مسلسل، عمل پیہم، حکمت عملی اور حسن اخلاق کے خطوط ہی پر منظم کرنا ہوگا، لیکن جہاں تک سیاست کا تعلق ہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ بدلتے ہوئے حالات پر گہری نظر رکھی جائے، ایسی اسکیم بنائی جائے جو وقت نظر اور سلامت فکر کی حامل ہو اور جو حالات کے اتار چڑھاؤ کے ساتھ ہی اپنے طریقہ کار کو اپنانے کی صلاحیت رکھتا ہو، آپ معرکۂ جنگ میں دیکھتے ہیں کہ "الحرب خدعۃ" کے پیش نظر دیگر چیزوں کے مقابلہ میں دشمنوں کی اسکیم اور پلان پر گہری نظر رکھنی ہوتی ہے۔ اسی بنا پر ذکاوت و ذہانت اور فہم و فراست کی گہرائی سیاست کا اہم ترین عنصر سمجھا جاتا ہے اور بتقاضائے حال کبھی شبنم کی سی ٹھنڈک شدت اختیار کر لیتی ہے تو کبھی شبنم کی سی ٹھنڈک سے دشمنوں کے دل جیتنے کی کوشش کی جاتی ہے، کبھی شمشیر و سنان کے زور پر دشمنوں کو جھکنے پر مجبور کیا جاتا ہے تو کبھی صرف دفاع میں بہتری سمجھی جاتی ہے اگر بعض وقت رحمت خداوندی شامل حال نہ ہو تو انسان اپنی فطری کمزوری کی بنا پر مادیت کے تیز دھارے میں بہہ جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ سیاست میں نفسانی رجحانات اور مادی اغراض سے بچنے کے لیے فکری بیداری اور ذاتی تحفظ بہت ضروری ہے۔

اب اگر گزشتہ ادوار میں دینی کوششیں سیاست سے الگ ہو کر صرف دعوت و صبر کے طریقہ کار تک محدود رہی ہیں تو شاید اس کی وجہ یہی ہے کہ سیاست کے میدان میں کبھی کبھی انسان ذاتی مصالح اور مادی اغراض کے خاروں سے اُلجھ جاتا ہے۔ چونکہ دعوت و تبلیغ کی تنظیم جہد مسلسل، صبر پیہم، قوت برداشت اور دعا و اخلاص کے خطوط پر ہوتی ہے لہٰذا نوید قرآنی:

"إن اللّٰه اشترى من المؤمنين أنفسهم و أموالهم بان لهم الجنة"

www.abulhasanalinadwi.org

''بلاشبہ اللہ تعالے نے مسلمانوں سے ان کی جانوں کو اور ان کے مالوں کو اس بات کے عوض میں خرید لیا ہے کہ ان کو جنت ملے گی''۔

اسی طرح

" ان تکونوا تألمون فانهم یألمون کما تألمون و ترجون من الله مالا یرجون"

''اگر تم الم رسیدہ ہو تو وہ بھی الم رسیدہ ہیں جیسے تم الم رسیدہ ہو اور تم اللہ تبارک وتعالیٰ سے ایسی چیزوں کی امید رکھتے ہو کہ وہ لوگ امید نہیں رکھتے''

کے پیش نظر اگر منزل مقصود تک رسائی ہوتی ہے تو فبہا ورنہ اجر وثواب کی عطر بیزی سے استفادہ تو یقینی ہے۔

یہی وہ موڑ ہے جہاں دعوت وسیاست کا حسین امتزاج نظر آتا ہے اور یہ اسلام کا اعجاز ہے کہ تاریخ انسانی میں پہلی بار اسلام نے دعوت وسیاست کو میدان عمل کے گلدان میں سجا کر دنیا والوں کے سامنے ایک حسین گلدستہ پیش کیا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ سیاست ودعوت کا امتزاج تاریخ انسانی میں پہلی بار ہوا جو ایک طرح سے نہایت دشوار ہے۔ کیونکہ سیاست کی بنیاد صرف حصول منفعت پر ہے اور دعوت کی بنیاد حصول منفعت سے قطع نظر صرف اخلاص پر ہے اسی وجہ سے اسلام میں سیاست ودعوت کو جدا نہیں کیا گیا تاریخ بتاتی ہے کہ کئی مرتبہ دانشوران سیاست و رہبران دعوت ایک پلیٹ فارم پر جمع ہوئے ہیں۔

رہبر عالم صلی اللہ علیہ وسلم خوب جانتے تھے کہ منافقین جو جاں نثارانِ اسلام اور فدا کارانِ دین کے مال میں حصہ بٹاتے ہیں وہ اسلامی معاشرے کے

www.abulhasanalinadwi.org

تناور درخت کی جڑوں کو کھوکھلی اور اسلام کے قلعہ کو زمین بوس کرنے کی ناپاک کوشش کررہے ہیں لیکن اس کے باوجود آپ نے اصولاً کوئی انتقامی کاروائی نہیں فرمائی، آخر کیوں؟ اس لیے کہ وہ لوگ آپ کے اعزا میں تھے یا آپ کے احباب تھے؟ نہیں بلکہ دعوت اسلامی کا اس وقت یہی تقاضا تھا کہ آپ اس وقت ان کے خلاف کوئی کاروائی نہ فرماتے۔ اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ میں جو صلح فرمائی جب کہ سیاست کا تقاضا تو یہ تھا کہ مسلمان اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے بڑھے چلے جاتے چنانچہ اس وقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اقدام سے روکنے پر ان کے روحانی جذبات کو سخت ترین دھکا لگا لیکن چونکہ اسلام میں سیاسی مصالح دعوتی مصلحت کے دست نگر ہیں اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی ڈھارس بندھائی اور انہیں قبول صلح پر آمادہ کرلیا۔ یہیں پر یہ حقیقت سوالیہ نشان بن کر سامنے آتی ہے کہ جب سیاست و دعوت کے مابین اتحاد ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ دونوں کے مصالح میں بھی ہم آہنگی پیدا نہ کی جائے؟

آج اس کی سخت ضرورت ہے کہ مسلمانان عالم اسلام دشمن کے لیے ہمہ گیر اور مکمل طور پر اس طریقہ کو اختیار کریں، جس طرح کہ آج سے پہلے نبی کریم ﷺ داعیان اسلام اور مجاہدین عظام نے اپنایا تھا وہ سیاست و دعوت دونوں اصول کے جامع تھے درحقیقت دعوت و سیاست کے اصول کا نظم ایسا ہی ہے کہ اگر اسلامی معاشرے کی تنظیم انہی اصولوں پر کی جائے تو یہ کہنا قطعاً غلط نہ ہوگا کہ یہ عین دین ہے، کیونکہ معاشرے کے لیے اس میں ایسی ہم آہنگی ہے کہ جس کی ظاہری ہار میں بھی جیت کا پہلو نمایاں ہے۔ اس لیے کہ ہر عمل اللہ اور اس کے رسول کے لیے ایثار و اخلاص ہی پر مبنی ہوتا ہے۔

لیکن افسوس کا مقام ہے کہ آج مسلمانان عالم اسوۂ رسول کو چھوڑ کر اپنی

www.abulhasanalinadwi.org

تمام تر کوششوں کو تنظیم مغرب کے اصول کی بنیاد پر کرنا چاہتی ہے حالانکہ وہ خوب جانتے ہیں کہ مغرب کے ناقص اصول نے مذہب کو سیاست سے الگ نکال پھینکا ہے ان کے نزدیک تو مکر وفریب غداری و دھوکہ دہی، بہانے بازی وحیلہ اور کمائی کے ذرائع تک ہر ممکن کوشش کرنے اور حالات کے مطابق منصوبے کا نام سیاست ہے، انہیں اس سے مطلب نہیں بھلائی اور خیر ان سے کوسوں دور ہو جاتے ہیں، ان کی مثال بالکل اسی طرح ہے جیسے کہ ایک شخص اکتساب مال کرنا چاہتا ہے اگر وہ معروف طریقہ سے اس کو حاصل ہو جاتا ہے تو ٹھیک ورنہ وہ چوری رشوت، لوٹ مار اور ڈاکہ زنی کے ذریعہ مال و دولت جمع کرتا ہے۔

یہی یورپ کی سیاست ہے جسے ہمارے ملک اور ہمارے عوام نے ایک قیمتی تحفہ سمجھ کر قبول کیا ہے لیکن یہ مسئلہ اس وقت بہت ہی بھیانک روپ اختیار کرلے گا جب کہ یہ ہماری دینی اور دعوتی کوشش میں دخل انداز ہوگا۔!!

www.abulhasanalinadwi.org

مسلمانوں کے تنزل سے دنیا کو کیا نقصان پہنچا؟

دنیا کی تاریخ یہ بتاتی ہے کہ اگر پروردگار عالم کا ڈر نہ ہو اور آخرت میں جزاء وسزا کا تصور نہ ہو تو انسان اپنے نفس کا بندہ اور زندگی کے ہر معاملہ کو صرف اپنے دنیاوی مفادات کے پس منظر میں دیکھنے والا بن جاتا ہے۔ اور یہ بات بعض وقت اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ اس کے خاطر دوسروں کے ساتھ حق تلفی بلکہ ظلم وچیرہ دستی کرنے سے بھی باز نہیں آتا، یہ بات قوموں کی زندگی میں بھی پائی جاتی ہے، اور افراد کی زندگی میں بھی نمایاں طور پر دیکھی جاسکتی ہے۔

تاریخ انسانی میں خوف خدا اور خوف آخرت سے عاری معاشروں میں اس سلسلہ کے بڑے افسوسناک واقعات، ظالمانہ رویے برابر واقع ہوتے رہتے ہیں، قرآن مجید میں ایسے معاشرہ کا جہاں جہاں تذکرہ آیا ہے وہاں ان کے ظالمانہ طور وطریق کو واضح کیا گیا ہے، اور ان کے بگاڑ کے تذکرہ کے ساتھ اس کی بنیادی وجہ خدائے واحد کی تابعداری سے ان کی برگشتگی ظاہر کی گئی ہے۔

فراعنۂ مصر نے اپنے انتقال کرنے والے بادشاہوں کے پہاڑ جیسے مقبرے بنانے کے لیے اپنے عوام کے ساتھ کس قدر ظالمانہ طریقہ سے سلوک کیا

www.abulhasanalinadwi.org

اوراس کی بناپر ظلم وزیادتی کے ذریعہ اپنی عظمت کے نشانات قائم کرنے کی مثالیں پیش کیں، پھراپنے دنیوی فائدوں کے لیے اپنی ماتحت اقلیتی قوم بنی اسرائیل کی شریف زادیوں کواپنی کنیزیں بنائیں تاکہ ان سے بے محابا خدمت لیں اور فائدہ اٹھائیں،اوران کے بچوں کوعمومی طور پر تہ تیغ کرنے کا طریقہ اختیار کیا، کہ وہ بڑے ہوکر مقابلہ پر نہ آسکیں،قرآن مجیداس کا ذکراس طرح کرتا ہے:

يُذَبِّحُ اَبْنَاءَ هُمْ وَيَسْتَحِي نِسَاءَ هُمْ

''ان کے لڑکوں کوذبح کرتا تھااورلڑکیوں کوزندہ رکھتا تھا''

دوسری طرف قوم عاد وثمود اور عمالقہ اپنی طاقت اور زوردستی کا مظاہرہ کرتے پھرتے تھے۔جس کوقرآن مجید میں یوں بیان کیا گیا ہے:

أتبنون بكل ريع آية تعبثون، وتتخذون مصانع لعلكم تخلدون، واذا بطشتم بطشتم جبارين

''کہ ہرجگہ پرتم کوئی شاندار یادگارتعمیر کرتے ہواور جس کسی پرتم طاقت کا استعمال کرتے ہوتو بڑے جبار اور قہار بن کر طاقت کا استعمال کرتے ہو۔''

قرآن مجید نے ان قوموں کا ذکر غالباً اس لے کیا کہ آئندہ آنے والے لوگ سمجھیں کہ آئندہ بھی خدائے واحد سے برگشتہ اورآخرت فراموش قوموں کا بھی یہی وطیرہ بن سکتا ہے۔لہٰذالوگ اس کو سمجھیں اوراپنے کو باطل پسندی اورنفس پرستی سے ہٹا کرخدائے واحد کی مقررکردہ راہ مستقیم پرگامزن کریں۔ورنہ وہ عذاب الٰہی کا شکارہوں گے۔

قرآن مجید میں قوموں کے ساتھ ساتھ افراد میں اس طرح کے رویہ کی مثالیں بھی بیان کی گئی ہیں، جوزیادہ تر بنی اسرائیل کے افراد کی ہیں جب ان کا

www.abulhasanalinadwi.org

شروع کا اچھا زمانہ گزر جانے کے بعد ان کے بہت سے لوگ نفس پرستی اور دنیا طلبی میں مبتلا ہونے لگے اور بد دیانتی اور خود غرضی اور ناانصافی کے مرتکب ہوئے جو کہ دنیا سے ان کی نفس پرستانہ محبت والفت کی وجہ سے اور خواہش نفس کی تابعداری میں ہوا۔ قرآن مجید میں یہ سب باتیں محض تاریخ بتانے کے لیے نہیں دی گئیں بلکہ یہ اس لیے بیان کی گئیں کہ آنے والی قومیں اور ان کے افراد سبق لیں اور اپنی زندگیوں کو صحیح رخ دیں، اور وہ صحیح رخ پروردگار عالم کی ناراضی کے ڈر اور آخرت میں جزاء و سزا کے تصور سے جڑا ہوا ہے۔

قرآن مجید میں صاف صاف بتایا گیا ہے کہ جب انسانی معاشرے میں خرابیاں بہت عام اور بھیانک حد تک پہنچ جاتی ہیں تو پورا معاشرہ غضب الٰہی کا شکار ہوتا ہے۔ اور بعض وقت اس کا اثر پورے معاشرے کی مکمل تباہی کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے لیکن افسوس کی بات ہے کہ انسان عموماً اپنی طاقت و دولت کے نشے میں ان حقائق سے چشم پوشی کر لیتا ہے جس کا خراب انجام اس کو بعد میں جھیلنا پڑتا ہے۔

قرآن مجید نے بہت سے واقعات اسی سلسلہ کے بیان کیے ہیں، اور ان کا مقصد خدائے واحد پر ایمان رکھنے والوں کو توجہ دلانا ہے، ان میں سے بعض واقعات برسر اقتدار نسل کے ماتحت نسلوں کو دبانے اور نظر انداز کرنے کے ہیں، بعض واقعات اصحاب اقتدار کی طرف سے اپنی رعیت کے ساتھ ظلم و حق تلفی اور استحصال کرنے کی صورت میں سامنے آتے ہیں اور بعض واقعات اہل ثروت و عظمت لوگوں کی طرف سے اپنی بے جا شان و عظمت کا مظاہر کرنے اور دوسروں کو اس کی خاطر پامال کرنے کے ہوتے ہیں، بعض واقعات معاشرہ میں کرپشن کے عام ہو جانے اور اپنی بیہودگی پر جرأت کے ساتھ عمل کرنے کے ہیں اور بعض واقعات بد معاملگی اور کاروبار میں دھوکہ دہی کرنے اور ڈنڈی مارنے کے عمل عام ہو جانے

www.abulhasanalinadwi.org

کے ہیں، ایسی قوموں کے سلسلہ میں جن میں مذکورہ بالا واقعات عام ہوئے اور ان کو سمجھانے والوں نے بہت بہت سمجھایا لیکن وہ اپنے میں تبدیلی نہیں لائے، بالآخر کوئی ایسی مصیبت ان پر ڈالی گئی کہ پوری پوری نسل تباہ ہوگئی۔ کہیں زلزلہ سے، کہیں طوفان سے، کہیں کسی اور آسمانی اور زمینی آفت سے تباہی آئی، اور خدا کے حکموں کو پامال کرنے اور تکبر اور بیجا زور دستی اور زیادتی اختیار کرنے پر سزا دی گئی۔

آج کی دنیا میں ایسی ساری خرابیاں موجود ہیں، اور بڑھتی جا رہی ہیں۔ ان کے دور کرنے اور ان سے بچنے کی فکر کرنی مفقود ہے۔ انسانی معاشرہ کرپٹ ہوتا جا رہا ہے اظہار شان وشوکت کے لیے شاندار عمارتیں، مالی منفعت کے لیے غریبوں سے استحصال کے ادارے حصول اقتدار کے لیے ہر طرح کا توڑ جوڑ طاقت وعظمت کے جھوٹے مظاہر کے اقتدار کے بل پر دوسروں کو دبانے اور ان کی کمزوری سے فائدہ اٹھانے کے طریقے کاروبار ولین دین میں چالاکی اور دھوکہ دہی مذہبی یا نسلی بنیاد پر جور وظلم وحق تلفی وہ کون کون سی ایسی باتیں ہیں جو اس وقت کے انسانی معاشرے میں عام نہیں تھیں عام ہوتی جا رہی ہیں، لیکن باوجود عہد حاضر کے جمہوریت اور مساوات کے دعووں اور نعروں کے اور آزادئ رائے اور حریت انسانی کے اعلانات کے اکثر جگہوں پر جبر واستحصال اور حق تلفی اور کمزور کو کمزور بنائے رکھنے کا سلسلہ جاری ہے، اور بعض بعض جگہوں پر تو ظلم وتعدی کی ماقبل تاریخ کی مثالیں تازہ کردی گئی ہیں، جن کی گواہی سائبریا میں جلاوطن کیے جانے والے افراد کے حالات اور جنوبی یورپ کے اقلیتی آبادیوں کے ساتھ سفاکی برتنے اور فلسطینیوں کے ساتھ حق تلفی اور ظلم کے واقعات سے ملتی ہے۔ دنیا کے کئی متمدن ترین اور آزادی وجمہوریت کے دعویدار ملکوں میں گورے اور کالے کے درمیان ظالمانہ امتیاز کی مثالیں ابھی ذہنوں میں تازہ ہیں۔ یہ تو اجتماعی دائرے کے حالات ہیں ان

www.abulhasanalinadwi.org

کے ساتھ ساتھ انفرادی زندگی کے دائرے میں خودغرضی، بوالہوسی، چیرہ دستی اور بداعمالی کے حالات دنیا کے اکثر خطوں میں کھلے طریقے سے دیکھے جاسکتے ہیں اور اس سب پر مستزاد یہ کہ خوف خدا کا فقدان اور آخرت کی جزاء وسزا سے مکمل بے نیازی صورت حال کو اور زیادہ خراب اور قابل مواخذہ بنا رہی ہے۔ ایسی صورت میں غضب الٰہی کا کسی وقت آجانا کوئی تعجب کی بات نہیں اس سلسلہ میں مسلمانوں کو بھی توجہ کی ضرورت ہے کہ ان میں بھی ان میں سے متعدد خرابیاں کھلے طریقہ سے دیکھی جاسکتی ہیں یہ سب بہت ڈرنے کی اور خطرہ محسوس کرنے کی باتیں ہیں، پروردگار عالم یہ سب دیکھتا ہے اور ان باتوں کو جو ظلم وجبر اور خدائے واحد کے احکامات سے روگردانی اور آخرت کی جزاء وسزا سے بے پرواہی کی صورت میں ظاہر ہوتی جاتی ہیں سخت ناپسند کرتا ہے، لیکن اس کی طرف سے مہلت اور اصلاح کر لینے کا موقع دینے کا معاملہ ہے تاکہ خطا کار لوگ مہلت سے فائدہ اٹھا کر اپنے کو درست کریں لیکن وہ اگر مہلت سے نہ فائدہ اٹھائیں اور نہ سمجھانے سے مانیں اور اپنی اصلاح نہ کریں تو ان کے لیے پھر پکڑ اور عذاب ہے۔

اولاً رہبران اخلاق ومذہب کی ذمہ داری ہے کہ خدا کا خوف دلائیں اور آخرت کی فکر سے ڈرائیں اور حالات کو بہتر بنانے کی طرف توجہ دلائیں۔ قائدین ملک کی ذمہ داری ہے کہ بگڑے ہوئے حالات کو درست کرنے کی کوشش کریں، اور ایسی زندگی استوار کرنے کی طرف توجہ کریں جس میں امن ہو آپسی رواداری اور ہمدردی ہو، انسانیت کی قدروں کی پاسداری ہو، اور اپنے رب واحد کے احکام کی تابعداری ہو، تاکہ ملک وملت چین وراحت امن وخوشحالی سے زیادہ سے زیادہ متمتع ہو اور صحیح انسانی معاشرہ قائم ہوسکے۔

www.abulhasanalinadwi.org

ملی اتحاد کی اہمیت

مسلمانوں کو دوسری قوموں پر بجا طور پر فخر کا حق ہے کہ ان میں باہمی تعلق و ہمدردی، آپسی ربط و اخوت، وحدت کا رجحان ملی اتحاد کا جذبہ دوسروں سے زیادہ اور قوی ہے لیکن معیاری سطح سے وہ دور اور وحدت و اتفاق کے فریضہ کی مکمل پابندی میں بہت کوتاہ ہیں، اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جس اخوت و بھائی چارگی اور آپسی محبت و ہمدردی کا جو حکم دیا ہے اس کا تقاضہ تو یہ تھا کہ پورا مسلم معاشرہ اس طرح متحد و متفق ہو جائے کہ اس میں اختلاف و انتشار کا نشان باقی نہ رہے۔ یہاں تک کہ اگر مشرق و مغرب کے کسی بھی چپہ پر کوئی ناگہانی واقعہ یا حادثہ رونما ہو تو اس کی آہ و کراہ عالم اسلام کے دوسرے کونے میں بآسانی سنی جا سکے جس سے نہ صرف یہ کہ ان کے قلب و جگر اور احساس و شعور متاثر ہو بلکہ وہ اس سے اپنی پوری دلچسپی و توجہ کا اظہار کریں تب ہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان مبارک کے صحیح مصداق قرار پائیں گے کہ "ایک مومن دوسرے مومن کے لیے اس طرح ہے جیسے کوئی مضبوط عمارت ہو کہ اس کے حصے بام ایک دوسرے سے جڑے ہوئے مضبوط وحدت ہیں، اور یہ کہ وہ ایک جسم انسانی کی طرح ہیں کہ اس کے کسی عضو کو تکلیف ہوتی ہے تو جسم کے سارے اعضاء اس کے احساس و تکلیف میں بخار و بے خوابی میں شریک ہوتے ہیں۔

www.abulhasanalinadwi.org

لیکن افسوس کہ اس وقت مسلمان اس سلسلہ میں سخت کوتاہی کا شکار ہورہے ہیں، ماضی میں بھی ان سے اس سلسلہ میں کوتاہی ہوئی تھی، اگر ماضی میں ان سے اس طرح کوتاہی سرزد نہ ہوئی ہوتی تو اندلس سے ان کی جلاوطنی کا وہ اندوہناک حادثہ پیش نہ آتا جو ان کی شاندار اور پرعظمت تاریخ رہنے اور یورپ میں ان کے رعب ودبدبہ قائم ہونے اور صدیوں باقی رہنے کے باوجود پیش آیا۔

حکومت اندلس کے آخری ایام میں مسلم معاشرہ جس زوال کا شکار ہوا، آج متعدد ممالک میں مسلمانوں کی صورت حال اس سے کچھ زیادہ مختلف نہیں ہے، ان پر چاروں طرف سے دشمنان اسلام کی یلغار ہے وہ ان کی اسلامی شان وشوکت کا خاتمہ کرنے اور ان کے اسلامی تشخصات وامتیازات کو مٹانے کے درپے ہیں، جس سے ان کا مقصد صرف یہ ہے کہ مسلمان اپنی تہذیب وتمدن، کلچر وثقافت، حتی کہ اپنے افکار ونظریات تک سے دستبردار ہو جائیں اور اپنا وطن چھوڑ کر کہیں اور جا بسیں یا پھر ظلم وتشدد کا نشانہ بن کر اور مخالفانہ کارروائیوں اور جبر وزیادتی کے اثر سے اپنا تشخص کھودیں اور ان کا وجود بحیثیت ایک ملت کے ختم ہو جائے۔

دشمنان اسلام اس ناپاک مقصد کی تکمیل کے لیے مدتوں سے کوشاں ہیں، لیکن اسلام کا (جو اللہ تعالی کا دائمی اور ابدی دین ہے) یہ ایک معجزہ ہے کہ اسلامی روح اور جذبۂ ایمانی مسلمانوں کے دلوں میں برابر جاگزیں رہا ہے اس نے ان کو کسی بھی ظلم وتشدد کے آگے سر تسلیم خم نہ کرنے دیا، بلکہ اللہ تعالی کی نصرت وتائید کی امید میں ان روح فرسا مظالم کے آگے صبر واستقامت کا انھوں نے بڑا ثبوت دیا اور جیسے ہی ظلم وتشدد کے شعلے ٹھنڈے پڑے فوراً ہی ان میں روح ایمانی کی خوابیدہ چنگاری بھڑک اٹھی، چنانچہ سوویت ممالک میں مسلم جمہوریائیں اس کا بین ثبوت ہیں کہ وہاں کچھ نہ کچھ مسلمان اپنے مذہب کے حقیقی وفادار اور اسلام کے سچے مخلص

www.abulhasanalinadwi.org

بنے رہے اور نہ صرف یہ کہ اللہ تعالیٰ کے احکام واوامر اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت پر عمل پیرا رہے بلکہ خفیہ طور سے اس امانت کو اپنے سینوں سے لگائے رہے، اس پر مزید یہ کہ چیچنیائی اور بوسنیائی مسلمانوں نے بھی پوری جوانمردی اور شجاعت اور بہادری کا ثبوت دیا اور اپنے دشمنوں کے سامنے ڈٹے رہے، اگر برادران اسلام نے ان کا تعاون کیا ہوتا اور ان کے دکھ درد کو محسوس کرنے میں ان کے برابر کے شریک رہے ہوتے اور حتی المقدور ان کے استحکام کی کوشش کرتے رہتے تو اس سے نہ صرف یہ کہ ان کی طاقت وہمت اور ثابت قدمی واولوالعزمی میں اضافہ ہوتا اس طرح وہ جن خطرات میں گھرے ہوئے ہیں ان کا وہ پوری جوانمردی و جانبازی کے ساتھ مقابلہ کرتے رہیں گے۔ اور اپنے اس عظیم کردار سے اسلام اور مسلمانوں کے لیے ایک مضبوط اور آہنی قلعہ ثابت ہوں گے۔

بلاشبہ مسلمانوں نے ایک حد تک اس ذمہ داری کو نبھایا اور دنیا بھر میں پھیلی ہوئی مسلم برادریوں نے اتحاد واتفاق کا ایسا مظاہرہ کیا جس سے مسلمانوں کے مسائل ومشکلات کو حل کرنے میں خاصی مدد ملی اور اس کے بہت اچھے اثرات مرتب ہوئے اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے کہ فلسطینی وافغانی، صومالی، فلپائنی مسلمانوں کے اتحاد واتفاق ہی کے نتیجہ میں ان میں مصائب ومشکلات کا مقابلہ کرنے اور سختیاں برداشت کرنے کی جرأت وہمت پیدا ہوئی۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کے استحکام وثابت قدمی کی راہ میں عربوں نے ایک بے نظیر کارنامہ اور قابل قدر ولائق تعریف خدمات انجام دی ہیں اور انہیں کے دم سے بہت سے مظلوم ومقہور اور اپنے حقوق سے محروم طبقوں کو دشمنوں کے زبردست حملوں کے باوجود اپنے حقوق کی حفاظت اور اپنے اسلامی تشخص وامتیاز پر قائم رہنے کا حوصلہ پیدا ہوا۔

www.abulhasanalinadwi.org

انہیں تمام کوششوں کا نتیجہ ہے کہ اس وقت تمام مسلم طبقوں میں اور خصوصاً تعلیم یافتہ حلقوں میں اسلامی بیداری کی ایک لہر دوڑنا شروع ہوگئی جس کی وجہ سے وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو اپنے لیے حرز جاں تصور کرنے لگے ہیں، اور اس سے رشد و ہدایت کی روشنی اسی طرح حاصل کرنے لگے ہیں جس طرح ان دینی پیشواؤں اور مسلم مفکرین و مصلحین سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں جو اسلامی جذبات واحساسات کو بیدار کرنے اور دینی و روحانی غذا فراہم کرنے کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

مغرب اپنے اسلام دشمن وکینہ پرور شاگردوں کے ذریعہ اسلامی وقار کو مجروح کرنے کے لیے جو کوشش کر رہا ہے اس کے نتیجہ میں تعلیم یافتہ نوجوانوں میں ایک پر اثر ردعمل کا اظہار ہو رہا ہے، فرزندان اسلام کا یہ آپسی تعاون ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی وحسن سلوک یقیناً اسلامی بیداری کے لیے مزید تقویت کا باعث ہوگا اور ان کا یہ ربط و تعلق اور باہمی نصرت وامداد کا دائرہ جتنا وسیع و مضبوط تر ہوگا، اتنے ہی بہتر اور خوشگوار ثمرات ونتائج پورے عالم اسلام پر مرتب ہوں گے۔

یہ حقیقت کسی سے پوشیدہ نہیں ہے کہ آج مسلمان سامراجی ظلم وستم کی چکی میں پس رہے ہیں، ان دشمنوں کا اصل مقصد مسلمانوں کو تباہ و برباد کرنا نہیں بلکہ مذہب اسلام اور اسلامی تشخصات وامتیازات کو مٹانا ہے یہی عصر حاضر کا سب سے بڑا خطرہ اور چیلنج ہے جس کا مقابلہ کرنا وقت کا سب سے اہم اور اولین فریضہ ہے، اس فریضہ کو انجام دینے کے دو ہی طریقے ہیں، پہلا طریقہ تو یہ ہے کہ دشمنوں کے ذہنی وفکری غلبہ وتسلط کا مقابلہ مادی وسائل وذرائع سے کیا جائے اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے دلوں میں اسلام کی اساسی و بنیادی تعلیمات کو اس طرح جاگزیں کیا جائے کہ ان میں اسلام کی عطا کردہ تہذیب وتمدن، افکار ونظریات پر فخر

www.abulhasanalinadwi.org

کرنے کا جذبہ اس حد تک کارفرما ہو جائے کہ مسلم تعلیم یافتہ طبقہ دشمنان اسلام کی طرف سے ہونے والے ذہنی وفکری حملوں کو روکنے اور اس کا مقابلہ کرنے کے لیے انہیں ٹھوس اور مضبوط بنیادوں پر محاذ آرا ہو۔

ایک لمحہ کے لیے بھی ہمیں یہ حقیقت فراموش نہ کرنا چاہئے کہ دشمنان اسلام اور شر پسند طاقتوں کی تعداد مسلم طاقتوں سے کہیں زیادہ ہے لہٰذا اب اگر مسلمانوں نے حکمت عملی اور سمجھوتے کے ساتھ اپنی کوششوں کو آگے نہ بڑھایا تو پھر جن خطرات میں گھرے ہوئے ہیں اس سے چھٹکارا نہ حاصل کر سکیں گے۔

www.abulhasanalinadwi.org

نئے جذبہ وہمت اور قربانی کی ضرورت

اب سے ۲۵ رسال قبل جب پندرہویں صدی ہجری کا آغاز ہونے جارہا تھا دنیا میں مسلمانوں کی اہمیت اور تعداد کو بڑھتے ہوئے دیکھ کر متعدد دانشوروں نے یہ اظہار خیال کیا تھا کہ نئی صدی اسلامی صدی ہوگی یعنی اس میں اسلام کا خاص طور پر فروغ ہوگا اور مسلمانوں کی عزت وعظمت میں خصوصی اضافہ ہوگا۔ اس وقت کے حالات کو دیکھ کر کسی قدر اس بات کا اندازہ بھی ہوتا تھا کیونکہ اسلام کا تعارف کرانے والے اور ذرائع ابلاغ کے ذریعہ دعوتی کام کرنے والے جو اثر ڈال رہے تھے، اور اس کے نتیجہ میں جگہ جگہ اسلام کو لبیک کہنے کے واقعات پیش آرہے تھے، اور غیر مسلموں میں بھی تلاش حق کا جذبہ رکھنے والے ایسے متعدد افراد علم میں آرہے تھے جو اسلام کو سمجھنا چاہتے تھے، اور اسلام کے متعلق انھوں نے جو کچھ سنا تھا اس کی بنا پر وہ اسلام کے بارے میں اپنے حسن ظن کا وقتاً فوقتاً اظہار کرتے تھے دوسری طرف دنیا میں مسلمانوں کی تعداد ایک ارب سے متجاوز ہورہی تھی جو دنیا کی کل آبادی کی چوتھائی بنتی تھی، نیز مسلمان آزاد ملکوں کی تعداد بھی متحدہ اقوام کے کل ارکان ملکوں میں ایک چوتھائی تھی اور ان کو بڑھتی اور ابھرتی ہوئی قوم کی حیثیت سے دیکھا جانے لگا تھا۔

لیکن دوسری طرف بین الاقوامی سیاسی برادری میں اس کیفیت کو مسلمانوں

www.abulhasanalinadwi.org

کے پرشوکت وعظمت ماضی کے پس منظر میں دیکھنے کا رجحان پیدا ہونے لگا، اور اس کو اسلام کی ایسی احیائیت سمجھا جانے لگا جو دنیا کی لامذہبی تہذیب وتمدن کو چیلنج کرنے والی اور دنیا کے ملحدانہ ونفس پرستانہ رجحان کے لیے خطرہ بننے والی ہے۔ اور یورپ کی قوموں نے اسلامیت کے بڑھتے ہوئے رجحان کو ایک خطرناک رجحان کی حیثیت سے دیکھنا شروع کردیا، اس کا یہ اثر ہوا کہ چند برسوں کے اندر جگہ جگہ اسلامیت کے رجحان پر قدغن لگائے جانے لگے اور اسلام کے حامیوں اور اس پر عمل کرنے والوں کو شک کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا اور دنیا کی بڑی طاقتوں نے تو اس کے روک کے لیے خاطر خواہ انتظامات شروع کردیئے، اور اسلامی قدروں اور آداب کی معمولی سے معمولی پابندی کو خطرہ کی نظر سے دیکھنا شروع کردیا اور یہ بات اتنی بڑھی کہ متعدد مغربی حکومتوں نے اپنے زیر اثر مسلمان ممالک میں اسلامیت سے تعلق کے اظہار کو قابل گرفت عمل بنادیا۔ چنانچہ ان کے اثر سے اس رجحان کو روکنے کے لیے سیاسی وحکومتی دباؤ اور ذرائع ابلاغ کا اثر استعمال کیا جانے لگا۔ اور نوبت بعض ملکوں میں یہاں تک پہنچی کہ نمازوں کی باجماعت پابندی اور داڑھی رکھنے کا عمل بھی شک کی نظر سے دیکھا جانے لگا، اور عورت کا سر کو رومال سے ڈھکنا قابل سزا جرم سمجھا جانے لگا، غیر مسلمان ملکوں میں فرانس اور مسلمان ملکوں میں ترکی میں خاص طور پر اسی پر عمل کیا جارہا ہے۔

متعدد ملکوں میں اسلامی تعلیمات کا ذکر کرنا اور ان پر عمل کی دعوت دینا رجعت اور دہشت گردی کی علامت قرار دیا جاتا ہے، اور وقتاً فوقتاً اس جرم میں پکڑ دھکڑ بھی ہونے لگی ہے، چنانچہ متعدد ملکوں میں ہزاروں ہزار افراد اس پریشانی میں مبتلا ہیں۔

اس سب کے نتیجہ میں اس صدی کی پہلی چوتھائی میں ہی یہ صورت حال

www.abulhasanalinadwi.org

بن گئی..... کہ اس صدی کو اسلامی صدی قرار دینا محل نظر معلوم ہونے لگا ہے۔

اس صدی سے قبل غیر مسلم ملکوں میں بھی اسلامی طور وطریق کو نشانہ بنا کر کارروائی نہیں ہوئی تھی اور اب غیر مسلم ملک تو بڑی چیز ہیں بعض اسلامی ملکوں میں بھی اسلام کی کھل کر وکالت قابل مواخذہ جرم سمجھا جانے لگا۔

لیکن اس سب کے باوجود خوش آئندہ بات یہ ہے کہ پہلے اسلامی حمیت اور دین کا شوق صرف بڑی عمر کے مسلمانوں میں پایا جاتا تھا اور نوجوان نسل اپنے کو اس سے الگ رکھتی تھی، اور اپنی عمر کے تقاضہ کے مطابق ہی دلچسپی رکھتی تھی اب یہ ایک بات پیدا ہوئی ہے کہ اسلام اور اسلامیت کی حمیت نوجوان نسل کے لوگوں میں بھی خاصی نظر آرہی ہے، بلکہ ان کی عمر کے تقاضہ کے مطابق جوش وہمت اور قربانی کے جذبات کے ساتھ ان میں یہ رجحان بڑھ رہا ہے اس لیے جہاں جہاں اسلامیت کو دبانے اور روکنے کا طریقہ اختیار کیا جاتا ہے وہاں ایک مقابلہ اور ٹکراؤ کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے جو کہ زندگی کا ایک فطری عمل ہے اور زندگی کے باعزت بقا کے لیے اور حق بات کو اس کا حق دلانے کے لیے ضروری ہے۔

اسلام کے آغاز کی تاریخ دیکھی جائے تو صاف نظر آتا ہے کہ اس کی دعوت وحمایت کے لیے جذبہ وہمت وقربانی میں نوجوانوں کا عنصر پیش پیش تھا۔

اور ایسے معاملات میں اسلام کا طریقہ ہر مذہب اور ہر دعوت سے مختلف رہا ہے، رسول اسلام محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے داعیوں کو یہ سکھایا ہے کہ اپنی بات زور دستی اور جبر سے نہیں بلکہ ہمدردی، خیر خواہی اور محبت سے پیش کریں، اور اس راہ میں اگر ان کے ساتھ سختی ہو تو اس کو آخرت میں حصول اجر کی خاطر گوارہ کریں، اور انصاف وحق پرستی کے ساتھ سختی کا مقابلہ کریں۔

یہی وجہ ہے کہ ان ساری کوششوں کے باوجود جو اسلامی رجحان اور مقام کو

www.abulhasanalinadwi.org

دبانے اور کچلنے کے لیے دنیا کے مختلف خطوں میں کی جارہی ہیں اسلام کی دعوت پھیل رہی ہے اور لوگ اس کو سمجھنا چاہتے ہیں اور اس کو جستہ جستہ قبول بھی کرتے ہیں، یہ بہت خوش آئند بات ہے لیکن اسی کے ساتھ ساتھ یہ سمجھنے کی بھی بات ہے کہ اپنے رب کے حکم کی تعمیل میں تکلیف اٹھانا اور تکلیف کے باوجود حق کا پیغام صبر و رضا کے ساتھ پہنچانا اسلام کی قوت و ترقی کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔

اسلام کو اس سے ہمیشہ ترقی ہوئی ہے اور آئندہ بھی اسی کا اندازہ اور توقع ہے اور کچھ مستبعد نہیں ہے کہ یہ صدی اسلامی صدی کہلائے۔

www.abulhasanalinadwi.org

امت مسلمہ کی گمشدہ طاقت

پچھلے پچاس برسوں میں امت اسلامی نے اپنی نفسیاتی اور انسانی طاقت کا ایک ایسا جز گنوایا ہے جو ان کے ماضی کی تاریخ کے تمام ادوار میں ان کے پاس محفوظ رہا تھا ان کی طاقت کا یہی جز، ان کی عظیم طاقت کی بنیاد اور کلید تھی جس کے ذریعے وہ ہر باہری حملہ کا مقابلہ کرتی تھی اور اسی طاقت کی کارفرمائی تھی کہ مسلمان اپنی امت اور اپنے عقیدے کی بنا پر خارجی طاقت اور فوجی مشن کے مقابلے میں کوہ گراں ثابت ہوتے تھے، یہ طاقت اتنی زبردست تھی کہ جب سے اسلام کا آفتاب عالم تاب اس عالم وجود اور اس کائنات میں طلوع ہوا اس وقت سے لے کر آج تک دشمن اور اغیار خوف کھاتے رہے ہیں اور ہمیشہ اس طاقت کی طرف سے خطرہ محسوس کرتے رہے ہیں۔ مسلمانوں نے اسی طاقت کی بدولت خیر و بھلائی جاہ وعزت، شان وشوکت، قوت ودبدبہ اور وقار واحترام حاصل کیا، اور لوگوں کے دلوں میں گھر کر گئے۔

یہ بیش بہا اور عظیم طاقت جسے مسلمانوں نے کھو دیا وہ ہے اسلامی اقدار پر مضبوط اور غیر متزلزل ایمان ویقین اور اسلام کے بھیجنے والے اور لانے والے یعنی خدا اور رسول سے مخلصانہ محبت اور وفاداری، تاریخ کے صفحات گواہ ہیں کہ مسلمانوں کا ظہور اسلام کے وقت سے ہی محبت کے ان دونوں مرکزوں سے قلبی تعلق اور دلی

www.abulhasanalinadwi.org

ربط رہا ہے اور اسی طاقت نے ان کے اندر ایسا جذبہ اور قلبی ربط پیدا کیا کہ وہ جس قدر بھی اسلام کے اوامر کی تعمیل سے دور ہوئے ہوں، اس کے احکام پر عمل میں کوتاہی کے مرتکب ہوئے ہوں اور اس کے تقاضے پورا کرنے میں سستی و کاہلی میں مبتلا ہوئے ہوں لیکن کسی بھی حال میں ان کا رشتہ اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور اس کے دین اسلام سے کمزور نہیں ہونے پایا، چنانچہ اللہ اور اس کے رسول کی محبت جوان کے دلوں میں پائی جاتی ہے یہی وہ چیز تھی جس کو سب سے آخر میں زوال آسکتا تھا، اور یہی ان کی وہ خصوصیت اور خوبی تھی جس کی وجہ سے مسلمان ہمیشہ ممتاز اور نمایاں رہے ہیں اور اسی سے ان کے دشمنوں اور دوستوں نے یکساں طور پر ان کو جانا اور پہچانا ہے اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ جب تمام دوسرے ذرائع اور وسائل ناکام اور بے سود ثابت ہوجائے تو اس وقت یہی وہ واحد طاقت ہوتی جس کا قائدین اور زعماء سہارا لینے اور امت اسلامیہ کو اسلام اور اس کے مقدس مقامات اور شعائر کی مدافعت کے لیے ثابت قدم بناتے۔ یہ طاقت تاریخ اسلامی کے تاریک ترین ادوار میں پیش آنے والے دشوار حالات میں ظاہر ہوئی اور مسلمان قائدین نے سنگین حالات میں اس سے فائدہ اٹھایا، اس کی روشن مثال وہ کامیاب معرکہ جو فلسطین کے مقام حطین میں پیش آیا جس کی قیادت عظیم مجاہد سلطان صلاح الدین ایوبی نے کی، اس وقت عرب اقوام کی حالت آج سے بہتر نہ تھی، ان کا شیرازہ منتشر تھا انتشار و پراگندگی اور اختلافات کے شکار تھے اور اسلامی تعلیمات سے بھی دور تھیں، لیکن اسلام کے نام پر مرمٹنے کا جذبہ ان کے اندر موجود تھا اور وہ اپنے کو اسلام کا وفادار کہتے تھے چنانچہ وہی قوم جو مختلف گروہوں اور جماعتوں میں بٹی ہوئی تھی، ایک مضبوط امت بن گئی اور منتشر اکائیوں سے بدل کر ایک طاقتور اور ٹھوس اکائی ہوگئی۔ ایسی اکائی جس کی سخت چٹان پر مغربی صلیبی اسلام دشمن اکائیاں پاش پاش ہوکر

www.abulhasanalinadwi.org

رہ گئیں۔ سوال یہ ہے کہ آخر یہ طاقت یہ عزم و استقلال مسلمانوں کے اندر کہاں سے آگیا، اور اس کمزور اور پست قوم کے اندر یہ عزم و اتحاد کہاں سے پیدا ہوا جس کی وجہ سے وہ ایک کمزور امت سے ایک مربوط اور مضبوط و ناقابل شکست قوم بن گئی، یہ سب کچھ آخر کیسے ہوا، بلاشبہ اس طاقت کا سرچشمہ اسلامی اقدار پر ایمان راسخ اور عظیم ایمانی منبع سے محبت اور خلوص کے ساتھ لگاؤ تھا، اسی بنیاد کو اسلام کے جانباز مجاہد سلطان صلاح الدین ایوبی نے مسلم اقوام اور عالم عربی کے لوگوں میں زندہ اور تابندہ کرنے کی کامیاب کوشش کی تھی مسلمانوں کی پوری پچھلی تاریخ میں معنوی طاقت کا یہ چشمہ برابر فیض رسانی کرتا رہا جس وقت دوسرے تعلقات ختم ہو جاتے تھے اس وقت اللہ اور اس کے رسول کا نام ہی ان کو آپس میں جوڑتا تھا ہمیشہ اس تعلق کی بنیاد پر ان میں استقلال اور ثابت قدمی پیدا ہوئی اور اسلام دشمن طاقتیں اس خطرناک پہلو اور ان پوشیدہ صلاحیتوں سے لرزاں و ترساں رہی ہیں۔

یہ خوف اور یہ خطرہ اس صدی کی چھٹی دہائی تک دشمنان اسلام کے دلوں میں باقی رہا خوفناک ترین نعرہ اللہ اکبر کا تھا۔ اس خوف اور احساس کا عالم یہ تھا کہ کمزور اور طاقتور دشمنانِ اسلام بھی ڈرتے رہتے تھے اور مسلمانوں نے اس نعرہ کا خوب فائدہ اٹھایا اور ایک مدت دراز تک جب تک اسلامی اقدار پر ان کا ایمان راسخ رہا اور تعلق مع اللہ والرسول باقی رہا اس نعرہ سے مستفید ہوتے رہے لیکن جوں جوں اس ایمان اور تعلق میں ضعف ہوتا گیا اسی قدر آہستہ آہستہ مسلمان اس کے فائدے سے محروم ہوتے گئے اور ان کا نعرہ بھی رفتہ رفتہ کھوکھلا اور بے اثر ہو گیا۔ اسی لیے جب دشمنوں کو اندازہ ہو گیا کہ اب ان کے نعروں اور تکبیروں میں جان باقی نہیں رہی اور یہ لوگ محض گفتار کے غازی ہیں کردار کے غازی نہیں رہے تو ان کے دلوں سے جہاد کی ہیبت دور ہو گئی اور تکبیروں کا خوف جاتا رہا۔ بلاشبہ امت

www.abulhasanalinadwi.org

مسلمہ کی تاریخ کا یہ ایسا زبردست خسارہ ہے اور ایسا نقصان جس کے مقابلے میں بڑے سے بڑے نقصانات کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔ اسی سبب سے اسلام کا رعب و دبدبہ اور مسلمانوں کی شوکت وسطوت اغیار کے دلوں سے نکل گئی حالانکہ اس وقت مسلمانوں کی تعداد روز بروز بڑھتی جارہی ہے آج کی تعداد عہد اول کی تعداد سے کوئی مناسبت نہیں رکھتی۔ ان کی حکومت اور سلطنت آج دنیا کے ایک چوتھائی حصہ پر ہے اور اسلامی مملکت دنیا کے مختلف حصوں میں پھیلی ہوئی ہے اس کے پاس مادی اور مؤثر اور نتیجہ خیز طاقتیں پہلے کی بہ نسبت بحمداللہ کہیں زیادہ ہیں لیکن نفسیاتی اور شعوری میدان میں نہ ان کا کوئی اثر ہے نہ زور، نہ دشمنوں کے دلوں میں ان کی کوئی قیمت ہے مسلمانوں کی تعداد کہنے کو اب ایک ارب کے قریب پہنچ رہی ہے لیکن مجھے میری اس صاف گوئی کے لیے معاف کیجئے کہ اس وقت مسلمانوں کی حقیقت سیلاب کے خس وخاشاک کی سی ہے۔

آج مسلمانوں کے اندر سے وہ روح نکل گئی ہے جس سے کسی زمانے میں وہ دشمنوں پر فتحیاب اور کامران ہوتے تھے بس جسم ہے اور انسانی ڈھانچہ، لیکن اگر روح نہ ہو تو جسم خواہ کتنا ہی فربہ اور مسلح ہو، کیا سودمند ہوگا؟

اغیار کی نظریں ہمیشہ مسلمانوں کی اسی نمایاں صفت پر رہی ہیں اور ان کی پیہم کوشش رہی ہے کہ ان کے اس عظیم جوہر اور بیش بہا طاقت اور امتیازی صفات سے ان کو دور کر دیا جائے لیکن پچھلی صدیوں میں ان کو ہمیشہ ناکامی کا منھ دیکھا پڑا مگر موجودہ صدی میں ملحدانہ ثقافت اور فاسد تمدن کو پروان چڑھتی ہوئی نئی نسل پر دلکش اور پرکشش نعروں کے ذریعہ مسلط کر کے اور ان کی نفسیاتی اور ذہنی تربیت ایسے انداز سے کر کے کہ وہ ہر قدیم چیز سے متنفر اور اپنے ماضی کے ورثہ سے برگشتہ ہو جائے دشمن طاقتوں کو اپنے ناپاک ارادوں میں تقریباً کامیابی حاصل ہوگئی ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

یورپ نے پوری کوشش اس بات پر صرف کردی کہ ایسے لوگ تیار کیے جائیں جن کا تعلق اپنی امت اور اس کی روشن تاریخ سے رابطہ صرف قومیت کی بنیاد پر قائم رہے۔

کیا ہم توقع کر سکتے ہیں کہ وہ مسلم لیڈر اور کمانڈر جنہوں نے یورپ کی آغوش میں تربیت پائی ہے وہ اسلامی کشتی کے ناخدا بن سکتے ہیں اور کیا اس کشتی کو بھنور سے نکال کر نجات کے کنارے لگا سکتے ہیں؟ کیا تم کو ایسے لوگوں سے یہ توقع ہے کہ وہ سیاست کی راہوں اور مغربی نصاب تعلیم کے ذریعہ امت اسلامیہ کو اصلی اقدار و قیم سے دور نہ کردیں گے خدا اور رسول کی محبت دلوں سے نکال نہ دیں گے اور مسلمانوں کے اندر دین کے لیے جو جذبہ کارفرما ہے اس کا خاتمہ نہ کردیں گے؟

آج افسوسناک بات یہ ہے کہ مادہ پرست ترقی پذیر یورپ امت مسلمہ پر فتح حاصل کرنے میں تقریباً کامیاب ہوگیا ہے اور اب وہ اس پوزیشن میں ہوتا جارہا ہے کہ وہ خدانخواستہ ان اسلامی طاقتوں کو بھی ختم کردے جو مسلمانوں کی کامرانی فتح مندی اور بلندی اقبال کا ذریعہ بنتی رہی ہیں اور جن کی بدولت سنگین اور ناگفتہ بہ حالات میں قدیم مجد و شرف کی طرف واپسی ہوتی رہی ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

باہمی اتحاد و اتفاق

عالم اسلام کی ایک بڑی ضرورت

مسلمانوں کو اس بات پر شکر کرنا چاہئے اور قدر ہونا چاہئے کہ وہ باہم محبت وتعاون کے سلسلہ میں دوسری تمام قوموں کے مقابلہ میں امتیازی شان رکھتے ہیں اور کوشش کرنا چاہئے کہ ان کی یہ صفت ان میں پوری طرح عمل پیرا ہو، اللہ تعالی نے ان کو جس اخوت و بھائی چارہ کا حکم دیا ہے اس کا یہ تقاضا ہے کہ وہ اپنے ہر اجتماعی معاملہ میں متحد اور سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جایا کریں خواہ ان کے افراد ایک دوسرے سے فاصلہ پر اور دور دراز علاقوں میں ہی کیوں نہ رہتے ہوں، مسلمانوں کی اپنی اس خصوصیت پر کچھ نہ کچھ عمل کرنے کا ہی نتیجہ ہے کہ چاہے مشرق کے کسی حصہ میں کوئی حادثہ ہو یا مغرب میں، عالم اسلام کے کونے کونے سے اس کے سلسلہ میں آواز سنی جاسکتی ہے اور ساری دنیا کے مسلمانوں کے دلوں پر اس کا اثر ظاہر ہوتا ہے اور وہ صرف اپنے تاثر کا اظہار کر کے ہی خاموش نہیں ہو جاتے بلکہ جس حد تک ان سے ہو پاتا ہے تعاون و ہمدردی اور محبت و غمخواری کا رویہ برتتے ہیں، اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نظر آنے والی حقیقت بن جاتا ہے کہ ''مسلمان آپس میں ایک عمارت کی طرح ہیں جس کی اینٹ ایک دوسرے کو مضبوطی عطا کرتی ہے اور

www.abulhasanalinadwi.org

وہ ایک جسم کے مانند ہیں کہ اس کے کسی حصہ میں کوئی تکلیف ہوتی ہے تو پورا بدن اس کا اثر محسوس کرتا ہے'' لیکن مسلمان اس جذبہ کو عمل میں لانے میں غفلت سے کام لینے لگے ہیں، ماضی میں بھی انھوں نے اس میں کمی کی تھی، اگر ان سے یہ غفلت نہ ہوئی ہوتی تو اندلس میں جو کچھ پیش آیا وہ نہ ہوتا جب کہ اس وقت ان کے دیگر ملکوں میں ان کی حکمرانی تھی اور دنیا کے کئی حصوں میں ان کا جاہ وجلال اور شان وشکوہ تھا۔

دنیائے اسلام کے مختلف علاقوں میں مسلمانوں کی حالت ان کے دور غلامی سے بھی بہتر نہیں ہے، دشمنان اسلام آج بھی اپنی فکری اور ثقافتی یلغار کے ذریعہ مسلمانوں کو نشانہ بنائے ہوئے ہیں اور وہ مسلمانوں کے ملی تشخص اور ان کی شناخت کو مٹانے پر تلے ہوئے ہیں، معاندین اسلام مسلمانوں سے یہ چاہتے ہیں کہ وہ ثقافت وادب اور مذہبی اقدار میں اسلامی زندگی سے منہ موڑ لیں اور اپنے علاقوں کو غیروں کے رحم وکرم پر چھوڑ دیں، وہ اگر اس تبدیلی کے لیے تیار نہیں تو ان کو سختی اور زور دستی کا مقابلہ کرنا پڑے گا اور انکار کی قیمت ظلم وتشدد کو برداشت کرنے کی صورت میں دینی ہوگی۔

دشمنوں کی یہ کوشش سامراجی اقتدار کے وقت ہی سے چل رہی ہے لیکن یہ محض اسلام کا اعجاز ہے جو ایک عالمگیر اور پائیدار مذہب ہے کہ ہر طوفان وحادثہ کے سامنے اسلامی جذبہ پہاڑ کی طرح ان کے دلوں میں پائیدار ثابت ہوا ہے اور انھوں نے ہر مصیبت کے وقت صبر سے کام لیا اور خدا ہی سے لو لگائی، اور جوں ہی ظلم کے بادل چھٹے اسلامی روح جلوہ گر ہوگئی جیسا کہ سوویت یونین کی مسلم ریاستوں میں ایک طویل ظالمانہ وجابرانہ سلسلہ کے باوجود اسلامی روح آشکارا ہو کر رہی، مسلمان ہمیشہ قابل قدر حد تک اپنے مذہب کے لیے مخلص، اس پر قائم رہنے والے اور اللہ تعالی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے سامنے سر جھکا دینے والے رہے

www.abulhasanalinadwi.org

ہیں، اور ہمیشہ ہی انھوں نے یہ ثابت قدمی اور مذہب سے وابستگی کا ثبوت دیا ہے خواہ وہ بہت نمایاں طریقہ سے یہ نہ کر سکے ہوں لیکن جب بھی ناسازگار صورت حال پیش آئی مسلمانوں نے اپنے حوصلہ وہمت کا اظہار کیا ان کی تازہ مثال بوسنیا، چیچنیا اور کوسوو میں سامنے آئی۔ دشمنوں کے سامنے انھوں نے اپنی عزیمت کو ثابت کیا اور دوسرے ملکوں کے ان کے ہم مذہب لوگوں نے ان کے ساتھ قابل تعریف ہمدردی کی ان کے دکھ درد کو محسوس کیا اور جس حد تک ہو سکا ان کی مالی امداد کی، اس اخوت کے جذبہ نے ان کو کمک پہنچائی اور ان کے عزم وحوصلہ کو مہمیز دی جس سے ان کے حوصلے بلند ہوتے گئے اور اس طرح اپنے کارناموں کے ذریعہ وہ اسلام اور مسلمانوں کے لیے ایک ڈھال ثابت ہوئے۔

ہم کو صاف طریقہ سے یہ نظر آتا ہے کہ خدا تعالی نے جن لوگوں کو مادی وسائل سے نوازا ہے وہ دعوت کے جذبہ کی خاطر ان سرگرمیوں میں حصہ لیتے ہیں اور یورپی ملکوں سے اسلام مخالف کوششوں کا مقابلہ کرتے ہیں اور افریقہ وایشیا میں اپنے نادار مسلمان بھائیوں کے فقر و جہالت کو دور کرنے اور سامراجی استبداد کو ختم کرنے کی سعی کرتے ہیں، چنانچہ اسلامی بیداری کو فروغ دینے میں ان سرگرمیوں کا بڑا اہم کردار ہے۔

مسلمانوں نے اپنی اس ذمہ داری کو بڑی حد تک انجام دیا اور اس طرح دنیا میں پھیلی ہوئی امت مسلمہ متحد ہوئی، اسی کے ساتھ سارے جہاں کے مسلمانوں کے مسائل و مشکلات کو حل کرنے میں بھی اس سے مدد ملی۔ الحمد للہ فلسطین، افغانستان، ارٹیریا، صومالیہ، فلپائن وغیرہ میں مسلمانوں کا اتحاد وجذبۂ اخوت ان کے لیے طاقت وقوت کی فراہمی اور مسائل ومشکلات کے سامنے سینہ سپر ہونے کا سبب بنا۔

www.abulhasanalinadwi.org

اسی اخوت اسلامی کے جذبہ کی بنا پر تعاون و امداد دینے میں عرب اور خاص طور پر خلیج کے مسلمانوں کا بڑا حصہ رہا ہے، انھوں نے اپنی ساری ذمہ داری کو بڑی خوبی کے ساتھ نبھایا اور اس کے ذریعہ انھوں نے ایک بہترین مثال پیش کی ان کے اس تعاون کے ذریعہ بہت سے مظلوم مسلمانوں نے اپنے حقوق کی بازیابی اور اپنے تشخص کی حفاظت کا سامان بہم پہنچایا خاص کر اس وقت جب دشمن پوری طاقت وقوت کے ساتھ سرگرم تھا۔

اسلامی تقاضوں کو محسوس کرنے کے یہ اثرات مسلمانوں کے اندر جگہ جگہ دیکھے جاسکتے ہیں خاص طور پر ان کے ایمان وعزیمت کے حامل نوجوانوں اور تعلیم یافتہ طبقہ کے اندر جو اپنے تمام امور کے لیے خدا تعالی کی طرف رخ کرتے ہیں اور اسی سے ہدایت ورہنمائی طلب کرتے ہیں، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم کو اپنے لیے اصل اسوہ سمجھتے ہیں اور اسی کے نور سے روشنی حاصل کرتے ہیں اسی طرح وہ فکر اسلامی کی حامل عظیم ہستیوں کی زندگیوں سے بھی رشد وہدایت کی روشنی حاصل کرتے ہیں اور اپنے اسلامی جذبہ کو فروغ دینے اور دینی غذا کو حاصل کرنے کے لیے ان سے کسب فیض کرتے ہیں۔ دوسری طرف مغرب کا مسلط کردہ فکری انحراف بھی ان پر اثر انداز ہونا چاہتا ہے جسے مغرب کی اسلام دشمن طاقتیں کمزور ایمان رکھنے والے غافل مسلمانوں کے ذریعہ مسلمان تعلیم یافتہ نوجوانوں کے اندر پیوست کرنا چاہتی ہیں، وہ اسلام کی پاک شہرت اور اس کے تشخص کو مٹا دینا چاہتی ہیں اس کے اثر سے بھی تعلیم یافتہ مسلمان نوجوانوں کے دلوں میں اس کا ردعمل پایا جاتا ہے جو مسلمانوں کے درمیان اسلامی بیداری کی راہ کو ہموار کرتا ہے۔ اگر مسلمانوں کا باہم اتحاد واتفاق بڑھ جائے تو یہ عالم اسلام میں بڑی تبدیلی اور خیر وفلاح کا پیش خیمہ ثابت ہوسکتا ہے اور یہ بات کسی سے مخفی نہیں ہے کہ بہت سے مسلمان بعض

www.abulhasanalinadwi.org

سامراجی اور ظالمانہ اقتدار کی وجہ سے سخت زبوں حالی کے شکار ہیں اور ان کے دشمن ان کی جانوں کو نہیں بلکہ ان کی مذہبی روح کو ہدف بنا رہے ہیں یہ ان ملکوں میں اسلامی تشخص کو ختم کر دینا چاہتے ہیں، یہ ایک بڑا خطرہ ہے جس کا مقابلہ کرنا اشد ضروری ہے۔ مسلمانوں کے سامنے اس کے مقابلے کے لیے دو محاذ ہیں۔ ایک ادبی اور علمی وسائل کے ذریعہ دینی انحراف اور فکری بے راہ روی کا مقابلہ کرنا۔ دوسرے مسلمانوں کے اندر ان کی ایمانی اور فکر اسلامی کی اقدار کو راسخ کرنے کی کوشش کرنا۔ اس طرح اسلامی فکر و تہذیب کے ورثہ و تاریخ پر مسلمانوں کے اندر فخر و اعتماد پیدا کرنا ہوگا تا کہ اس طرح تعلیم یافتہ نوجوانوں کے لیے اسلامی وابستگی کو فروغ دیا جا سکے اور دشمنوں کی جانب سے ادبی اور فکری یلغار کا مقابلہ کیا جا سکے۔

حالات حاضرہ کو دیکھتے ہوئے یہ بات صاف محسوس ہوتی ہے کہ اسلامی دفاعی طاقت دشمن کے مقابلہ میں بہت کم ہے لہذا جب تک تمام اسلامی طاقتیں متحد و ہم آہنگ نہ ہوں گی اس وقت تک مسلمان اپنے خلاف خطرات و مشکلات پر صحیح طور پر قابو نہ پا سکیں گے، اس لیے ضروری ہے کہ وہ ایک ہو جائیں۔

ایک ہو جائیں تو بن سکتے ہیں خورشید مبیں
ورنہ ان بکھرے ہوئے تاروں سے کیا بات بنے

www.abulhasanalinadwi.org

عصری مسائل کا اسلامی حل

دین اسلام انسانیت اور اعتدال کا مذہب ہے، اپنے ماننے والوں سے اس کا مطالبہ یہ ہے کہ وہ انسان رہتے ہوئے ہر طرح کی بے راہ روی، بدعنوانی اور کردار کی کوتاہی سے اپنے دامن کو پاک وصاف رکھیں، لیکن ان سے یہ مطالبہ نہیں کہ وہ بالکل بے گناہ فرشتے بن جائیں کہ نہ تو ان کو بھوک و پیاس کا احساس ہو اور نہ ان کے دل میں گناہ کا ذرہ بھر خیال گزرے، اسی طرح ان کو اس کی اجازت بھی نہیں کہ وہ بے محابا ہو کر بہیمانہ حرکتیں کرنے لگیں، بے ہنگم خواہشات کی پیروی کو اپنا شیوہ بنالیں، اور شتر بے مہار کی طرح آوارہ پھریں کہ کھانے پینے اور اپنی بہیمانہ خواہشات کی تکمیل کے سوا کوئی دوسرا مقصد حیات ہی نہ ہو، ان کو دونوں رخوں کے درمیان اعتدال اور میانہ روی بتائی گئی ہے اور یہی ان کے دین کا اصل طرۂ امتیاز ہے، اور اسی کی وضاحت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے ہوتی ہے جب آپ کو اپنے چند اصحاب کے بارے میں معلوم ہوا کہ ان میں سے ایک نے اپنے اوپر یہ لازم کر لیا ہے کہ وہ رات بھر اللہ کی عبادت کریں گے، دوسرے نے یہ لازم کر لیا ہے کہ وہ پوری زندگی روزہ رکھیں گے، اور تیسرے نے یہ عہد کر لیا ہے کہ شادی ہی نہیں کریں گے اور نہ اپنی بشری خواہشات کو پورا کریں گے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہیں ایسا مت کرو، میں تم میں سب سے زیادہ عبادت گزار ہوں لیکن یاد رکھو!

www.abulhasanalinadwi.org

میں اللہ کی عبادت بھی کرتا ہوں اور سوتا بھی ہوں، روزے بھی رکھتا ہوں اور بغیر روزے کے بھی دن گزارتا ہوں، اور میرے نکاح میں بیویاں بھی ہیں۔

ایک طرف تو آپ ﷺ نے یہ بات فرمائی، دوسری طرف روایات اس بات کو بھی بتاتی ہیں کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ اپنے چند اصحاب کے پاس تشریف فرما تھے اور حسب خواہش کھانا بھی حاصل ہوا تھا، آپؐ نے ارشاد فرمایا: یہ ایسی نعمت ہے کہ اس کے متعلق قیامت کے روز تم سے پوچھا جائے گا، آپ ﷺ کا اشارہ در اصل قرآن کریم کی آیت "ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ" کی طرف تھا کہ پھر اس روز یعنی قیامت کے روز تم سے نعمت کے بارے میں سوال ہوگا۔

تاریخ شاہد ہے کہ جب کبھی بھی انسان اعتدال اور بیچ کی راہ سے ہٹا تو وہ فساد اور خرابی کا شکار ہوا، چنانچہ یورپ اپنے تاریک دور میں زبردست قسم کی رہبانیت کا شکار ہوا جس میں لوگ روحانی ترقی کی خاطر اپنی فطری اور انسانی خواہشات تک کو کچل ڈالتے تھے، لیکن پھر بھی بندگی اور پاکیزگی کی راہ میں بڑی کامیابی حاصل نہ کر سکا اور اس طرح سے کامیابی کی امید بھی نہیں کی جا سکتی، چاہے انسان کی پوری نقل کیوں نہ کرنے لگے جس میں اسے کھانے پینے، غسل کرنے اور علاج و معالجہ کی بھی ضرورت پیش نہ آئے حق تو یہ ہے کہ انسان رہتے ہوئے انسان کے ہاتھ سے صلاح و تقوی کا دامن نہ چھوٹے اور اس کا انسانی شعور اس حد تک بیدار ہو کہ اسے انسانی ضرورتوں کمزوریوں انسان کی آرام و راحت اور اس کی آفت و مصیبت کا علم ہو، پڑوس اور رشتہ داری کے حقوق سے بھی واقف ہو، اپنی اور اپنے پڑوس اور معاشرہ کے لوگوں کی بشری ضروریات کا احساس و شعور بھی رکھتا ہو، دوسری بات یہ ہے کہ اخروی سعادت اور کامیابی کی طلب ہو، نیک اعمال کے ذریعہ اپنے رب کی رضا جوئی کا طریقہ ہو، اس لیے کہ اخروی خیر و سعادت کی جستجو اسے سرکشی

www.abulhasanalinadwi.org

اور بے راہ روی سے باز رکھے گی تو دنیاوی وسائل زندگی سے فائدہ اٹھانے کی ضرورت اسے سنیاس اور رہبانیت کے گڑھے میں گرنے سے محفوظ رکھے گی۔

چونکہ پہلے کبھی یورپ زبردست قسم کی رہبانیت اور سنیاس کا شکار ہو چکا ہے جس میں اس نے اپنے کو دنیاوی نعمتوں سے محروم کرلیا تھا پھر بعد میں آنکھیں بند کر کے دنیاوی سامان آرائش وزیبائش کے پیچھے پڑ گیا جس کے نتیجہ میں مادیت کے دلدل اور خواہشات کے جنگل میں پھنسا ہوا ہے لہذا اب تک یورپ کو دو متضاد تجربوں سے گزرنا پڑا ہے اب اسے اعتدال اور میانہ روی کے تجربہ کی ضرورت ہے اور تجربہ اسلام کے علاوہ کہیں اور حاصل نہیں ہوسکتا، اس سلسلہ میں بڑی ذمہ داری مسلمانوں کے اوپر ہے کہ وہ یورپ کے اندر اسلام کی صحیح ترجمانی کریں اور اس کا حقیقی تعارف دنیا کے سامنے پیش کریں انسانیت کے ساتھ اس نے کیا سلوک کیے، انسانیت پر اس کے کیا احسانات ہیں اس کو اجاگر کریں، لیکن یہ باتیں مسلمانوں کے لیے جب ہی ممکن ہوسکتی ہیں کہ خود بھی صحیح اسلامی اخلاق سے مزین اور آراستہ ہوں ان میں کسی طرح کی افراط وتفریط نہ ہو، ان کے لیے بحیثیت ایک مصلح اور داعی امت کے یہ ضروری ہے کہ وہ غیر مسلموں کے سامنے سچا انسانی چہرہ اور مبارک انسانی زندگی لے کر جائیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے اصحاب کے اخلاق ومعاملات اور ان کی پوری زندگی کا حسین وبہترین مرقع پیش کریں۔

آج یورپ اپنی خواہشات نفسانی کے سمندر میں غرق ہو چکا ہے، بیشتر دینی وانسانی قیود سے آزاد ہو کر اخلاقی پستی اور حیوانی طرز زندگی میں پڑ چکا ہے، اس کو فی الوقت ایسے مسیحا کی ضرورت ہے جو اسے اس پستی اور ذلت سے اوپر لاسکے آج کی مسیحی دنیا اپنے ملحدانہ مادی نظام حیات سے تنگ آچکی ہے، کیونکہ وہ بے غرضانہ انسانی جذبہ سے خالی اور محروم ہے اور مسیحی مذہب سے اس کا ربط برائے

www.abulhasanalinadwi.org

نام رہ گیا ہے، اس لیے کہ اس میں اب کسی دینی خلا کو پر کرنے کی صلاحیت بالکل نہیں رہی، لہذا حیران و پریشان مسیحی دنیا کسی ایسے دین کی تلاش میں ہے جو اسے زندگی کی بھول بھلیوں سے نکال کر منزل کی صحیح رہنمائی کرے، اور اس کی صلاحیت اسلام کے علاوہ کسی اور مذہب میں نہیں رہی۔

لیکن آج کل ہمارے کچھ افراد اسلام کو غیروں کے سامنے غم گساری، ہمدردی، انسانیت دوستی سے ہٹ کر خودغرضی اور نفرت کے طرز عمل کے طور پر پیش کر رہے ہیں اور جب تک ہم اسلام کا چہرہ کشاکش، نفرت اور معاندانہ طرز میں پیش کرتے رہیں گے اس وقت تک غیروں کا جواب اور موقف اسلام کی طرف سے اعراض اور روگردانی کے سوا کچھ نہیں ہوسکتا، ایسے میں ضروری ہے کہ ہم اسلام کو غیروں کے سامنے ایک ایسے دین کی حیثیت سے پیش کریں جو اس کی موجودہ اجتماعی اور اخلاقی زوال سے گلوخلاصی کرائے، کیونکہ اب ساری دنیا کی طبیعت اس سے گھبرا چکی ہے، اور اس سے دائمی نجات چاہتی ہے، چنانچہ اپنے ان پیچیدہ مسائل کا حل تلاش کرنے میں سرگرداں اور پریشان ہے۔

لہٰذا ایسی صورت میں غیر مسلم دنیا کے سامنے اسلام کا روشن چہرہ ظاہر نہیں کیا گیا تو پھر اسلام ان کے دلوں کو اپنی طرف مائل کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکتا، اور یہ مادی اور خودغرضانہ طور وطریق کی دنیا اسی طرح دردر کی ٹھوکریں کھاتی پھرے گی، تنکوں کا سہارا لے گی اور اسی سے اپنے درد کا مداوا کرے گی، اس لیے مسلم داعیوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ دعوت اسلامی کے لیے مناسب اور موزوں طریقہ اختیار کریں، کیونکہ دعوت کی تمام تر ذمہ داری انہیں کے سر ہے، ارشاد ہے:

"کنتم خیر امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف
و تنهون عن المنکر و تومنون بالله"

www.abulhasanalinadwi.org

''تم ایسی خیر امت ہو جو لوگوں کے لیے نکالی گئی ہے، نیکی کی تم
ہدایت کرتے ہو اور بدی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو''

لیکن آج اسلام کے ماننے والے مختلف ٹکڑیوں میں بٹے ہوئے ہیں، کچھ تو وہ ہیں جو اسلام کے صرف نظریہ جنگ و جہاد ہی کو مانتے ہیں اور اس سلسلہ میں صرف جذبات اور جوش سے بھری ہوئی آواز کو شیوہ بناتے ہیں، وہ ایسا کرتے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و کردار اور طریقۂ کار کو نہیں دیکھتے، دین کی مصلحت، حکمت دعوت اور اتباع سنت کے طریقہ کو اپنانے میں کوتاہی کرتے ہیں وہ حضور سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس طرز عمل کو نہیں دیکھتے کہ آپؐ نے بعض منافقین کے نفاق کو اچھی طرح جان لینے کے بعد ان کو قتل کرنے سے گریز کیا، اور آپؐ نے یہ خالص اسلام کی مصلحت سے کیا کہ اسلام کے خلاف دشمنان اسلام کو کھلے طور پر یہ الزام لگانے کا موقع نہ ہاتھ آجائے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے ساتھ رہنے والے کسی شخص کو قتل کر دیا کیونکہ اس شخص کے کھلے نفاق اور اسلام دشمنی کو دوسرے لوگ جان نہیں سکتے تھے، چنانچہ اس حکمت عملی کے ذریعہ آپؐ نے اسلام کو بدنام ہونے سے بچایا، آپؐ کے سامنے اگر کسی نے کلمہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کیا تو آپ نے اس کا اعتبار کیا، ایک صحابی کو اس بات کی خلاف ورزی کرنے پر زجر و توبیخ کرتے ہوئے فرمایا، کیا تم نے اس کا دل چیر کر دیکھا تھا۔

مذکورہ بالا گروہ کے برعکس دوسرا گروہ اسلام کو صرف عقلی نقطۂ نظر سے پیش کرنے پر اکتفا کر رہا ہے اور اسے مغربی نقطہ نظر سے ہم آہنگ بنانے پر اپنی محنت صرف کر رہا ہے، جب کہ مغرب خود اپنے اس طرز زندگی سے بیزار ہو رہا ہے، اس لیے کہ اب اس کو اس میں قلبی راحت اور زندگی کا سکون میسر نہیں ہو رہا ہے یہی وجہ ہے اس کے افراد وقتاً فوقتاً اس زندگی سے منہ موڑ کر، زندگی کے عام وسائل راحت کو

www.abulhasanalinadwi.org

چھوڑ کر تارک الدنیا شخص کی زندگی اپنانے لگتے ہیں۔

مانا کہ مغرب نے خوب ترقی کی، سیاسی اور اقتصادی نظام، عسکری قوت، وسائل معیشت اور تمدنی ترقی میں اوج کمال کو پہنچ چکا، اور اس کے ذریعہ اس نے اپنی مشکلات کو حل کرنے اور اندرونی اضطراب کو دور کرنے کی بھرپور کوشش کی لیکن اس کی ہر کوشش صدا بہ صحرا ثابت ہوئی، آج مغربی نوجوان کا حال یہ ہے کہ وہ اپنے مسائل کے حل کی تلاش میں ہر وادی کی خاک چھان رہا ہے، اور ہر جگہ سے نامراد اور ناکام لوٹ رہا ہے، یہ اخلاقی ابتری اور ذہنی کشمکش کا آج مغربی نوجوان شکار ہے یہ اس کے آزاد معاشرے کا نتیجہ ہے جو اخلاقی اور دینی پابندیوں سے یکسر خالی اور آزاد ہے، اور یہی ان کی بیماری کی اصل جڑ اور بنیاد ہے، ایسے میں مغرب کے سامنے صرف ایک ہی راستہ ہے وہ یہ کہ انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات اور خاص طور سے خاتم رسل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر لبیک کہے، جن کی تعلیم یہ ہے کہ خالق کائنات سے ربط اور تعلق پیدا کیا جائے، جس کی دعوت یہ ہے کہ اعتدال اور توازن کے ساتھ اسباب زندگی اختیار کیے جائیں اور جن کا موقف یہ ہے کہ سامان راحت اور اسباب زندگی پر نہ تو ٹوٹ پڑا جائے اور نہ ہی رہبانیت اختیار کر کے ضروریات زندگی تک سے منہ موڑ لیا جائے ارشاد باری ہے:

قل من حرم زينة الله التى اخرج لعباده والطيبات
من الرزق قل هى للذين آمنو فى الحياة الدنيا
خالصة يوم القيامة

دنیاوی زندگی کے تعلق سے موقف اور صحیح رائے یہی ہے کہ اس کے بارے میں یہ سمجھا جائے کہ یہ ایک محدود اور ختم ہو جانے والی زندگی اور دھوکے کا سامان ہے، لہذا بھلائی اور خیر اسی میں ہے کہ اعتدال کے ساتھ اس کو لیا جائے، اور

www.abulhasanalinadwi.org

دل کو اس سے اس طرح نہ باندھ دیا جائے کہ کھولنا ہی مشکل ہو۔

آج مغرب اپنے موجودہ صنعتی اور سیاسی نظام کو چھوڑ کر نئے نظام کی خواہش نہیں رکھتا، اس لیے اس نے اعلیٰ قسم کے نظامہائے حیات کا تجربہ حاصل کیا ہے، اور اس کا علم، تحقیق اور فراست انتہا کو پہنچ چکی ہے، لہٰذا وہ مزید کسی نئے نظام کا خواہش مند نہیں، کیونکہ اسے اس میں اپنے مسائل کا حل نظر نہیں آتا، آج تو مغرب کو دلی چین اور قلبی سکون کی تلاش ہے جس سے اس کا نظام دیوالیہ ہو چکا ہے۔

حق کے داعیوں کے لیے ضروری ہے کہ اسباب حیات اور سامان زندگی سے مستفید ہونے اور ان کی حیثیت کی تعیین کے تعلق سے ان کی زندگی اعتدال اور جامعیت کا ایک قابل تقلید نمونہ ہو، اور اس سلسلہ میں علمی تشریح سے زیادہ عملی نمونے مؤثر ثابت ہو سکتے ہیں، جب کہ اس نظریہ کو فروغ دینے میں علمی تشریح کی بھی ضرورت ہے جس سے صرف نظر نہیں کیا جا سکتا، لیکن وہ مسئلہ کا اصل حل نہیں ہے، اصل حل صحیح نمونۂ زندگی میں ہے، تو کیا ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے اصحاب کی سنت کے عین مطابق اپنی زندگی کے قافلے کو از سر نو آگے بڑھانے کا اقدام کرتے ہیں؟ واللہ من وراء القصد وھو یھدی السبیل۔

www.abulhasanalinadwi.org

دعوت اسلام

دین حق کی دعوت کے کام کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات پوری طرح ظاہر ہو جاتی ہے کہ مسلمان داعیوں نے علی العموم پر امن طریقوں سے کام کیا ہے، اور اسلام کے حلقہ بگوش دین حق کے حلقہ میں زیادہ تر ان کی پر امن کوششوں سے داخل ہوئے۔ جنگوں کا اثر اس میں بہت ہی کم رہا ہے خاص طور پر وہ جنگیں جن کے پیچھے دعوت حق کے اصولوں پر عمل نہیں پیش کیا گیا۔ البتہ اسلام کے نرم خو مخلص اور محبّ انسانیت داعیوں نے محبت اور خوش اخلاقی کے ذریعہ یہ کام انجام دیا کہ جس کے نتائج بڑے عظیم ظاہر ہوئے، خاص طور پر برصغیر ہندو پاک میں اسلام پھیلنے کا سہرا دراصل ان مخلص اور زاہد داعیوں اور مربیوں کا ہے جو صوفیہ کہے جاتے ہیں، جن میں سے ایک ایک کے ہاتھ پر لاکھوں غیر مسلم اسلام کے گرویدہ ہوئے اور حلقۂ اسلام میں داخل ہوئے، پورا کشمیر ایک مخلص داعی شیخ علی ہمدانی کی کوششوں کا مرہون منت ہے۔ پنجاب کا بیشتر حصہ شیخ علی متقی کی کوششوں کا مرہون منت ہے شمالی وسطی ہندوستان شیخ معین الدین اجمیری کی کوششوں کا مرہون منت ہے، بنگال کا بیشتر حصہ حضرت سید احمد شہیدؒ کی توجہ اور ان کے خلفاء خصوصاً مولانا کرامت علی صاحب جونپوریؒ کی کوششوں کا ثمرہ ہے۔

اسی طرح افغانستان، ترکستان، شمالی افریقہ، مشرقی افریقہ اور جہاں جہاں

www.abulhasanalinadwi.org

مسلمانوں کی آج اکثریت ہے وہاں مسلمانوں کی جنگوں سے اسلام نہیں پھیلا بلکہ مخلص اور پرامن داعیوں کی کوششوں سے پھیلا، اس کا ثبوت وہاں کی مذہبی تاریخ سے ملتا ہے۔ اسلام نے انسانی زندگی کے لیے جو رہنمائی اور ہمدردی کا ثبوت دیا ہے یہ سب اس کا اثر ہے حتی کہ عرب مسلمان تاجر جن جن علاقوں میں اپنے کاروبار کی غرض سے گئے، وہاں ان کی زندگی کی خوبیوں کے اثرات پڑے اور بکثرت لوگ مسلمان ہوئے، ان میں ہندوستان کا مالابار علاقہ ملیشیا انڈونیشیا کے علاقے فلپائن اور تھائی لینڈ کے بعض ساحلی حصے داخل ہیں۔

اور آج دنیا کا کوئی ملک خواہ یورپ میں ہو یا امریکہ اور آسٹریلیا میں ہو، سب جگہ اسلام کے داعی اور ان کے اصلاحی اور دعوتی ادارے اور جماعتیں موجود ہیں جو محض اللہ کی رضا کے لیے بے نفسی و دنیاوی بے بضاعتی کے ساتھ کام کر رہے ہیں اور فائدہ پہنچ رہا ہے، ان کو وہاں کی حکومتوں کی طرف سے سخت دشواریوں کا سامنا بھی ہے، لیکن صبر و خاموشی کے ساتھ اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں۔

یہ لوگ اس طرح نہ صرف یہ کہ ایک داعی اور مبلغ ہیں بلکہ اپنے اپنے علاقوں کی قوموں پر گواہ بھی ہیں کہ ان کے علاقوں کی قوموں نے دین حق کی دعوت کے ساتھ کیا رویہ اختیار کیا اور خدا اور رسول کے مقام کو کہاں تک مانا اور قبول کیا، ان کی گواہی قیامت کے روز ان لوگوں کو شرمندہ کرے گی، جنھوں نے دعوت حق کو ماننے سے گریز کیا اور اس کو سننے کے لیے بھی تیار نہیں ہوئے تھے۔

اس طرح یہ امت وسط صرف یہ کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے عمل کو انجام دیتی رہی بلکہ اپنی معاصر قوموں پر گواہ بننے کے لائق بنی اور خیر امت کے لقب کی مستحق ثابت ہوئی۔

اس امت کے سربراہ آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی

www.abulhasanalinadwi.org

اس امت کے لیے نمونہ اور مثال ہے جنھوں نے اپنی تیئس سالہ دعوتی زندگی میں سے شروع کے تیرہ سال نہایت قربانی اور صبر کے ساتھ دین حق کے پیغام کو پھیلانے اور پہنچانے میں گزارے اور سخت سے سخت اذیت کا ادنیٰ سے ادنیٰ جواب نہیں دیا۔ اور اپنے صحابہؓ کو بھی سختی کے ساتھ اس پر عمل پیرا بنایا، پھر زندگی کے دس سال میں دعوت کے کام کو پرامن ہی بنایا اور جنگیں صرف دشمن کے حملوں اور مقابلوں کے جواب میں کیں، اور ان میں بھی جنگ کے دوران اسلام اتنا نہیں پھیلا جتنا آپ کے معاہدۂ صلح کی دوسالہ مدت میں پھیلا، تاریخ کا کھلے دل کے ساتھ مطالعہ کرنے پر یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ اسلام جنگ سے نہیں پھیلا، اسلام خلوص و محبت اور انسانی ہمدردی کے ساتھ پھیلا، اس پر تلوار سے پھیلنے کا الزام بالکل الٹی بات ہے، اور اسلام کے رواداری اور رعایت کے رویہ کے ساتھ بالکل مطابقت نہیں رکھتی، اسلام کے داعیوں نے اپنے کھلے دشمنوں کے ساتھ بھی ہمدردی اور رعایت کا معاملہ کیا، فتح مکہ کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل اس کی اعلیٰ مثال ہے جس کی مثالیں ہم کو مسلمانوں کی بہت سی جنگوں میں ملتی ہیں۔ اور یورپ کے مؤرخین بھی جانتے ہیں کہ سلطان صلاح الدین ایوبی نے بیت المقدس کو لڑ کر جب واپس لیا ہے تو اپنے دشمنوں کے ساتھ کس رعایت و ہمدردی کا سلوک کیا۔ سلطان صلاح الدین ایوبی سے سخت دشمنی کے باوجود ادب کے مورخین نے ان کی اس انسانیت نوازی کا اعتراف کیا ہے۔ ضرورت ہے کہ اسلام کی تاریخ کو اس کی ان جنگوں کے وقت میں نہ دیکھا جائے جو سپاہیوں نے اپنی حکومت کے لیے کیں، اسلام کو اسلام پر فوراً عمل کرنے والوں کی زندگیوں اور ان کے عمل و کوشش میں دیکھا جائے اور انسانیت نوازی کا مطالبہ کیا جائے، تب ہی اسلام کی صحیح شکل سامنے آتی ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

سامراجی نظام اور مسلم قائدین کی ذمہ داریاں

عالم اسلام کو اس وقت اپنے مسائل کے سلسلہ میں مخلصانہ جذبہ اور اپنے حقیقی مصالح کے لیے فکر اور بیدار مغزی کی شدید ضرورت ہے، اس کی ذمہ داری دوسروں کے مقابلہ میں خاص کر عالم اسلام کے قائدین کے سر جاتی ہے خواہ وہ حکام ہوں یا پارٹیوں کے سربراہ۔

اپنی مشترک مصلحتوں کی خاطر اخلاص اور ہوشمندی ہی ان کی کامیابی کی ضامن ہے نہ کہ یہ ترقی یافتہ اسلحہ اور نہ ہی یہ کثیر ذرائع و وسائل، اس لیے کہ تنہا مادی وسائل اور اسلحے یہ صلاحیت نہیں رکھتے کہ وہ بغیر کسی کے سہارے بذات خود کچھ کر سکیں، ان کو استعمال کرنے والے ہاتھوں کی ضرورت ہوتی ہے جو انسانوں کے ہوتے ہیں اور انسانی عقل کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ انسانی ہاتھ اور عقلیں جب بھی اخلاص اور دانشمندی کے ساتھ حرکت میں آئے تو ہماری تاریخ بتاتی ہے کہ ان سے بہتر نتائج سامنے آئے اور اس کے راستہ میں نہ تو تعداد کی کمی حائل ہوئی اور نہ ہی اسلحوں کی قلت۔

چنانچہ تاریخ اسلام ایسے واقعات سے پُر ہے جن میں قلت کثرت پر غالب آئی، اور مغلوب غالب پر فتح مند کامران ہوا اور اس نے اسی اخلاص و عمل کی لازوال طاقت سے قلت کے باوجود اپنے حق کو حاصل کیا حالانکہ اگر ہمارے اسلاف دشمن

www.abulhasanalinadwi.org

کے سامنے اپنی قلت تعداد سے گھبرا کر اور اپنے دشمنوں کے اسلحہ سے خوف کھا کر اپنے ٹھکانوں اور پناہ گاہوں سے باہر نہ نکلتے تو آج ہم اس حالت میں نہ ہوتے۔

اس حقیقت کے ادارک کے لیے ہمیں دور جانے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ اس کی مثال ہمیں اطالوی سامراج کی مخلص سنوسیوں سے جنگ اور جزائریوں کے ساتھ فرانسیسیوں کے معرکہ میں ملتی ہے اور ہم روسیوں کو دیکھیں کہ کس طرح انہوں نے افغانستان کے اندر آگ اور خون کا کھیل کھیلا لیکن اس کے باوجود افغان مجاہدین نے ان کو ہزیمت دی، یہ سب حقیقی مقاصد کے لیے صحیح حکمت عملی اور مسائل کے لیے عمل میں اخلاص کی دین ہے۔

نقش ہیں سب ناتمام خونِ جگر کے بغیر
عشق ہے سودائے خام خونِ جگر کے بغیر

لیکن ہمیں اپنے ان رہنماؤں پر افسوس ہے جنہوں نے کردار و سیاست کا سبق اپنے دشمنوں سے سیکھا پھر وہ اپنے ان استادوں کے عقیدت مند و مخلص بن گئے چنانچہ وہ اپنی امت اور ملک کے لیے مخلص نہ بن سکے وہ اپنے دین و مذہب اور ملک و قوم کے مفادات کی پرواہ چھوڑ کر دیگر امور میں بیداری اور زیرکی کا مظاہرہ کرتے ہیں اور اس کے لیے سیاست و قیادت میں چست نظر آتے ہیں۔ اس کا مشاہدہ آج عالم اسلام کے حالات میں کیا جا سکتا ہے اسی کا نتیجہ ہے کہ ہم دن بدن اپنی مقدس علامات و اصل اقدار اور عظیم اسلامی ورثہ کو گنواتے جا رہے ہیں اور رفتہ رفتہ اپنے حقیقی مفادات سے دست بردار ہونے پر مجبور ہوتے جا رہے ہیں پھر اپنے صحیح نقصانات کو سمجھنے اور اپنی کوتاہی کو تسلیم کرنے کے بجائے حالات سے اپنی بے چینی و احساس کمزوری کا اظہار کرتے رہتے ہیں یہ اظہار دراصل حالات کو نہ بدل سکنے اور مایوسی محسوس کرنے کا نتیجہ ہے۔

www.abulhasanalinadwi.org

اگر چہ ہماری زبان اس وقت اس کا اعتراف نہیں کرتی کہ ہم آج کل کی زبوں حالی کو دور کرنے سے قاصر ہیں لیکن ہمارا عمل ضرور اس کی گواہی دیتا ہے۔ ہماری حالت یہ ہوگئی ہے کہ ہم عمل سے کورے اور زبان کے میدان کے شہ سوار بن گئے ہیں ''زبان'' کے ذریعہ کو ہم ہر میدان میں خوب خوب استعمال کرنا چاہتے ہیں خاص کر عام جلسوں یا کاغذ کے صفحات یا کانفرنسوں میں اس کا شدت سے استعمال ہوتا ہے اور آج کل کانفرنسیں عملی میدان سے دور کرنے کا آسان ذریعہ بن گئی ہیں۔ حال یہ ہے کہ عملی میدان میں کچھ کرنے کے بجائے تجاویز پاس کر دینا اور بیانات دے دینا ہمارے لیے زیادہ آسان ہوگیا ہے۔

ہم نے یورپ سے سیمناروں کے انعقاد اور تجاویز کا ڈھیر لگانا تو ضرور سیکھا لیکن ہم نے ان سیمناروں کے نتائج سے عملی میدان میں کچھ فائدہ اٹھانا بالکل نہ سیکھا اور نہ ہی ان میں پاس شدہ تجاویز کا نفاذ سیکھا، الحاصل ہمارے مسائل اور الجھتے چلے گئے اور ہم نے اس باب میں کانفرنسوں کے انعقاد اور تجاویز پاس کرنے کے سوا کوئی ٹھوس قدم نہ اٹھایا اور ہم مذمت پر مذمت کرتے ہوئے بالآخر ایسے موڑ پر پہنچ گئے جہاں سے منزل کوسوں دور ہوگئی صورت حال یہ ہے کہ اگر ان تمام تجاویز اور بیانات کو جمع کرلیا جائے جو ہمارے پروگراموں اور کانفرنسوں میں منظر عام پر آئے تو ایک نیا ''ہمالہ'' تیار ہوجائے۔

لیکن ذرا ہم غور کریں کہ ہم نے ان تجاویز اور بیانات سے کیا حاصل کیا؟ اس کے زور سے ہم نے فلسطین کی مقبوضہ آراضی حاصل کرلی؟ یا ہم نے مشرق وسطیٰ سے غاصب سامراج کا صفایا کردیا؟ نہ صرف یہ کہ اب تک سامراج ہماری سرزمین پر قابض ہے بلکہ ہم نے مزید اس کو تقویت کا سامان فراہم کیا ہے، اور پہلے سے کہیں زیادہ ہم پر اس کا تسلط بڑھ گیا ہے اور اس سے قبل سامراج میں انگریزی،

www.abulhasanalinadwi.org

فرانسیسی اور روسی عنصر تھا اب اس سے ایک قدم آگے امریکی عنصر بھی شامل ہوگیا ہے اور اس کی ہم نوائی اس کو حاصل ہے اور اسرائیل جو اس سے قبل محض ایک سراب تھا اب وہ ایک حقیقت بن چکا ہے۔

لیکن ہمارا یہ حال ہے کہ کانفرنسوں پر کانفرنسیں منعقد کرتے جارہے ہیں اور تجاویز پر تجاویز پاس کرتے جارہے ہیں اور ہمیں اس سے ذرا بھی اکتاہٹ نہیں ہوتی۔ اگر یہ تجاویز اور کانفرنسیں یورپ کی طرح ہمارے لیے نفع بخش ہوتیں تو یہ ایک ایسی نعمت ہوتی کہ عملی اقدام کا ذریعہ ثابت ہوتیں اور تمام امور میں بحث کا سبب بنتی۔

لیکن ہم محض ''زبان'' کے دھنی ہیں اور اسی میں ہم کو مزہ ملتا ہے اور خوشی ہوتی ہے اور اسی کی واہ واہی کے لیے ہم بزم سجاتے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ یہی چیز ہمارے دلوں کی انگیٹھیوں کو سرد کرتی ہے اور ہمارے جذبات کے شراروں کو خاموش کرتی ہے چنانچہ بات وہیں کی وہیں رہ جاتی ہے اور ہمارا دشمن ایک قدم اور آگے بڑھ جاتا ہے۔

آج مسلمان محض زبانی جمع خرچ تک محدود ہوکر رہ گئے ہیں جبکہ ان کے سامنے اس کی عدم منفعت اور بے وقعتی آشکارا ہوچکی ہے اور اس کا نقصان ان پر عیاں ہوگیا ہے اس لیے کہ وہ پہلے عمل کے میدان میں ان کے جذبات کو خاموش کرتا ہے اور اس کے بعد انہیں میٹھی نیند سُلا دیتا ہے۔

بے پناہ نقصانات اور پیہم شکست وریخت کے بعد اب صحیح بیداری کا وقت بالکل جانے کے قریب پہنچ گیا ہے اس خطرناک صورت حال کو سنجیدگی سے سمجھیں اور خود کو عمل کے لیے جھنجھوڑیں اور اپنے وقار اور اپنی قوم وطن کے مصالح کی خاطر ہم اخلاص کو اپنالیں اور اپنے اوپر لٹک رہے خطرات اور اندیشوں اور اپنے خلاف

www.abulhasanalinadwi.org

ہورہے مکروفریب سے ہوشیار اور بیدار رہیں اس لیے کہ صدیوں سے سامراج نے ہمارے ملکوں کونشانہ بنارکھا ہے پہلے اس نے ہمارے ملکوں کی زمین کواور کھلی سیاسی چیرہ دستی میں گھیرا اس کے بعد ہمارے ذہنوں کواور روایات کونشانہ بنالیا اس نے ہماری زمینیں چھوڑدیں لیکن ہمارے دماغوں کونہیں چھوڑا۔ ہمارے افکار ونظریات متاثر ہوئے، ہم ان کی تہذیب وثقافت کے پیرواور دلدادہ ہوگئے ہم انہیں کی چال چلنے میں اپنی ترقی اوران کے اقدار کے مطابق طرز زندگی گزارنے میں عزت سمجھتے ہیں ہم ان کے فائدے کے لیے ذہانتیں بلکہ اپنے اقتصادی وسائل کا تحفہ پیش کرتے ہیں۔

کسی زمانہ میں ہم انگریزوں اور سفید فاموں کواپنے ملک میں دخل انداز سمجھ کرانہیں ناپسند کرتے تھے اس وقت ان کی سامراجیت کھلی ہوئی تھی لیکن اب ہم ان کے دوست بن گئے ہیں کیونکہ ان کے فریب کوہم اپنے مفاد کے لیے حکمت عملی سمجھتے ہیں آج ہمارے دشمنوں کو یہ علم ہوگیا ہے کہ مسلمان کس طرح تہذیب و تمدن اور جدید طرز کے سحر سے مسحور ہوتے ہیں وہ ہمارے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آتے ہیں اوراپنی تہذیب کے مظاہراوراپنی گفتگو سے ہمیں متاثر کرتے ہیں اوراس طرح ہم سے ہمارے ملکی سرمایہ کو چھینتے ہیں اور اسلامی اقدار وروایات کو پامال کرتے ہیں اور یہ سلسلہ طویل ہوتا جارہا ہے، یہاں تک کہ کوئی ایسی سنگین صورت حال نہیں بچی جس میں ہم گرفتار نہ ہوئے ہوں لیکن ہم اس مرض کے مداوا کے لیے کوئی ایسی حکمت نہیں رکھتے جس کواپناسکیں، یہ محض اس بنا پر ہے کہ اس سلسلہ میں ہم کوکوئی فکروتشویش نہیں ہے اپنے مفادات واقدار کے لیے جدوجہد میں اخلاص اور ہوش مندی نہیں ہے، اس طرح ہم اسلام کی قیمتی متاع کو بہت کچھ کھوچکے جو تھوڑا باقی ہے اس کے لیے بھی خطرہ ہے۔(۱)

---

(۱) عربی سے ترجمہ

www.abulhasanalinadwi.org